اقتدوا بالذین ابی بکر و عمر من بعدی
العتیق
مصنفہ عبد الحفیظ عتیقی شہر علی گڑھ محلہ

اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبَا بَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا

(صحیحین) فرمایا سب آدمیوں سے مجھ پر بڑا احسان کرنیوالا اور مال خرچ کرنیوالا ابوبکر ہی اگر میں اپنے رب کے سوا کسی اور کو دوست ٹھہراتا تو ابوبکر ہی کو بناتا

# العتیق

یعنی

مستند سوانح حیات امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

مع اخبار سیرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم

مصنفہ


مولوی عبدالحفیظ بن مولوی محمد جمیل مرحوم عتیقی

چاہ گرم آبہ۔ علی گڑھ



خواجہ فراست حسین کے اہتمام سے آگرہ اخبار پریس آگرہ میں طبع ہوئی

طبع اول    قیمت عمر    جون سنہ ۱۹۳۵ء    علاوہ محصولڈاک    تعداد ایکہزار

# فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تبصرۂ العتیق

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت بابرکت کا مقصد اوّل اصلاح اخلاق تھا۔ حضور والا کی ذات گرامی بفحوائے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم۔ جملہ صفات حمیدہ کی حامل تھی، اور یہی فیض تمام عالم کو پہنچانے کے لئے حضور اکرم تشریف لائے تھے۔ توحید باری تعالیٰ پر اعتقاد خود فضائل اخلاق میں سے ایک فضیلت ہے اور دیگر فضائل کی منبع۔

مشہور ہے کہ "انسان اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے"۔ اس اُصول کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب واحباب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور والا کے اخلاق حسنہ کا آئینہ ہیں۔ ان بزرگوں میں سب سے اول، سب سے افضل، سب سے اکمل حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے۔

اسی ذات مستجمع صفات کا آئینہ یہ کتاب العتیق ہے۔ جس کو میرے مخدوم مکرم معظم ومحترم جناب مولوی عبد الحفیظ صاحب قبلہ زاد مجدہم ومدظلہم نے تالیف فرمایا ہے۔ جناب مولف نے جس خلوص و محبت، ہمت و محنت، کاوش وکاہش سے اس کتاب کو مرتب فرمایا ہے وہ توصیف سے مستغنی ہے۔ کتاب کا لفظ لفظ اس کا خود شاہد ہے۔

حضرت عتیق اعظم، صدیق اکبر سالار کاروان اولیاء، افضل البشر بعد الانبیاء، مصداق کلامِ باری

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی۔ مُبَشِّرِ سَیُجَنَّبُہَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی، اول عشرہ مبشرہ، افضل الکرام والبررہ، رفیق النبیؐ فی الغار، صاحب معیتِ سید الابرار، خلیفۂ نخستین و امام اول، موثق نظام دین اکمل سیدنا و مولٰنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات سے جو فیوض و انوار شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت کو حاصل ہوئے۔ ان سے اولیائے کرام و صوفیائے عظام کے قلوب منور ہیں۔ ان سے علمائے امت و فقہائے ملت کی آنکھیں روشن ہیں، ان سے ادبائے زمانہ و شعرائے یگانہ کے صحیفے متجلّی ہیں۔

کتاب العتیق میں جناب مؤلف ممدوح نے سیرت صدیقؓ اکبر کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور اولیاء و علماء، شعراء و ادباء سب کی خراج ہائے تحسین کے نمونے پیش کر دئے ہیں۔ ان پر کسی اضافہ کی ضرورت نہیں۔ میں صرف حضرت مؤلف کے اتباع میں اس برکت عظمٰی و نعمت کبریٰ میں سے کچھ حصہ لینے کی غرض سے حکیم مومن خاں مومن دہلوی کے ایک قصیدہ سے جو انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں لکھا ہے، چند چیدہ اشعار پیش کرتا ہوں:۔

مومن کا قصیدۂ منقبت ۱۲۷ شعر کا ہے، اور اس کا عنوان یہ ہے:۔

"بیعت معانی بردست عبارت سراپا اعجاز
بفیض مدیح اولیں دستور صداقت طراز"

طویل تمہید کے بعد منقبت شروع کرتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| مسند آرائے محفل تقدیس | اوّلین جانشیں پیغمبر |
| خاکساری پسند عرش مقام | آدمی صورتِ فرشتہ سیر |
| ملکِ دل سریر جاں خرگاہ | شاہِ دیں تاج معدلت کشور |
| سینہ سرشار مہر یزدانی | چشم لبریز جلوۂ محشر |
| لب وہ آب حیات جسکے لئے | تشنہ کام صد آرزو کوثر |
| ذکر میں اس کے جود پیہم کے | مبتدا ایک ہے ہزار خبر |

خاک بیز اس گلی کا ڈالے ہے — خاک مذکور گنج قاروں پر
جب اُولوا الفضل منکم[۱] اے حاسد — اسکے حق میں کہے جہاں داور
افضلیت میں کیا سخن۔ یہی بات — سب سے بہتر کہ سب سے ہے بہتر
اے مسیحا دم رواں پرور — زندگی بخش دین پیغمبر
گرمی التفات سے تیری — خشک ہو عاصیوں کا دامن تر
ہے سراپا تو مہرۂ تریاک — تجھکو کیا نیش مار سے ہو ضرر
ہے ترے خارِ جیب کا قصہ — شریان حسود کو نشتر
تو وہ سلطان کہ بارگہ کا ترے — پشت کاشانہ ہے فلک منظر
قصر جاہ و جلال میں تیرے — فخر کیواں ہے پاسبانی در
دَورِ نصفت میں تیرے فتنے کا — پاس اصحاب کہف کے بستر

---

اس کتاب کا مطالعہ نہ صرف قدامت پسند بزرگوں کے لئے عقیدت افزا ہے، بلکہ جدید الخیال نوجوانوں کے لئے بھی بصیرت افروز ہے۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو مقصد حیات اور مطمح نظر و لائحہ عمل کی جستجو کے لئے آگے بڑھنے سے زیادہ پیچھے ہٹنا مفید ہے۔ یعنی اگر مسلمان اپنی زندگی کا کوئی مقصد، اپنے خیال کا کوئی مرکز، اپنے عمل کا کوئی دستور ایسا مقرر کریں گے جو اُن کو حضرت ابراہیم

---

[۱] اس آیہ کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔ وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (ترجمہ۔ اور تم میں سے اور مقدور والوں کو اس بات پر قسم نہ کھانا چاہئے کہ قرابت داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو یاد نہ کیا کریں گے۔ انکو معاف کرنا اور درگزر کرنا چاہئے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کردے۔ اللہ غفور و رحیم ہے) تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت شریفہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اللہ تعالیٰ ان کو مدح کے ساتھ یاد فرماتا ہے۔ ان کو اہلِ کرم میں شمار کرتا ہے اور اولو الفضل و السعۃ قرار دیتا ہے۔

خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس ہمنوائی سے دور کردے کہ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، تو اُن کی کوئی ترقی اسلام کی ترقی کی مترادف نہیں ہوسکتی۔

یہ حقیقت ہمیشہ سے روشن تھی، لیکن چند سال سے مسلمانان ہند کی عقل پر غفلت کا پردہ پڑ گیا تھا۔ الحمد للہ کہ اب وہ پردہ ہٹتا جاتا ہے اور مسلمانوں کو اس حقیقت کی حقیت کا احساس ہو چلا ہے۔ اور مسلمانوں کو العتیق جیسی کتاب کا مطالعہ ناگریز ہوگیا ہے۔ اس لئے کہ سابقون الاولون میں حضرت صدیق اکبر سے بڑھ کر سالک مسلک ابراہیمی کون ہے؟ ان کی صداقت و حریت، قربانی و فدائیت، رفاقت و معیت، اولوالعزمی و ہمت، عدل و سخاوت، فراست و حکمت، قوت و شجاعت نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تاریخ عالم میں عدیم المثال و فقید النظیر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے اتباع و محبت پر قائم رکھے اور جناب مؤلف کے لئے اس خدمت مبارک کے صلے میں "اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ" ذخیرہ فرمائے۔ اور دارین میں شادکام و فائز المرام رکھے۔ آمین!

۱۷راگست ۱۹۳۵ء

آگرہ

خاکسار
حامد حسن قادری
پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ

پ۴ سورۃ النساء۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً یعنی اے لوگو (خطاب بنی آدم سے ہے) کہ تم ڈرتے رہو اوس خالق باکمال سے جس نے تم کو محض ایک شخص واحد (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا۔ اول اوس ذات واحد کو پیدا کیا پھر اوسی سے اوسکا جوڑا (حضرت حوا) پیدا کیا بعدہٗ ان زن و شوہر سے بے تعداد و بے شمار مرد او عورتین پیدا کر دیں

جب نبینا آدم علیہ السّلام مُلکِ عدم سے اِس عالَمِ ہستی میں آئے تو سوائے اپنی ذات واحد کے کوئی دوسری ہستی ہم جنس اپنی نظر نہ آئی۔ وحشت نے غلبہ کیا چنانچہ آپ نے بارگاہ باری تعالیٰ میں التجا کی۔ لہذا صانع باکمال نے حضرت آدم پر نیند کو غالب کیا اور اوسی عالم خواب میں آپ کی بائیں پسلی سے حضرت حوّا علیہا السلام کو پیدا کر دیا پھر رحمت الٰہی نے حضرت آدم کو بیدار کیا۔ جب آنکھ کھلی تو پہلو میں ایک حسین نازنین کو بیٹھے دیکھا۔ ہم جنس دیکھ کر بہ محبت اون کی جانب التفات کی حکم صادر ہوا کہ اے آدم اولاً میری لونڈی حوّا کے ساتھ نکاح کرو اور اوسکا مہر[1] ادا کرو من بعد اوسکی طرف التفات کرنا چنانچہ فی الفور ملایک نازل ہوئے اور حضرت آدم و حوّا کا نکاح پڑھا یا گیا (جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے) مذکر و مؤنث کے پیدا کرنے میں صانع مطلق نے یہ مصلحت رکھی تھی کہ ہم جنس ہونیکے کے لحاظ سے باہم مرد و عورت میں اتحاد و محبت قایم ہو اور نتائج اختلاط سے توالد و تناسل بنی آدم ہو چنانچہ آدم علیہ السلام کی آل اولاد ہونے کی وجہ سے انسان نے آدمی کا لقب پایا۔

[1] فتح العزیز۔ تفسیر شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی (صفحہ ۲۰۱)

آیہ کریمہ پ۲۱ سورۂ روم ع۶ - وَمِنْ آيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً

یہ نشانیاں قدرت الٰہی کی ہیں کہ تمھارے واسطے تمھاری ہی جنس میں سے عورتوں (زوجگان کو) پیدا کر دیا تاکہ تم اونکی جانب ملتفت ہو کر راحت و آسائش حاصل کرو اور اونکے دلوں میں تمھاری دوستی و محبت پیدا کر دی۔

غرضکہ قادر مطلق نے حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے زن و مرد کثیر پیدا کئے یہانتک کہ وہ سرزمین اون کی سکونت کے واسطے ناکافی ہو گئی چنانچہ گروہ در گروہ اولاد آدم نے چار دانگ عالم میں پہنچکر سکونت حسب پسند اپنے اختیار کی اور اس طور پر مشیت ایزدی کا تکملہ ہوا اور زمین دنیا آدمیوں سے آباد ہو گئی۔ چونکہ ہر ملک و ہر قطعہ زمین کو بھی مختلف نوعیت و آب و ہوا کا پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے منطقہ حار و بارد کے اثرات سے بنی آدم کے صور، رنگ عادات زبانوں میں قابل امتیاز تغیر و تبدل ہو گیا ہے جس کی خبر خود صانع باکمال نے فرقانِ حمید میں دی ہے۔

پارہ ۲۱ - سورۃ الروم - وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ۔

یہی خلاق عوالم کی قدرت کی نشانیاں ہیں کہ پیدا کئے آسمان و زمین اور پیدا کر دیا اختلاف تمھاری زبانوں (بولیوں) اور جسمانی رنگتوں میں۔

لیکن ان امور میں نشانیاں اہل عرفان کے واسطے مخصوص ہیں غرضکہ بردۂ زمین پر ہر ملک و اقطاع عالم میں صدہا بلکہ ہزارہا اقسام کے انسان آباد ہیں جن کے صور و اخلاق۔ رنگ و روغن اجسام زبان عادات قطعاً دوسرے سرزمین کے باشندوں سے مختلف و جداگانہ ہیں حالانکہ وہ مختلف فرقے اوسی ذات واحد آدم علیہ السلام کی ذریات سے ہیں بقول سعدی علیہ الرحمہ

بنی آدم اعضاے یک دیگر اند ۔۔۔ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

لیکن ظاہری اختلافات اس حد کو پہنچ گئے ہیں کہ کوئی فرقہ بنی آدم اپنے غیر فرقہ کو اپنا ہم جنس تصور کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ مثلاً اہل اسلام۔ ہنود۔ یہود۔ مجوس۔ نصرانی چینی و حبشی و تاتاری وغیرہ ذات وصفات۔ عادات۔ رنگ۔ زبان۔ ہیئت وغیرہ کے لحاظ سے خود کو افضل جانتا ہے اور مدمقابل کو ذلیل و حقیر۔ اور مخالف فرقے سے پیوند قرابت کرنا گوارا نہیں کر سکتا۔ اس میں بھی عجیب اسرار صانع باکمال ہے کہ جس طرح وہ ذات سبحانہ واحد و یکتا تمامی صفات

وکمالات سے متصف ہے اور حضرت انسان کو اُس نے روز ازل میں لقد کرمنا بنی آدم سے ملقب کرکے مقرب بارگاہ بنایا اور اسرار ذات الٰہیہ کا رازدار ٹھہرایا۔ لہٰذا مختلف الصفات واوضاع انواع اقسام کے ساتھ پیدا کر دیا لیکن یہ جملہ گروہ بنی آدم اوسی خالق کائنات کے پیدا کردہ ہیں اور اوس کے خوان وسیع کے خوشہ چین اور پرورش پانیوالے۔ مگر اس ہیژدہ ہزار عالم کی خلقت میں کیا اسرار پنہاں تھا۔ آیۂ کریمہ میں وجہ تکوین ظاہر فرماتا ہے۔

(پ۲۷ سورۃ الذٰریات) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ؕ
کہ نہیں پیدا کیا ہم نے جن وانسان کو مگر اس واسطے کہ وہ معبود مطلق کی عبادت کریں۔

طریقہ عبادت قابل غور ہے۔ طریقہ عبادت کو ایزد متعال نے فطرت انسانی میں مخلوط کیا ہے لیکن معرفت الٰہی وعبادت خداوندی بنی آدم میں بذریعہ ہدایت انبیاء علیہم السّلام ہوتا رہا ہے اگر انبیاء ورسل مبعوث نہ ہوتے تو مخلوق کسی طرح طریقہ معرفت وعبادت سے آگاہ نہ ہوسکتی۔ اور اوس صورت میں وجود کل عالم خالی از فایدہ ہوکر بیکار رہتا۔ بسبب ہدایت انبیاء علیہم السلام مخلوق معرفت الٰہی وصراط مستقیم سے واقف ہوئی۔ چنانچہ عوالم اپنے مقصود سے مرتب ہوگئے۔ اور یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ کمال معرفت وطریقہ اعلےٰ عبادت کا بہ نسبت جمیع انبیاء سابقین علیہم السلام ہمارے حضور پرنور سید الانبیاء وسلطان المرسلین جناب حبیب خدا حضرت محمد مصطفےٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے وسیلہ سے مخلوق کو حاصل ہوا اور جس قدر شیوع توحید وعبادت رب وحدہ لاشریک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ہوئی کسی پیغمبر ورسول کے ذریعہ وسعی سے ظہور پذیر نہیں ہوئی اور جس کثرت سے صدیقین شہدا اولیاء وصلحا۔ امت محمدیہ میں ہوئے اور تا دور قیامت پیدا ہونگے کسی امت سابقہ میں نہیں ہوئے۔ الغرض آفرینش کائنات کا مقصد اصلی بوساطت سرور کائنات سیدنا نور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ بارک وسلم ظہور میں آیا اور جو طریقہ معرفت وعبادت الٰہی آنحضرت شارع علیہ السلام نے جاری کیا اُس کو باحسن الوجوہ حضرت باری تعالیٰ نے پسند فرماکر اظہار خوشنودی بذریعہ وحی فرمایا۔

(پ۶ المائدۃ) اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ
یعنی آج کے روز ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر تمام نعمتوں کو پورا کر دیا۔ ہیں اسی بات سے رضامند ہونگا کہ تم دین اسلام کے پابند رہو۔

# شرافت و رذالت

پھر انبیاء علیہم السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں جامہ بشریت میں مبعوث کیا جن کے قلوب پر تجلی رحمت ہوتی تھی تاکہ ہم جنس سمجھ کر اون ذوات مقدس و مطہر کی صحبت اختیار کریں اور شرف اتحاد سے اون کے آئینہ ہائے قلوب زنگار کفر و ضلالت سے مصفےٰ و مجلّٰی ہو جاویں۔ اور اس طور پر وہ بندگان مقبول بن جاویں۔ بحوالہ آیہ کریمہ

(پ ۲۶ حٰمٓ سورۃ الحجرات ع ۲) یَآ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۔

اے لوگو تحقیق ہم نے تم کو ایک مرد و احد (آدم علیہ السلام) اور ایک عورت (حوا علیہا السلام) سے پیدا کیا۔ اور تم کو جماعت (گروہ) کردیا یعنی کنبہ و قبیلہ وار بنا دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ درحقیقت تم میں سے بزرگ ترین اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو زیادہ عابد زاہد و متقی ہے۔ تحقیق اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

گرچہ تمامی مخلوق اوسی کے یدقدرت سے حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے پیدا ہوئی اس اعتبار سے سب مساوی الحیثیت ہیں ؎ شعر سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

الناس من جهة النسب كفاء ؛ ابوهم آدم والام حواء

**شریعت اسلامیہ** میں شرافت کو رذالت پر امتیاز و فوقیت ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ آخر آیات سورۃ التوبہ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (الخ) تحقیق آیا تمھارے پاس رسول تمھاری جنس میں سے۔

امام المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرب کے ملک میں کوئی ایسا قبیلہ نہ تھا کہ جس سے سرور کائنات علیہ الثنا والتحیات کا رشتہ قرابت نہ ملتا ہو۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب حضرت جعفر ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ بہ تعمیل ارشاد نبوی ملک حبش میں ہجرت فرماکر دربار شاہی (نجاشی[۱]) میں باریاب ہوئے

---

[۱] ملک حبش کے بادشاہوں کو نجاشی کہتے تھے جس طرح مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون۔ عہد رسالت میں **اصحمہ** نامی بادشاہ حبش تھا جس کو نجاشی، کتب میں درج کیا گیا ہے (بحوالہ صحیحین)

نجاشی نے آپ کی بے حد تعظیم و تکریم کی جیسا کہ حضور پر نور عالم المغیبات صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی) اور فرمائش کی کہ آپ اپنے رسول معظم کی تعریف و توصیف کیجئے۔ اُس وقت حضرت جعفرؓ نے اس طور پر ثنا شروع کی کہ اللہ جل شانہ نے ہمارے قبیلہ میں ایسا رسول مبعوث کیا ہے کہ اوس کے علوی نسبی سے ہم خوب واقف ہیں کہ وہ اشرف النسب ہے اور اُس کی صفات صدق اور امانت سے ہم سب لوگ بخوبی ماہر ہیں۔ ایک قرأت میں آیۃ نفسکم بفتح فاے وسین پڑھا جاتا ہے اور یہ معنی ہوجاتے ہیں یعنی حضرت اوس قبیلہ میں مبعوث ہوئے جو تمام عرب میں اشرف و اعلیٰ ہے اور اس کی تفسیر میں حوالہ حدیث جامع الترمذی صفحہ ۴۴۷ ہے عن واثلہ ابن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ان اللہ اصطفیٰ کنانۃ من ولد اسمٰعیل واصطفیٰ قریشا من کنانۃ و اصطفیٰ ہاشما من قریش واصطفانی من بنی ہاشم۔ واثلہ ابن الاسقع صحابی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور سرور عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد کیا کہ تحقیق اللہ جل شانہ نے اولاد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور اولاد کنانہ میں سے قریش کو پسند کیا پھر اولاد قریش میں سے ہاشم کو منتخب کیا۔ اور اولاد ہاشم میں سے مجھکو منتخب کیا۔ سند حدیث ثانیہ جامع الترمذی صفحہ ۴۴۷۔

(ترمذی ہیں)

عن المطلب بن ابی وداعۃ۔ قال جاء العباس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانہ سمع شیئا فقام رسول اللہ علی المنبر فقال من انا۔ فقالوا۔ انت رسول اللہ علیک السلام۔ قال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ خلق الخلق وجعلنی فی خیرھم فرقۃ ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیتا وخیرھم نفسا (حدیث حسن صحیح)

مطلب بن وداعہ صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عباسؓ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے کچھ کلمات توہین سن کر دربار رسول کریم میں حاضر ہوئے اور وہ حالات عرض کئے جناب رسول کریم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں کون ہوں۔ عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں سلام ہو آپ پر۔ ارشاد ہوا۔ میں محمد۔ فرزند عبد اللہ ابن عبد المطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔ اور اون میں سے بہترین لوگوں میں سے مجھکو پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے دو فرقے کئے اور اُن میں سے بہتر فرقہ میں مجھکو پیدا کیا پھر اُس فرقہ کے قبائل بنائے اور بہتر قبیلہ میں مجھکو پیدا کیا پھر اُس میں خاندان بنائے اور اُن میں سے انتخاب کر کے مجھکو بہترین خاندان میں کیا پس میں مخلوق میں بہترین ذات و خاندان ہوں۔

# شجرۂ طیبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَزْكَى النَّسَبِ أَعْلَى الْحَسَبِ — كُلُّ الْعَرَبِ فِي خِدْمَتِهِ
فَاقَ الرُّسُلَا فَضْلًا وَّعُلًا — أَهْدَى السُّبُلَا لِدَلَالَتِهِ
معزز ہیں سب خاندان نبوت — ولیکن ہے اعلیٰ تبار محمدؐ

(صحیح مسلم) سید المرسلین خاتم النبیین خلیفۃ اللہ شفیعنا رحمۃ للعالمین سیدنا محمد مصطفیٰ حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وعلی ازواجہ وسلم [۱] بن عبد اللہ [۲] ابن عبد المطلب [۳] بن ہاشم [۴] بن عبد مناف [۵] بن قصی [۶] بن کلاب [۷] بن مرہ [۸] بن کعب [۹] - بن لوی [۱۰] بن غالب [۱۱] بن فہر [۱۲] بن مالک [۱۳] بن نضر [۱۴] بن کنانہ [۱۵] بن خذیمہ [۱۶] بن مدرکہ [۱۷] بن الیاس [۱۸] بن مضر [۱۹] بن نزار [۲۰] بن معد [۲۱] بن عدنان [۲۲] - عدنان تک ارشاد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے بعض مورخین کے مطابق عدنان سے نو پشت اوپر نبینا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھے اور حضرت خلیل سے دسوئیں واسطہ (پشت) میں حضرت نبینا نوح علیہ السلام تھے۔ للکبیر - عن ابی امامہ - ان رجلا قال یا رسول اللہ انبیاً کان آدم - قال نعم - قال کم کان بینہ وبین نوح؟ قال عشرۃ قرون قال کم کان بین نوح وابراھیم؟ قال عشرۃ قرون قال یا رسول اللہ - کم کانت الرسل قال ثلاثمائۃ وثلاثۃ عشر - (ابو امامہ) ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا حضرت آدم نبی تھے۔ ؟ فرمایا ہاں - پھر عرض کیا کہ اون کے اور حضرت نوح کے درمیان کتنی مدت گذری؟ فرمایا دس قرن - عرض کیا حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان کتنا زمانہ گذرا - فرمایا دس قرن - پھر اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ پیغمبر کتنے ہوئے (یعنی رسول) فرمایا تین سو تیرہ [۳۱۳] (فائدہ) رسول وہ ہے جو صاحب شریعت جدیدہ ہو مگر نبی عام ہے خواہ پہلی شریعت کی ترغیب دے - پس ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہو سکتا - (واللہ اعلم)

ہوا نور بار - جو رخ ترا - وَلِمُوْعِ وَجْھِکَ اِعْتِلَا
چمک اٹھے دشت وجبال ودر مُتَشَعْشِعًا مُتَزَلْزِلًا

فی کتاب الریاض النضرۃ - فی فضائل العشرۃ - للعلامۃ محب الدین احمد بن عبد اللہ بن محمد الطبری الشافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ عن محمد بن ادریس امام الشافعی بسندہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال کنت انا وابوبکر وعمر وعثمان وعلی - انوارًا علی یمین العرش قبل ان تخلق آدم - بالف عام - فلما خلق اسکنا ظہرہ ولم نزل تنقل فی الاصلاب الطاہرۃ الی ان نقلنی الی صلب عبد اللہ - ونقل ابابکر الی صلب ابی قحافۃ ونقل عمر الی صلب الخطاب ونقل عثمان الی صلب عفان ونقل علیًا الی صلب ابیطالب ثم اختارھم لی اصحابًا فجعل ابابکر صدیقا وعمر فاروقا وعثمان ذا النورین وعلیا رضیا - او وصیا فمن سب اصحابی فقد سبنی ومن سبنی فقد سب اللہ ومن سب اللہ اکبہ فی النار علی منخرہ -

کتاب الریاض النضرۃ بسند متصل حضرت محمدؒ بن ادریس امام شافعی رح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ فرمایا حضور پرنور نے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدائش آدم علیہ السلام کے ہزار سال پیشتر سے، میرا ابوبکر و عمر عثمانؓ علیؓ کے انوار کو عرش معلی کی داہنی جانب جگہ دی تھی - جب آدمؑ کو پیدا کیا تو انکی پشت میں ہمکو رکھا اور ہمکو درجہ بدرجہ ہمیشہ بزرگ پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ پہونچا میں عبد اللہ پدر نامدار کی صلب میں ابوبکرؓ ابو قحافہ کی پشت میں - عمرؓ پشت خطاب میں اور عثمانؓ کو پشت عفان میں اور علیؓ کو پشت ابوطالب میں منتقل کیا پھر ان کو میرا گہرا دوست بنایا - ابوبکر کو صدیق - عمر کو فاروق - عثمان کو ذوالنورین - اور اور علی کو رضی یا وصی کا خطاب مرحمت کیا - پس جس نے میرے اصحاب کو برا کہا اس نے مجھکو برا کہا - اور جس نے مجھکو برا کہا اس نے گویا اللہ عز وجل کو برا کہا - پس جس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی ڈالا جاویگا وہ دوزخ میں مونھ کے بل -

## فی حب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

اخرج نسائی عن عمر ابن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ

حضرت فاروق علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا حضور پرنور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعظیم کرو میرے دوستوں (صحابہ) کی کیونکہ وہ ذوات خیر ہیں تم میں - اُن کے بعد وہ لوگ ہیں جو بعد صحابہ

ہوں گے یعنی تابعین جنکا زمانہ صحابہ سے ملا ہو گا۔ پھر وہ لوگ بہتر ہونگے جو اُن کے نزدیک زمانہ میں ہونگے یعنی تبع تابعین۔

جامع الترمذی میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد ہوا کہ جس نے دوست رکھا صحابہ کو بسبب میری محبت کے پس دوست رکھا اُس نے مجھکو اور جس شخص نے بغض رکھا اُن سے گویا بغض رکھا مجھ سے۔ جسنے اذیت دی صحابہ کو اُس نے ایذا پھونچائی مجھکو۔ اور جس نے مجھکو اذیت پھونچائی گویا اُس نے اذیت پھونچائی اللہ تعالےٰ کو اور پکڑا جاوے گا وہ عذاب دردناک میں۔

حدیث صحیح۔ اِنِّی لَارجو لامتی فی حبهم لابی بکر و عمر ما ارجو لهما فی قول لا اِلٰه الا الله

مجھکو اپنی امت کے لئے ابوبکر و عمر رضہ کے ساتھ محبت کرنے میں وہ امید ہے جو لا الہ الا اللہ کہنے میں ہوسکتی ہے ۵

حب ابی بکر و عمر ایمان و بغضهما کفر۔ ابوبکر و عمر کی محبت ایمان ہے اور اُن سے بغض رکھنا کفر ہے۔

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر و عمر عثمان و علی
ہم مرتبہ ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

حدیث جامع الترمذی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللهِ عَلٰى شَرِّكُمْ۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ترمذی نے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم دیکھو لوگوں کو میرے اصحاب کو برا کہتے تو کہو لعنت خدا کی اُن برا کہنے والوں پر۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اے آفتاب چرخ دین
وصف جس کا اِذْ هُمَا فِی الْغَار ہے قرآن میں
حضرت فاروق اعظم بت شکن عادل عمر
حَسْبُكَ الله شان میں جس کے کہا اللہ نے
حضرت عثمان غنی وہ جامع قرآن ہیں
اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ ۔ قرآن میں
حضرت مولا علی خورشید برج اِنَّمَا
مقصد اِنَّا فَتَحْنَا ماہ برج هَلْ اَتٰى
آل و اصحاب نبی پر بھیج اے شہرت درود

حضرت صدیق اکبر مصطفےٰ کے جانشین
حق نے اون کی شان میں فرمایا خیر الرّاحمین
حامی شرع محمد۔ سرور دنیا و دین
مسند آرائے خلافت۔ صاحب حق الیقین
خاتم ختم رسالت کے ہیں وہ نقش و نگین
شان میں فرماچکا ہے اون کے رب العالمین
گوہر تاج خلافت نقش ختم المرسلین
شمع افروز ولایت باب شہر علم و دین
چاہتا ہے گر پس مردن ملے خلد بریں

رسول اللہ
شجرہ حضرت ابوبکر خلیفہ
شجرہ طیبہ حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم
خلیل اللہ علیہ السلام
بسلسلہ اولاد حضرت ابراہیم
ابراہیم علیہ السلام نبینا حضرت
از بطن بی بی ہاجرہ
علیہ السلام نبینا اسمٰعیل
قیدار
عدنان
معد
نزار
مضر
الیاس
مدرکہ
خزیمہ
کنانہ
نضر
مالک
فہر
غالب
لوئی
کعب
عدی
مرہ
تیم
کلاب
مخزوم
خالد سیف اللہ
قصی
زہرہ
سعد
عبد مناف
وہب
کعب
ہاشم
عامر
صخر
حضرت آمنہ خاتون
عبد المطلب
عثمان
ام سلمیٰ
عبد اللہ
ابوطالب
حضرت ابوبکر عتیق
ام رومان
حضرت آمنہ
حضرت علی
حضرت عائشہ زوجہ حضرت رسول اللہ
سلطان دارین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رزاح
قرط
رباح
عبد العزیٰ
نفیل
خطاب
حضرت عمر فاروق
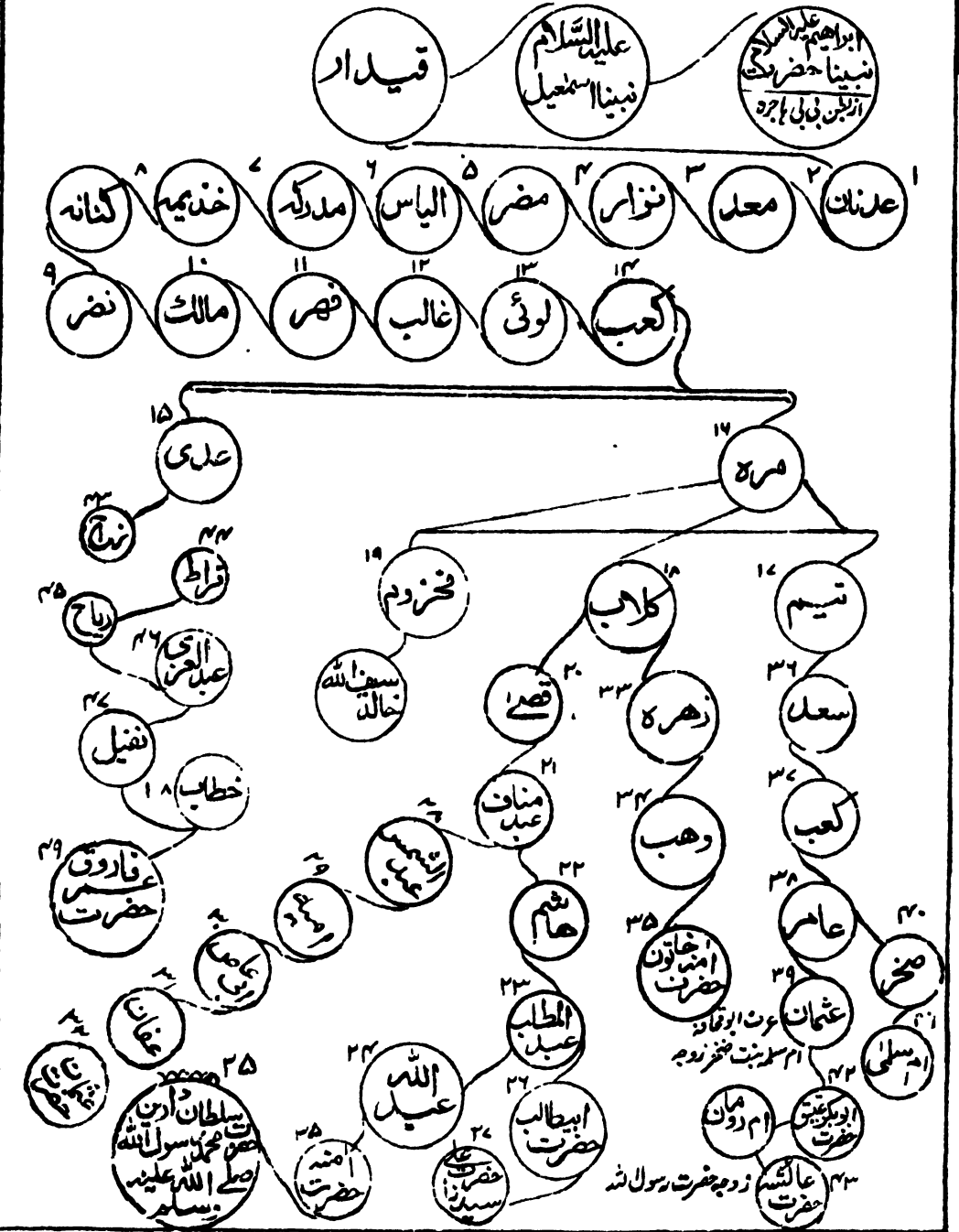
بعض مورخین کا قول ہے کہ عدنان (نمبرا) قیدار بن نبیا حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام سے چودھویں پشت میں تھے بعض کا قول ہے کہ عدنان سے نو پشت اوپر نبیا حضرت ابراھیم علیہ السلام تھے مگر صحاح سے ثابت ہے کہ حضور مخبر صادق سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شجرۂ عالیہ صرف عدنان تک بیان فرمایا ہے اس سے زائد تحقیق عبث ولایعنی ہے۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے منجملہ اون کے قیدار فرزند کے چالیسویں پشت میں عدنان تھے۔

عدنان کی آٹھویں پشت میں نضر (۹) نے قریش کا لقب حاصل کیا تھا۔ لغت حجاز میں قریش ویل مچھلی و گائے کلاں دریائی کو کہتے ہیں۔ (نیز بمعنی جماعت (اگرچہ) اس سلسلہ خاندان میں جملہ اکابر اپنے قبائل میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے تاہم فہر بن مالک (نمبر ۱۱) کے زمانہ میں حسان والی یمن مع فوج جرار کثیر اس قصد سے چڑھائی مکہ پر کی تھی کہ خانہ کعبہ کو منہدم کر کے ملبہ ملک یمن کو لے جاوے اور وہیں کعبہ تعمیر کرے۔ لیکن فہر نے جو شجرہ طیبہ عالیہ کے گیارہویں پشت بالا میں تھے مع برادران و معاونین۔ افواج یمن کا مقابلہ نہایت شجاعت دلیری۔ دانائی سے کیا اور بالآخر حسان کو شکست دے کر مقید کر لیا۔ اور تین سال کے بعد اُس کو قید سے رہا کر دیا۔ حسان ملک یمن جاتے ہوئے اثنائے راہ میں فوت ہو گیا۔ اس فتح عظیم سے ملک عرب میں فہر کی عظمت و شوکت کا سکّہ قایم ہو گیا اور ملقب بہ قریش ہوا۔

من بعد فہر کی چھٹی پشت میں قصےٰ [۲۰] پیدا ہوے ان کی شادی قبیلہ بنوخزاعہ میں ہوئی خسر خلیل نامی خانہ کعبہ کے متولی تھے حسب وصیت اُن کے یعنی بعد وفات خلیل تولیت خانہ کعبہ قصےٰ (۲۰) کو پہونچی قصی نے کار ہائے نمایاں کئے دارالندوہ قایم کیا۔ رفادہ و سقایہ کے منصب یعنی حجاج کو کھانا کھلانا اور پانی پلانے کے معین و مخصوص کئے۔ اہل خاندان کو جمع کر کے خانہ کعبہ کے ہر چہار جانب آباد کیا۔ اپنے زمانہ میں قصےٰ بڑے سردار مشہور تھے۔ قصےٰ کے بعد اُن کے چھ بیٹوں میں سے عبد مناف [۲۱] کو جن کا اصل نام مغیرہ تھا قریش کی سرداری ملی اور عبدالدار کو بموجب وصیت قصی حرم شریف کے منصب دئے گئے۔

بنو عبدالدار منصب ہائے حرم کے اہل ثابت نہ ہوے۔ عبد مناف نے چاہا کہ سب منصب اُن سے لے لیں مگر بنو عبدالدار رضا مند نہوے اور آمادہ جنگ ہوے۔ بالآخر ھاشم کی سعی سے جو قریش میں با اثر و مقتدر تھے اس امر پر تصفیہ ہوا کہ سقایت و رفادہ کے منصب ہاشم کو دیدیئے جاویں اور بقیہ عہدے خاندان عبدالدار میں رہیں۔

ھاشم[٢٢] (زمانہ قحط میں روٹیوں کے ٹکڑے کر کے تقسیم کیا کرتے تھے اسی بنا پر ہاشم ملقب ہوے) ہاشم نے تجارت کو بہت ترقی دی سلاطین روم و حبش سے مراسلت کر کے تاجران عرب کے واسطے ہر قسم کے مراعات ممالک غیر میں حاصل کیں۔ بدوی صحراے عرب سے معاہدات کیے کہ وہ تجارتی قافلوں کو نقصان نہ پہونچاویں۔

ھاشم نہایت مدبر۔ کریم و سخی تھے۔ مدینہ منورہ میں شادی ہوئی تھی۔ پیدائش فرزند سے قبل سفر شام میں انتقال کیا۔ جب فرزند پیدا ہوا تو نام اُس کا شیبہ (بمعنی سفید بال والا) رکھا گیا۔ ہاشم کے برادر مطلب نے شیبہ کو پرورش کیا لہذا اسی بنا پر نام عبد المطلب[٢٣] زیادہ تر مشہور ہو گیا۔

حضور محبوب الہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے واسطے دعا کی (جامع الترمذی۔ عن ابن عباسؓ)

اللھم اذقت اول قریش نکالا فاذق آخرھم نوالا۔ الٰہی تونے قریش کے پہلوں کو عذاب کا مزہ چکھایا ہے پس ان کے پچھلوں کو عطا کا ذائقہ چکھا) بقیہ کل خاندان مشرف باسلام ہوا۔ اور بلحاظ ہمت شجاعت لیاقت۔ سیاست و شرافت۔ ببرکت دعاے حضرت رسول اللہ علیہ وسلم۔ زمانہ اسلام میں بھی امامت و حکومت کیواسطے مخصوص و منتخب کر دئے گئے۔

الترمذی عن ابی ھریرہ) الملك فی قریش والقضاء فی الانصار والاذان فی الحبشة۔ والامانة فی الازد۔ زاد احمد۔ والسرعة فی الیمن۔

(ابوہریرہ رضؓ) سلطنت کی استعداد قریش میں ہے اور فیصلہ کی قابلیت انصار میں اور آذان اہل حبش میں (کہ آواز بلند رکھتے ہیں)۔ امانت داری قبیلہ ازد میں۔ سند احمد میں اس قدر اضافہ ہے "پھرتی اہل یمن میں ہے"

# اقوال امام نیشاپوری

اسم پاک محمدؐ میں چار حرف ہیں ........ اسم اعظم باری تعالیٰ (اللہ) میں بھی چار حرف ہیں

محمد رسول اللہ میں بارہ حرف ہیں ........ لا الہ الا اللہ " میں بھی بارہ حرف ہیں

پس یہ اسرار الٰہیہ مناسبہ ہے

(علی ھذا) مناسبت خلقی در نسب خلفای راشدین۔ بحضور سلطان المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و باری تعالیٰ عز اسمہٗ

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | (حضرت) ابوبکر الصدیق | - بارہ حروف | - محمد رسول اللہ - بارہ حروف | لا الہ الا اللہ بارہ حروف |
| ۲ | " عمر بن الخطاب - | " | " " | |
| ۳ | " عثمان بن عفان | " | " " | |
| ۴ | " علی بن ابیطالب | " | محمد رسول اللہ بارہ حروف | |

بسبب کمال مناسبت اخلاق کریمہ حضرات موصوفین بحضور محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سلسلہ نسب حضرات ممدوحین نسب حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے تناسب رکھتا ہے۔

۱۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا نسب دوسری پشت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

۲۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نسب پانچویں پشت میں ملجاتا ہے " " "

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نسب ساتویں پشت میں " " "

۴۔ حضرت عمر فاروق کا علیہ السلام کا نسب نویں پشت میں " " "

اسم گرامی عبداللہ کنیت ابوبکر لقب دیا خطاب عطیہ سرور کائنات حضور پرنور محبوب الٰہ صلی اللہ علیہ وسلم) صدیق بن ابی قحافہ (عثمان نامی) ابن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ قریش کے معزز خاندان تیمی سے تھے اور اس طور پر حضرت ابوبکر صدیق کا شجرہ ساتویں پشت میں (مرہ) تک حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ والدہ ماجدہ کا نام ام سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن کعب کنیت ام الخیر۔

حضرت ابوبکر رضہ ایک روز جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا۔

(جامع الترمذی) ان ابابکر دخل علے رسول اللہ فقال یا ابا بکر انت عتیق اللہ من النار فیومئذٍ سمی عتیقا۔ اے ابوبکر تم کو اللہ تعالیٰ نے آتش دوزخ سے آزاد کر دیا۔ پس اُس دن سے آپ کا نام عتیق مشہور ہوا۔

ابن اثیر نے یہ وجہ لکھی ہے قِیْلَ لَہٗ عَتِیْقٌ لِرِقَّۃِ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ کہ حسن وجمال کی خوبی کے باعث آپ کو عتیق کہتے تھے۔ لغوی معنی سے یہ دونوں توجیہات درست معلوم ہوتی ہیں کیونکہ عتیق کے معنی ہیں آزاد و خوب صورت کے۔

## ولادت

آپ ام القریٰ مکہ معظمہ میں عام فیل سے (یعنی وہ سال جس میں ابرہۃ الاشرم حاکم یمن نے ہاتھیوں کی فوج لے کر مکہ پر چڑھائی کی تھی) دو سال چھ ماہ بعد بروز دوشنبہ پیدا ہوئے تھے عام فیل آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا سال تھا اور مطابق ۵۷۳ء ہوتا ہے اس طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سرورِ عالم سے ڈھائی سال عمر میں چھوٹے تھے۔ (بحوالہ شیخ ابن حجر مصنف اصابہ اور عام اہل سیر کا اسی امر پر اتفاق ہے۔

سورۂ احقاف پ ۲۶ ) وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

ہمنے حکم دیا آدمی کو کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرے پیٹ میں رکھا اُسکو اُسکی ماں نے ساتھ تکلیف کے اور حمل میں رہنا اُسکا اور دودھ چھوڑنا اُسکا تیس ماہ میں ہے یہانتک کہ پہونچا اپنی قوت (سن رشد) کو اور ہوا چالیس۴۰ سال کا دعا کرنے لگا کہ اے رب میری قسمت میں شکر کرنا نصیب کر تیرے احسان کا جو مجھ پر کیا۔ اور میرے والدین پر تاکہ کروں نیک کام جس سے تو راضی ہو اور نیک اولاد عطا کر۔ میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں ہوں فرماں بردار تیرا۔

(اعظم التفاسیر) میں صراحت ہے کہ یہاں انسان سے مراد **حضرت صدیق اکبر** ہیں۔ امام بغوی رح نے بروایت حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ثابت کیا ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق اور اُن کے والدین و اولاد کی شان میں نازل ہوئی تھیں۔ صاحب تفسیر بیضاوی و مدارک و جلالین و حسینی بھی اسی امر پر اتفاق کرتے ہیں۔ کیونکہ اُس زمانہ میں سوائے حضرت صدیق کے اور کوئی شخص چھ ماہ تک ماں کے شکم میں نہیں رہا تھا اور پورے دو سال دودھ پی کر ماں سے علیحدہ ہوئے اور چالیس سالہ عمر میں رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ زبان پر لائے آپ کی ذات جامع اور کمالات انسانیہ کی آئینہ تھی جو اس آیت کے جملہ باتوں کی مصداق ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل رسل تھے۔ جناب کی شریعت افضل الشرائع الٰہیہ اور حضور والا کی کتاب افضل کتب سماویہ ہے چونکہ ہر فرد بشر داعیہ نبوت و رسالت کے قابل نہیں ہو سکتا نہ ہر ایک وقت و زمانہ داعیہ نبوت و رسالت کی صلاحیت رکھتا ہے بلکہ حکمت الٰہیہ اس امر کی مقتضی ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ بعثت رسول کے واسطے ایک خاص وقت اور فرد پہلے ہی سے معین کرتا رہا ہے پھر جب وہ وقت آیا اور فرد معین موجود ہوا۔ بفحوائے واصطنعتک لنفسی (اے حبیب تجھکو اپنے لئے خاص کر لیا) اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ اور داعیہ نبوت و رسالت اُس کے دل میں ڈالتا رہا۔ بعثت رسل کے یہ معنی ہیں کہ ارادہ الٰہی اس امر کے

متعلق ہوا کہ جمہور بنی آدم کو شریعت الٰہیہ سے آگاہ کیا جاوے تاکہ اُن کی اصلاح و فلاح کا باعث ہو اُن کی عقل
اور اُن کے ادراکات علم حق سے مملو ہو جاویں افعال حسنہ عمل میں لاویں منہیات و ممنوعات سے احتراز کیا جاوے
پس ایسے مقدس ہستی کے تمام قوائے عقلیہ و قلبیہ کو مسخر کر کے ایک گروہ کو اُسکی طرف مائل کرتا رہا۔ اور اُسکو
منصب تعلیم و ارشاد عطا فرمایا توفیق و مرتبہ تعلیم و استرشاد عنایت کیا اُس فرد کی مثال جس کے دل میں داعیہ
نبوت و رسالت ڈالا جاتا رہا اُس قندیل کی سی ہے جس کے اطراف و جوانب میں بہت صاف و شفاف
آئینہ آویزاں کئے جاویں اور اُن سے اُس قندیل کا عکس منعکس ہوتا ہو پس ارشاد و استرشاد دونوں بوجہ
اتم ظہور میں آتے ہیں جو کمال نفس پیغمبر و کمال شریعت الٰہیہ پر جس کی صورت نوعیت روز ازل ہی میں متعین
ہو چکی تھی۔ دلالت کرتے ہیں (خلافت) ظاہر و باطن رکھتی ہے جس طرح رسالت روح و جسد رکھتی ہے
ظاہر خلافت ریاست فرماں روائی۔ اقامت دین متین کے لئے کوشش کرنا ہے۔ باطن خلافت تشبہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان افعال و صفات میں جو بحیثیت پیغمبری اور بحیثیت تبلیغ و ارشاد حضور
نور علی نور صلعم سے رکھتی ہے۔ پس جس طرح حقیقت نبوت ارادہ الٰہیہ ہے بہ صلاح و فلاح اہل عالم و اہلاک
مفسدین و کفار و ترویج دین متین بضمن اقوال و افعال پیغمبر اسی طرح حقیقت خلافت ارادہ الٰہیہ متعلق
تکمیل افعال پیغمبر و ضبط اقوال و اشاعت غلبہ دین متین بضمن قیام بخلافت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس قسم کا
داعیہ خلافت و اعلائے دین متین جس شخص کے دل میں ڈالا گیا اُس کے قلب کا پرتو افراد امت کے قلوب پر
منعکس ہوتا ہے اور یہ وہ شخص ہوتا ہے کہ جو قوت عاقلہ و قوت عاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات
مبارک سے خاص مناسبت رکھتا ہے اور صدیق موسوم ہوتا ہے اور اُس کے قلب اطہر پر الہام ہوتا رہتا ہے
اُس کی فہم و فراست وحی الٰہی سے موافقت رکھتی ہے اُس کے مقامات تہذیب نفس اور کمال قوت عاملہ
کے نتائج ہوتے ہیں جو اُس سے ظہور میں آتے ہیں۔ یہ ضروری بات ہے کہ صورت خلافت صورت نبوت سے موافقت
رکھتی ہو۔ اگر پیغمبر بادشاہ ہو تو اُس کے خلیفہ کو بھی بادشاہ ہونا ضروری ہے اگر پیغمبر زاہد ہو تو خلیفہ کے واسطے
بھی زاہد ہونا ضروری ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ تن تنہا تھے ؎

تنہا تھے آپ سارا زمانہ پھرا ہوا    جرأت تھی واہ کیا دم بعثت رسول کی

لامحالہ سرورعالم کو اعوان و انصار کی بھی ضرورت تھی تاکہ عہد رسالت میں حضور والا کی معاونت و اعانت کریں۔ اور بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے درمیان واسطہ بنیں۔ چنانچہ جب روز ازل میں حضرت حبیب الرحمن صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کافہ اور حضور کی امت کی صورت نوعیہ متعین کی گئی تو اُسی ضمن میں اُس جماعت صحابہ کا بھی تعین کیا گیا جو آنحضرت اور امت کے درمیان واسطہ اشاعت نبوت و رسالت تھی۔ آنحضرت صلعم کی ذات مقدس عالم ملکوت میں بحیثیت نبوت و رسالت ممثل ہوئی۔ اور حضور پر نور کے اصحاب اعوان و انصار کے ذوات بوصف خلافت متعین ہوئی۔ پھر خارج میں بھی وہی واقعہ ہوا جسکی صورت نوعیہ عالم مثال میں ممثل ہو چکی تھی۔ اور بعد وصال آنحضرت صلعم وہی امور آپ کے اصحاب و اعوان و انصار کے صحیفہ عقل میں منقش ہوتے گئے

خلافت کے ظاہری باطنی دونوں پہلو جس ذات میں پائے جاویں تو اُس کو ہم خلیفہ خاص کہتے ہیں۔

خلافت خاصہ مراتب ولایت کا ایک اعلیٰ مرتبہ ہے جو جمیع مراتب ولایت نبوت سے اشبہ و اقرب ہے۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط — اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے جس کو چاہتا ہے برگزیدہ کر لیتا ہے اور

وَيَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ط — جو چاہتا ہے کرتا ہے اُسکی کارسازی کسی کے صلاح و مشورے کی محتاج نہیں

جب ازل میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب خاص معین کر چکا اور سرورعالم کی رسالت کافۃ الخلائق قرار دے چکا تب سرور کائنات کے اصحاب اعوان و انصار کی جماعت کو بھی اُسی زمانہ واحد میں منتخب و برگزیدہ بنا لیا تھا۔ بمصداق حدیث شریف

اخرج ابو عمر فی خطبة الاستیعاب عن ابن مسعود قال ان اللّٰه نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد خیر قلوب العباد فاصطفاه و بعثه برسالته ثم نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد فوجد قلب اصحابه خیر قلوب العباد فجعلهم وزراء نبیه صلی اللّٰه علیه وسلم

ابو عمر نے اپنی کتاب استیعاب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے قلوب پر نظر ڈالی تو ہم سب بندوں سے بہتر افضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو پایا اور آنحضرت کو اپنی رسالت عامہ کیواسطے منتخب کر لیا۔ اسکے بعد پھر بقیہ عالم کے قلوب پر نظر ڈالی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے دلوں کو بقیہ مخلوق کے قلوب سے افضل پایا و ان کو حضرت سرور کائنات کا وزیر بنایا تاکہ وہ دشمنان دین سے بعد حضور پر نور کے جدال و قتال کریں

اِسی حدیث کو امام بیہقی نے لکھا ہے لیکن اُس میں اس قدر الفاظ مزید ہیں فجعلھم انصار دینہ و وزراء نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فمارأہ المؤمنون حسنًا فھو عند اللہ حسن و ما رأوہ قبیحا فھو عند اللہ قبیح پس اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مددگار (انصار) اور اپنے نبی کا وزیر بنایا جس بات کو مسلمانوں نے اچھا جانا وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور جس کو بُرا جانا وہ اللہ کے نزدیک بھی بُری و معیوب ہے۔

(کنز الاعمال) ان اللہ اختار اصحابی علے جمیع العالمین۔ تحقیق اللہ تعالےٰ نے میرے اصحاب کو تمامی مخلوق میں سے منتخب کر لیا تھا۔

(ناظرین کرام) ہم نے حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پیدائش آیات بینات سورۂ احقاف سے پیش کئے ہیں جو زبان الٰہی ہے جس میں شک وشبہ نہیں ہو سکتا۔ اور استقرار حمل سے چالیس سالہ عمر تک کے مجملاً حالات ہیں۔ اب لازمی ہوا کہ ایسی مقدس ہستی کے زمانۂ طفولیت سے تا مدت العمر مستند و چیدہ حالات و کارنامہائے زرّیں نصوص احادیث و آثار سے ہدیہ ناظرین کئے جاویں۔

ہمیشہ سے عادت الٰہی اس طور پر جاری ہے کہ جب عالم غیب میں کوئی امر عظیم الشان قرار پاتا ہے۔ تو اولاً ملاء الاعلیٰ میں اُس کے احکام نفاذ پذیر ہوتے ہیں من بعد اس عالم سفلی میں اُس کا خاکہ کھینچا جاتا ہے۔ اور عالم علوی و سفلی میں اُس مہتم بالشان امر کی شہرت کر دی جاتی ہے۔

عالم سفلی میں (۱) پیغمبران مرسلین کو بذریعہ وحی و نزول کتب سماوی۔

(۲) صالحین صوفیا کو بذریعہ الہامات و رویائے صادقہ۔

(۳) اہل علم و قیافہ کے قلوب پر اُس کا انکشاف ہونے لگتا ہے۔

(۴) کاہنوں کو اخباروں کے ذریعہ سے اطلاع دی جاتی ہے۔

(۵) اہل نجوم کو سیّاروں کے ردوبدل و اشارے سے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہی دستِ قدرت اپنے کرشمہ قدرت سے ہر دو عالم میں اُس منتخب ہستی کا شہرہ پھیلاتا رہتا ہے۔ دیکھئے حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے آمد آمد کے اخبار کے ساتھ حضور معلیٰ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اوصاف و محامد و فضائل و بعض مخصوص کارناموں کی شہرت

زمانہ حضرت نبینا آدم علیہ السّلام سے حضرت عیسیٰ تک برابر ہوتی رہی تھی

(آل عمران پ ۳) وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ الخ۔ ع ۹

جب عہد لیا نبیوں سے اللہ تعالیٰ نے کہ ہر گاہ دی میں تمکو کتاب اور حکمت پھر آوے تمھارے پاس بعد اُس کے میرا رسول تصدیق کرنے والا اُس کی جو تمھارے ساتھ ہے تو البتہ ایمان لانا اُس رسول پر اور مدد کرنا اُس رسول کی الخ۔

چنانچہ اس طبقہ اعلیٰ و اشرف بنی آدم نے اپنے اپنے عہدِ رسالت میں بہ تعمیل اس عہد و میثاق خداوندی اپنے مجالس متبرک کو اِس ذکرِ خیر یعنی محامد و فضائل و خصائل حضرت ختم المرسلین صلعم سے ہمیشہ آباد رکھا۔ اور نعت نبوی کے ساتھ ساتھ حضور سرور کائنات کے اصحاب کے محامد و فضائل بھی بیان فرماتے رہے حتٰی کہ کوئی زمانہ اون اخبار بعثت سے خالی نہ رہا گرچہ الحادو بے دینی نے اُن میں تحریف و تبدیل کردی تاہم قدرت نے ان اخبار کو معدوم نہ ہونے دیا۔ اور دیگر ذریعوں سے مخلوق موجود الوقت تک اونکو پہنچا دیا۔ الغرض انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کو خبر بعثت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کبار تفصیلاً و اجمالاً پہنچا دی تھی۔ حضرت ابو ذر غفاری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تین سو تیرہ رسول اور ایک سو چار صحائف نازل کئے تھے منجملہ اُن کے توریت۔ زبور۔ انجیل۔ و فرقان مجید زائد مشہور ہیں۔ صحابی ابن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سو اکہتر کتب سماوی پڑھیں۔ سب میں اپنے آقا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ کے حالات کم و بیش مسطور پائے۔

تفسیر قادری میں ہے کہ توریت شریف میں ۳/۴ محامد و فضائل و خصائص حضرت ختم المرسلین و حالات اصحاب رسول اللہ علیہم اجمعین درج ہیں اور بقیہ ۱/۴ میں توحید و احکام حرام و حلال وغیرہ مسطور ہیں۔

یہ طریقہ قدرت نے طبقہ اعلیٰ کی مقدس ہستیوں کے ذریعہ جاری رکھا۔

(۲) علماء و اہل قیافہ کو وہ اخبار انبیاء سابقین سے پہنچے۔ اور اُن کی ایقانی و ایمانی روحانیت ہر زمانہ میں اُن اخبار کی اشاعت کرتی رہی۔ اہل قیافہ خلفاے راشدین کو صورت دیکھتے ہی شناخت

کر لیتے تھے حضرت عالم المغیبات صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شان میں فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ نازل ہو
اور ہر ذی شعور کو اس امر کے تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں ہو سکتا کہ ایزد متعال نے جس قدر علوم غیبی اسرار
پنہانی اپنے حبیب شافع محشر صلی اللہ علیہ کو عطا کئے ملائک مقربین کو بھی نصیب نہیں ہوے ماکان ومایکون
اُن علوم کے مقابل میں ذرہ بے مقدار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ عز وجل اپنے
کسی بندہ کو برگزیدہ کرلیتا ہے تو جبرئیل کو خطاب ہوتا ہے اے جبرئیل ہمنے اپنے فلاں بندہ کو برگزیدہ و نظر کردہ
خاص کرلیا تم بھی اُس کو واجب الاحترام سمجھو۔ چنانچہ فی الفور جبرئیل علیہ السلام ملکوت السموات میں اُس
برگزیدہ کی شہرت کر دیتے ہیں بعدہ اُس نظر کردہ کی مقبولیت عالم دنیا میں اُتاری جاتی ہے اور اہل عالم
اُسکی عزت و عظمت کرنے لگتے ہیں اور اُس کے آثار بزرگی کی وجہ اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں (ابوہریرہؓ)

## تذکرہ عالم طفولیت حضرت ممدوح آلہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

کتب سیر سے ثابت ہے کہ حضور پر نور سلطان دارین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ولادت
شریف سے دس سالہ سن مبارک تک حضرت جبرئیل علیہ السلام حفاظت و خدمت گذاری میں ماموررہے
اور سن شریف دس سال سے بیس سال تک مہتر میکائیل علیہ السلام اور بیس سال سے تیس سال تک مہتر
اسرافیل علیہ السلام بعدہٗ تیس سال سے چالیس تک اس غاشیہ بر داری کا شرف جبرئیل علیہ السلام کو عطا
ہوا اور زمانہ بعثت چالیس سال سے تا حیات رسول مقبول وحی لانے کی خدمت پر مامور رہے۔ لیکن اس
مدت چالیس سال میں کسی ملک مقرب کو ذات محبوب الہ پر ظاہر ہونیکا حکم نہیں ہوا۔ دیگر خدمات کی انجام
دہی مثلاً علی الصباح موںھ دہولانا۔ کبھی حضور کا بھوک پیاس کا شاکی ہونا۔ کفار فجار دشمنان سے حفاظت
کرنا۔ بفحوائے آیہ۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔ قلب اطہر کا تزکیہ (شق الصدر) کے ذریعہ سے
کیا جانا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت دل نشین کرانا۔ دنیاوی شیطانی وسواس سے محفوظ رکھنا دُنیائے
دنی سے نفرت۔ ذات باری تعالیٰ سے تعلق۔ کفر و شرک وجہالت کے رسوم موجودہ خاندان سے احتراز

الغرض اس قسم کی خدمات کی انجام دہی ان حضرات سے متعلق رکھی گئی تھی۔

(ارہاصات) اُس معجزہ کو کہتے ہیں جو قبل از نبوت سراپا اعجاز صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و وقار قایم کئے جانے کی غرض سے قدرت سے عمل میں آتے تھے۔ اور ارہاص کے لغوی معنے جڑ جمانے کے ہیں۔ مثلاً جب کوئی بدکار عورت حضور سرور عالم کے زمانۂ طفولیت میں سامنے سے گذرتی نگاہ پڑتے ہی تائب و پارسا ہو جاتی۔ اہل مکہ کے قلوب پر حضور والا کی عظمت و توقیر کا اثر پڑتا۔

حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہ سے منقول ہے کہ جب میں آنحضرت صلعم کے ہمراہ آبادی مکہ سے بجانب صحرا روانہ ہوا تو سب سے اول ایک درخت نظر آیا جب سرور عالم اُس کے قریب پہونچے اُس درخت نے مع کل شاخوں کے پیش گاہ حضور محبوب الہ صلعم میں سجدہ کیا اور بزبان فصیح کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ اُس کے بعد سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح حضور پرنور کا جس پتھر کے قریب گذر ہوتا کلمہ تشہد بزبان فصیح ادا کرتا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اُن پتھروں کو اب تک پہچانتا ہوں۔

زمانہ طفلی سے زمانہ بعثت تک ہمیشہ ایک ٹکڑہ ابر سایہ کرتا ہوا حضور والا کے ساتھ چلتا۔ جانوران صحرائی چرند و پرند حضور والا سراپا رحم و کرم کو دامن میں پناہ لیتے بزبان فصیح شہادت دیتے عرض حال کرتے یہ ایسے ارہاصات ہیں جن کو جماعت کثیر صحابہ نے روایت کیا ہے۔

(شفا شریف) زمانہ طفلی میں حضور رحمتہ للعالمین اپنے چچا ابی طالب اور اُن کی اولاد کے ہمراہ کھانا کھاتے تو وہ سب لوگ نہایت شکم سیری کے ساتھ کھا لیتے (ببرکت حضرت رسول کریم) لیکن جب کسی وقت دسترخوان پر سراپا اعجاز و کرم موجود نہ ہوتے اور وہ لوگ کھانا کھاتے تو وہ برکت کھانے میں نہ ہوتی اور اکثر بھوکے رہ جاتے۔ جب صبح ہوتی تو ابو طالب کی ساری اولاد پریشان حال و پریشان صورت بستروں سے اُٹھتی۔ لیکن آنحضرت صلعم نہایت صاف و ستھرے بالوں میں تیل پڑا ہوا کنگھی کئے ہوے۔ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا بیدار ہوتے (یہ خدمات فرشتے انجام دیتے تھے) حضور کی دایہ اُم ایمن کا مقولہ ہے کہ میں نے سرور عالم کو بچپن و جوانی میں کبھی بھوک پیاس کی شکایت کرتے نہیں سُنا (آمدم برسر مطلب) چونکہ مشیّتِ

اپنے محبوب خاص کے واسطے صحابہ کو بھی مخصوص ومنتخب کرلیا تھا لہٰذا حضور والا کے اول وقدیم صحابی ممدوح
الحضرت ابی بکر بن قحافہ کے زمانہ طفلی میں بھی دستِ قدرت کی کارسازیاں جاری تھیں۔ یعنی جب
آپ نے شعور حاصل کیا فراست خداداد نے آپ کو یہ امر محسوس کرایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن وجمال و
خوارق عادات۔ اخلاق حسنہ وغیبی امداد۔ تنفر از دنیاے دنی۔ دلربائی وہر دل عزیزی ایک نہ ایک روز
ضرور کسی مرتبہ عظیم کو پہنچائے گی۔ اسی جودت وفکر رسا نے آپ کو یقین دلایا تھا کہ یہ نوری صورت عنقریب
تاج نبوت سر پر رکھے گی۔ نور پیشانی اس امر کی دلیل ہے کہ آپ بے شبہ واجب التعظیم سرور کون ومکان
برگزیدۂ خلاق عالم ہیں۔ سرور کائنات علیہ الثنا والتحیات اپنے قدیم جاں نثار ورفیق سے ڈھائی سال عمر میں
بڑے تھے اور اُس وقت سن شریف بیس سال تھا۔ الغرض ابوبکر صدیق نے اُسی عمر سے سلطان کونین کی
صحبت وہم نشینی اپنی ذات پر لازمی گردانی اور بجز اجازت کبھی سفر وحضر میں خدمت اقدس سے جدائی
گوارہ نہیں کی۔

## فیضان صحبت حضور پُرنور حبیب الٰہ صلی اللہ علیہ وسلّم

اولیاء ومشایخ اس امر پر متفق ہیں کہ الوہیت وربوبیت میں فرد فقط ذات پاک وحدہ لاشریک اور
عبودیت میں فرد ذات شریف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور بعد حضور کے تمامی انبیا
علیہم السلام پس جسکی عبودیت میں کم نقص ہے وہ مرتبہ میں آنحضرت کے بعد ابراہیم علیہ السلام کی ذات ہے۔
علیٰ ہذا درجہ بدرجہ باقی انبیاؑ ورسل کے مدارج ہیں۔

عوام الناس حضور پُرنور کو مثل اپنے عبد وانسان خیال کرتے ہیں مگر حقیقت شناس ذاتِ حضور کو اُس
ذات بحت کا پرتو تصور کرتے ہیں جس نے سرکار کے نور کو اپنے نور ذات سے نسبت دی ہے۔ (لَقَدْ
جَآءَكُمْ نُوْرٌ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفات الٰہیہ کے مظہر اتم تھے خداوند عالم نے حضور پرنور کو اپنے صفات کا
آئینہ بنایا تھا۔ یعنی خلق ورحم شفقت ورافت وکرم وغیرہ خوبیوں سے مزین فرمایا۔ ورنہ خداے تعالیٰ کی
ذات کسی شے کی مثل نہیں لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔ صوفیاے کرام عبداللہ کے معنی مظہر باری تعالیٰ بتاتے ہیں

باری تعالیٰ کی اسم صفاتیہ سے دیگر انبیاء علیہ السلام مخلوق ہوئے اسلئے وہ اسماء صفاتیہ کے مظہر ہوئے مگر حبیب اللہ صلعم کی عبدیت کو اسم ذات سے نسبت دی گئی ہے بفحوائے۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً الخ۔ لہذا حضور سید المرسلین اسم ذات کے مظہر ہوئے۔ خدا کی مخلوق میں انسان اشرف المخلوقات ہے۔ پس ضرورت تھی کہ اس اشرف گروہ کی تعلیم و تربیت بھی کسی اعلیٰ ترین ذات سے عمل میں لائی جائے فلہذا یہ کام اس بزرگ ترین اشرف الشرفا ذات سے متعلق کیا گیا جو مظہر اتم و لقد کرمنا بنی آدم کا مقصود بالذات تھا۔ ارشاد سرور عالم صلعم ہی کہ وقت پیدائش سب سے اول میری نگاہ نور ذات رب العلےٰ پر پڑی اُسی وقت سے میں نے اُس کو اپنا خلیل بنا لیا تھا حضور انور کا قلب رحمانیت حق کا محل تھا۔ ہمہ وقت تجلی رحمت ہوا کرتی تھی لہذا قلب حضور پر نور میں تمامی کائنات کی تسخیر کا مادہ بھرا ہوا تھا۔ چونکہ حضور پر نور اوایل عمر میں ملت ابراہیمی کی پابندی سے عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تنہائی و گوشہ نشینی مرغوب تھی۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر کے دل پر بھی پر تو قلب حضور سے خدائے وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت کا اثر تھا اور آپ نے زہد و تقویٰ کو اختیار کیا تھا بقول حضرت عائشہ صدیقہ روایت ہے کہ قبل از اسلام حضرت صدیق بڑے عابد و زاہد تھے۔ زمانہ جاہلیت و اسلام میں کبھی آپ نے شعر نہیں کہا۔

## مذہبی خیالات زمانہ جاہلیت

حضرت ابوبکر و عثمان غنی نے زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی شراب نہیں پی۔ فسق و فجور کے قریب نہیں گئے۔ (یہ کرشمہ قدرت تھا) کہ فیضان صحبت سے حضور محبوب الٰہ کے جملہ عیوب و قبائح سے آپ احتراز کرتے رہے

هل شربت الخمر فی الجاهلیة فقال اعوذ بالله فقیل ولم قال کنت اصون عرضی و احفظ مروتی فان من شرب الخمر کان مضیعافی عرضه و مروته۔

(ابن عساکر) لوگوں نے سوال کیا کہ کبھی آپ نے زمانہ جاہلیت میں بھی شراب پی تھی حضرت صدیق نے فرمایا پناہ بخدا۔ جب وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ مجھے اپنی آبرو و مروت کی نگہداشت منظور تھی۔ اور جو شخص پیتا ہے وہ اپنی

آبرو و مروت کو برباد کرتا ہے۔

# اجتناب از بت پرستی

زمانۂ جاہلیت میں گرچہ بت پرستی مذہباً عرب میں پھیلی ہوئی تھی لیکن حضرت صدیق اکبر بتوفیق یزدمتعال وصحبت حبیب ذوالجلال اُس سے سخت بیزار رہے۔ یہ سبق باپ دادا سے وراثتاً ملا تھا مگر اسکو کرشمہ رحمت الٰہی تصور کرنا چاہئے۔ امام قسطلانی نے شرح بخاری میں دلچسپ روایت کی ہے۔

(شرح بخاری) اجتمع المهاجرون والانصار عند رسول الله فقال ابوبكر وعيشك يا رسول الله ان لم اسجد لصنم قط۔ فغضب عمر بن الخطاب قال تقول وعيشك يارسول الله لم اسجد لصنم قط وقد كنت فی الجاهلية كذا وكذا سنة فقال ابوبكران اباقحافة اخذ بيدی فانطلق بی الی مخدع فيه الاصنام فقال لی هٰذه آلهتك الشم العلی فاسجد لها وخلانی ومضٰی۔ فدنوت من الصنم فقلت انی جائعٌ فاطعمنی۔ فلم يجبنی فقلت انی عار فاكسنی فلم يجبنی۔ فاخذتُ صخرةً فقلت انی مُلقٍ عليك هذه الصخرة فان كنت اِلٰها فامنع نفسك۔ فلم يجبنی۔ فالقيت عليه الصخرة فخر بوجهه (قسطلانی باب اسلام ابوبكر)

ایک دن مہاجرین و انصار دربارِ نبوی میں جمع تھے کہ حضرت ابوبکر نے حضور پرُنور کی زندگی کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے بت کو کبھی سجدہ نہیں کیا۔ عمر بن الخطاب اس بات کو سُن کر جوش میں آگئے اور کہنے لگے کہ تم رسول اللہ کی زندگی کی قسم کھا کر کہتے ہو کہ میں نے کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا حالانکہ تم نے زمانۂ جاہلیت میں اتنے برس زندگی بسر کی۔ ابوبکر نے جواب دیا کہ ایک روز میرا باپ ابوقحافہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک مکان میں لے گیا جس میں بت رکھے ہوئے تھے اور مجھ سے کہا کہ یہ تمھارا معبود ہے اس کو سجدہ کرو۔ وہ کہکر چلا گیا اور میں نے بت کے پاس جا کر کہا۔ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلا۔ اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر میں نے کہا میں برہنہ ہوں مجکو کپڑا دے اس کا بھی جواب نہ ملا۔ میں نے ایک پتھر اُٹھا کر کہا کہ میں تجھ پر پھینکتا ہوں اگر تو معبود ہے تو اپنے آپ کو بچا۔ وہ بت کچھ نہ بولا اور میں نے پتھر دے مارا۔ اور وہ اوندھا گر پڑا۔

# مقبولیت در اہل عالم (ہر دل عزیزی)

حضرت ابوبکر صدیق حسین خوش خو - مہمان نواز خلیق تھے - علم عروض قوافی سے خوب ماہر (اہل دنیا کے واسطے عالم ہونا جوہر اعلیٰ ہے - بے علم جاہل کی کچھ قدر و منزلت نہیں ہو سکتی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اُمی (ناخواندہ) ہونا داخل کمالات تھا) چنانچہ حضرت صدیق نہایت زبردست عالم فصیح و بلیغ خطیب تاریخ عرب خصوصاً نسب دانی قریش میں جو اُس زمانہ میں اعلیٰ جوہر قابلیت متصور تھا ید طولیٰ رکھتے تھے - غربا پروری مہمان نوازی حسین سلوک خویش و اقارب و اغیا رمیں مشہور خوابوں کی تعبیر کہنے میں خاص ملکہ تھا

(سیرۃ الشامی جلد اول) ابن ہشام - کان ابوبکر رَجُلاً تاجراً ذا خُلُقٍ وَّ مَعْرُوفٍ وَكَانَ رِجَالُ قَوْمِهٖ يَاتُوْنَهٗ وَ يَالِفُوْنَهٗ لِغَيْرِ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَمْرِ لِعِلْمِهٖ وَتِجَارَتِهٖ وَ حُسْنِ مُعَاشَرَتِهٖ

ابوبکر رضہ ایک تاجر خوش خلق اور صاحب مروت تھے - قریش ہر کام کے لئے بسبب اُن کے علم - تجارت و حسن معاشرت کے اُن کے پاس آمدورفت رکھتے تھے - اور ان سے اُلفت رکھتے تھے -

(۱) ابن ہشام - فجعل یدعوا الی اللہ والی الاسلام من وثق بہ من قومہ ممن یغشاہ و یجلس الیہ فاسلم بدعائہ فیما بلغنی عثمان بن عفان - والزبیر بن العوام - وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص - وطلحہ بن عبد اللہ فجاء بھم الی رسول اللہ حین استجابوا لہ واسلموا وصلوا -

(سیرۃ الشامی) قریش کے شرفا جو حضرت ابوبکر سے دوستانہ رکھتے تھے اور اُنپر بھروسہ و اعتماد رکھتے اور آپکے پاس آمدورفت رکھتے نشست و برخاست کرتے تھے حضرت نے انکو ترغیب اسلام دی - پس جو لوگ عمائدین قوم سے آپ کی رہنمائی سے مشرف باسلام ہوئے اُن کی تفصیل یہ ہے -
حضرت عثمان غنی بن عفان - زبیر بن العوام - عبد الرحمٰن بن عوف - سعد بن ابی وقاص - طلحہ بن عبد اللہ -

**پیشہ** - اہل عرب ملازمت و خدمت کو ننگ و عار سمجھتے تھے اس لئے کل قوم عرب تجارت کرتی تھی حضرت ابوبکر کے گھر پارچہ فروشی کی تجارت جاری تھی یمن سے ملک شام تک آپکا کاروبار تجارت غلاموں کے ذریعہ جاری تھا -

# اعزازِ قومی قبل از اسلام

(تاریخ صحابہ مصنفہ ابن عبد البر اندلسی)

کان ابوبکر فی الجاھلیۃ وجیھاً رئیساً من رؤساء القریش والیہ کانت الاشناق فی الجاھلیۃ والاشناق الدیات کان اذا حمل شیئا قالت فیہ القریش فصدقوہ وامضوا حمالۃ وحمالۃ من قام معہ ابوبکر وان احتملھا غیرہ خذلوہ ولم یصدقوہ۔

ابوبکرؓ زمانہ جاہلیت میں شرفاء قریش کے درمیان رئیس ذی وجاہت مانے جاتے تھے اور اُس زمانہ میں دیات (خون بہا) کا کام آپ کے متعلق تھا یعنی جب کسی قبیلہ میں قتل کا واقعہ پیش آتا اور قاتل و مقتول کے قبیلوں میں فتنہ برپا ہوتا تب ابوبکر صدیق دیت کے ضامن ہو جاتے۔ اگر آپ کے سوا کوئی اور شخص کفیل ہوتا تو فریقین رضامند نہ ہوتے اور فساد بدستور قایم رہتا۔

تاریخ الخلفاء میں جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔

ان ابابکر الصدیق احدُ عشرۃٍ من قریشٍ اتصل بھم شرفُ الجاھلیۃ والاسلام فکان الیہ امر الدیات والغرم وذلک ان قریشا لم یکن لھم ملکٌ ترجع الامور کلھا الیہ بل کان فی کل قبیلۃ ولایۃ عامۃ تکون لرئیسھا۔

کہ یہ اعزاز ایسا تھا کہ ابوبکر صدیقؓ اسکے باعث قریش کو اُن دس خاندانوں میں شمار کئے گئے ہیں جو زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں مقتدر رہے۔ دیات (خون بہا) عزم (تاوان) کا کام آپکے متعلق تھا۔ وجہ اسکی یہ تھی کہ قریش میں کوئی ایک بادشاہ نہ تھا۔ کہ کل امور اُس سے متعلق ہوتے اس لئے سیاسی مملکت کے کچھ امور یا فرائض بطور ولایت عامہ ہر خاندان کے رئیس کے متعلق ہوا کرتے تھے۔

(نمبر ۲) قصے نے مکہ میں دار الندوہ (کونسل) قایم کرکے سیاسی و مذہبی فرائض کو پانچ حصوں پر منقسم کرکے قریش کے مختلف قبائل کے سپرد کر دیا تھا۔

(۱) تولیت کعبہ۔ بیت اللہ کی خدمت و حفاظت کے فرائض۔

(۲) دارالندوہ (کونسل کی صدارت اور اہم معاملات کا تصفیہ)
(۳) لِواء یعنی جنگ کے موقع پر قومی جھنڈا دینے کے اختیارات)
(۴) سقایا یعنی حج کے زمانہ میں حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت
(۵) رفادہ۔ یعنی حج کے موقع پر کھانا کھلانے کا انتظام کیا جاتا تھا۔ شخصی سلطنت نہ تھی بلکہ جمہوریت قایم تھی
امام نوویؒ کا قول ہے کہ حضرت صدیق زمانہ جاہلیت میں قریش کے سربرآوردہ رئیس تھے اور معاملات قومی سے ماہر۔ قریش اپنے معاملات میں مشورہ لیتے تھے اور آپ کو عزیز رکھتے تھے۔ زمانہ اسلام میں آپ بالکل اسلام ہی کے ہو رہے۔

## کرشمۂ قدرت

ابن عساکر عن عیسیٰ بن وھب قال قال ابو بکر الصدیق کنت جالسا بفناء الکعبۃ وزید بن عمرو بن نفیل قاعد فمر بہ امیۃ بن ابی صلت فقال امان ان ھذا النبی الامی ینتظر منا او منکم او من اھل فلسطین قال و لم اکن سمعت قبل ذالک نبی ینتظر و لا یبعث فخرجت ارید ورقۃ بن نوفل فقصصت علیہ الحدیث فقال نعم یا ابن اخی اخبرنا اھل الکتاب والعلماء ھذا النبی ینتظر من اوسط العرب نسبا ولی علم بالنسب و قومک وسط العرب نسبا قلت و مایقول النبی قال یقول ما قیل لہ الا انہ لا یظلم و لا یظالم قال فلما بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امنت وصدقت

ابن عساکر نے بحوالہ عیسیٰ بن وہب نقل کی ہے کہ فرمایا حضرت ابوبکر نے کہ ایک روز میں کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا اور زید بن عمرو بن نفیل بیٹھا تھا۔ امیہ بن ابی الصلت وہاں سے گذرا اور بعد مزاج پرسی کہنے لگا نبی موعود تم میں سے ہوگا یا ہم میں سے چونکہ میں نے نبی موعود کا حال پہلے نہیں سنا تھا چنانچہ میں اٹھکر ورقہ بن نوفل کے پاس گیا میں نے اُس سے امیہ کی گفتگو بیان کی اُس نے کہا کہ کتب آسمانی کے حکم سے جانتا ہوں کہ نبی موعود خاندان اوسط عرب میں پیدا ہوں گے چونکہ تمھارا خاندان اوسط عرب میں ہے لہذا وہ تمھارے ہی خاندان میں پیدا ہوں گے۔ میں نے دریافت کیا کہ بھلا وہ کیا کہیں گے اُس نے کہا کہ وہ فرماویں گے کہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو نہ مظلوم بنو۔ نہ کسی غیر پر ظلم کرو۔ میں سن کر چلا آیا۔ جیسے ہی حضرت نبی آخر الزمان ظاہر ہوے ہیں اُن پر ایمان لایا۔ ........

........................

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ میں قبل بعثت حضرت محمد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملک یمن کی طرف نکلا جب میں یمن پہنچا تو مجھے قبیلہ ازد سے ایک شخص کے مکان پر ٹھہرنیکا اتفاق ہوا۔ یہ عالم فاضل شخص تھا اور اُس کی عمر ساڑھے تین سو سال کی تھی۔ اُس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم مکہ کے باشندے ہو۔ اور قبیلہ بنی تیم سے ہو۔ میں نے کہا آپ سچ کہتے ہیں میں ایسا ہی ہوں۔ اُس نے کہا میں تم سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا وہ کیا بات ہے؟ اُس بڈھے نے کہا تم اپنے شکم کو برہنہ کرو۔؟ میں نے کہا کیوں؟ اُس نے کہا مجھے یقیناً معلوم ہوا ہے کہ مکہ میں نبی مبعوث ہوگا اور دو شخص اُس کی معاونت کریں گے۔ ایک نوجوان ہوگا دوسرا مسن۔ نوجوان شخص شدائد کی برداشت کرے گا۔ بڑی سے بڑی سختیوں کو برداشت کرے گا۔ اور اُن کو دفع کرے گا۔ مسن شخص گورا۔ دُبلا پتلا آدمی ہے اور شکم پر تل ہے اور اُس کی بائیں ران پر بھی ایک نشان ہے۔ بس مجھے اب وہ تل دیکھنا ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق نے اُس مسن شخص کو اپنے شکم کا تل جوناف کے اوپر تھا دکھلایا۔ تب اُس نے کہا واللہ وہ مسن شخص تمہیں ہو۔

# قبول اسلام

## ھدایت الٰھیہ

## خواب صادقہ

(پیشین گوئیاں اہل قیافہ) (ازالۃ الخفا) حضرت ابو بکر صدیقؓ ملک شام تشریف لے گئے تھے وہاں آپ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک نور اترا اور کعبہ کی چھت پر گرا۔ اور اُس نور کا تھوڑا تھوڑا حصہ اہل مکہ کے گھروں میں پہنچا اور بالآخر وہ نور فراہم ہو کر پہلے کی مثل یک جا ہو گیا بعدہ وہ کل نور میرے گھر میں آگیا۔ اور میں نے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ صبح کے وقت میں نے ایک یہودی عالم سے اس کی تعبیر دریافت کی مگر وہ نہ بتلا سکا۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ ملک شام گیا اور بحیرا راہب کے دیر میں پہنچا تو اُس سے خواب کی تعبیر پوچھی بحیرا نے خواب کا حال سن کر دریافت کیا تو کون ہے اور کہاں کا ہے میں نے اپنی حقیقت بیان کی تب اُس نے کہا کہ اللہ تعالےٰ

تم میں ایک پیغمبر پیدا کرے گا۔ تو اُس کی زندگی میں وزیر ہوگا۔ اور بعد وفات اُس کے خلیفہ ہوگا۔ بعدہ حضرت صدیق مکہ واپس آ گئے اور جب حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز بعد بعثت یعنی نبی ہونے کے ابتدا کے سالِ نبوی میں ابوبکر کو دعوت اسلام دی تو آپ نے نبوت کا ثبوت طلب کیا اور حضور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کا خواب دیکھنا۔ یہودی عالم اور بحیرا راہب کا جواب دینا کل واقعات بیان فرما دئے ابوبکر نے سنتے ہی اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ پڑھ کر بیعت اسلام کی۔

للکبیر الاوسط عن جبیر بن مطعم خرجت تاجرا الی الشام فی الجاھلیة فلما کنت بادنی الشام لقینی رجل من اھل الکتاب فقال ھل عندکم رجل تنبیا۔ قلت نعم قال ھل تعرف صورته ؟ اذا رایتھا قلت نعم۔ فادخلنی بیتا فیه صور۔ فلم ار صورة النبی صلی اللہ علیه وسلم فبینا انا کذلك اذ دخل رجل منھم علینا فقال فی ما انتم ؟ فاخبرناہ فذھب بنا الی منزله فساعة دخلت نظرت الی صورة النبی صلی اللہ علیه وسلم واذا رجل اخذ بعقبه۔ قلت من ھذا الرجل القابض علی عقبه ؟ قال انه لم یکن نبی الا کان بعدہ نبی الا ھذا فانه لا نبی بعدہ۔ وھذا الخلیفة بعدہ واذا صفة ابی بکر۔

میں بزمانہ جاہلیت تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف روانہ ہوا۔ جب شام کے قریب پہونچا تو ایک شخص اہلِ کتاب مجھے ملا۔ اور سوال کیا کہ کیا تمھارے (ملک) میں کوئی شخص ہے جس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر اُس نے کہا کہ تم اُن کی تصویر پہچان لوگے۔؟ میں نے کہا ضرور پہچان لونگا۔ پس وہ مجھے ایک مکان میں لے گیا جہاں تصویریں تھیں۔ مگر مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر نظر نہ آئی۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ دفعتاً ان میں سے ایک اور شخص آگیا اور دریافت کیا کہ تم کس حیرت میں ہو؟ ہمنے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر یہاں نظر نہیں آتی۔ پس وہ شخص ہم کو اپنی قیام گاہ پر لے گیا۔ جوں ہی ہم داخل مکان ہوے فوراً مجھہ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک نظر پڑی دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص حضور کی ایڑی پکڑے ہوے ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے جو آنحضرت کی ایڑی پکڑے ہے۔ اُس نے کہا کوئی نبی ایسا نہیں جسکے بعد دوسرا نبی نہو بجز اس نبی۔ (خاتم المرسلین) کہ انکے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور یہ شخص آپکا خلیفہ ہوگا آپکے بعد۔ جب غور کیا تو وہ حلیہ ابوبکر کا تھا۔

# مختصر حالات ورقہ بن نوفل

فی الکبیر عن عائشۃ رضی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبو ورقۃ فانی رائیت لہ جنۃ او جنتین

جامع کبیر میں حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ورقہ بن نوفل کو برا مت کہو کیونکہ میں نے اُس کے واسطے جنت دیکھی ہے یا دو جنتیں۔

ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے جو کتب نصرانی کے عالم تھے جب حرا میں حضور کو جبرئیل نے نبوت عطا کی تو آپ خائف ولرزاں حضرت بی بی صاحبہ کے پاس تشریف لائے اور اپنی پریشانی کا اظہار فرمایا اُسوقت وہ حضرت کو ہمراہ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں تھیں۔ ورقہ نے حالات سنتے ہی اقرار کیا کہ آپ نبی آخر الزمان ہیں اور اللہ کا مبشر فرشتہ روح القدس تھا جو نبوت آپ کو عطا کر گیا۔ اُس کے چند روز بعد ورقہ نے انتقال کیا۔ اور حضور نبی کریم صلعم نے ورقہ کے مومن وجنتی ہونے کی خوش خبری بی بی صاحبہ کو سنائی۔

حدیث للبزار عن اسما بنت ابی بکر۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سئل عن ورقہ بن نوفل فقال یبعث یوم القیامۃ امۃ واحدۃ۔

بزار نے حضرت اسما بنت ابو بکر صحابیہ سے روایت کی ہے کہ ورقہ بن نوفل کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ تو حضور پُرنور نے فرمایا کہ وہ قیامت کے دن تنہا امت بنا کر اٹھایا جائیگا۔

(صراحت) یہ ہی یعنی ورقہ بن نوفل امت عیسوی میں محشور نہوں گے اس لئے کہ نبوت محمدیہ نے اُسکو منسوخ کر دیا اور نہ امت محمدی میں محشور ہونگے۔ اس وجہ سے کہ اُنکو دیگر صحابہ کے مثل ظہور نبوت محمدیہ اور اُس پر ایمان لانیکا موقع نہیں ملا تھا۔ لہذا بین بین حالات پر مستقل امت بن کر میدان حشر میں آوینگے۔ اور دو جنتوں کے متعلق یہ خیال ہے کہ چونکہ آنحضرت نے ورقہ کی برائیاں کرنے سے منع فرمایا تھا اور مومن وجنتی ہونے کی خبر دی تھی چنانچہ وہ مجمل ایمان قبل ظہور نبوت کا بھی مقبول ہو۔ ممکن ہے کہ ایک جنت صلہ ہو ان کے ایمان سابق کا کیونکہ بت پرستی چھوڑ کر شریعت عیسوی کے عامل ہوئے تھے۔

اور دوسری جنت صلہ ہو حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اجمالی لانے کا۔

جامع الکبیر عن جابر رضی۔ سئل عن ورقہ بن نوفل۔ فقال بصرۃ فی بطان الجنۃ علیہ سندس۔

ورقہ بن نوفل کی بابت حضرت شفیع عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں نے انکو وسط جنت میں ریشمی لباس پہنے دیکھا تھا۔

# پیشین گوئی کاہنان و تصریح کہانت

سنن ابوداود جلد رابع ص۲ - کاھن - کاف کے زبر سے یقال کہن کہانۃ - والکاھن یقضی بالغیب
کاہن اُس کو کہتے ہیں جو حالات غیبی بیان کرے -

قال الازھری وکانت الکھانۃ فی العرب قبل مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم - فلما بعث نبیاً حرست السمآء بالشھب -

ازہری کا قول ہے کہانت کا قبل بعثت حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں رواج تھا - پھر جب حضرت نبی صلعم مبعوث ہو گئے تو آسمان شہاب ثاقب سے محفوظ کر دیا گیا

ومنعت الجن والشیاطین من استراق السمع - والقائہ الی الکھنۃ بطل علم الکھانۃ - زھق اللہ اباطیل الکھان بالفرقان الذی فرق اللہ عز وجل بہ بین الحق والباطل واطلع اللہ سبحانہ نبیہ صلعم بالوحی علےٰ ماشاء من علم الغیوب التی عجز الکھنۃ عن الاحاطہ بہ فلا کھانۃ الیوم بحمد اللہ ومنہ واغنائہ بالتنزیل عنھا

چوری سے جن وشیاطین کو آسمانی خبریں سننے سے منع کر دیا گیا اور کاہنوں کو وہ خبریں پہونچانے سے باز رکھے گئے - اور کہانت باطل کر دی گئی - کاہنوں کی کہانت اللہ تعالےٰ نے باطل ومسترد کر دی - فرقان مجید کے ذریعہ سے اللہ عز وجل نے فرقان کے ذریعہ حق وباطل میں فرق کرا دیا - اور اللہ سبحانے نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا - جو جا ہا خدا نے علوم غیبی میں سے جسکے ادراک وحصار سے کاہنوں کے عقول عاجز ہو گئے - پس آج کہانت کہاں باقی ہے اور غنی کر دیا تنزیل قرآن مجید سے -

خلاصہ یہ ہے کہ سفلی عملیات کے ذریعہ سے اجنہ کو قابو میں کر لیا جاتا تھا وہ آسمان اول کے فرشتگان سے اخبار غیبی سُنکر اپنے اپنے عاملوں (کاہنوں) کو مطلع کر دیتے تھے مگر بعثت حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے اجنہ کا آسمانوں تک جانا بند کر دیا گیا - اور جب کوئی آسمان کے قریب جانے کی کوشش کرتا ہے تو محافظان ملائک آسمان اُس پر آگ کی مار کرتے ہیں جس کو شہاب ثاقب کہتے ہیں - کاہنان نے ہزارہا وصدہا سال پیشتر سے خبر بعثت نبی آخر الزمان اور

صحابہ کبار علم کہانت سی مشہور کر رکھی تھیں اس موقع پر صرف دو تمثیلات کافی ہونگے ۔

اسکی پہلی تمثیل یہ ہے۔ کہ بنی ذئب کے ایک مشہور و معروف کاہن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے کے بعد پیشین گوئی لکھی تھی کہ بعد آپ کے ایک صدیق آپ کا جانشین ہو گا ۔ وہ جو کچھ فیصلہ کرے گا راست ہو گا۔ حقوق دلانے میں اُسے نہ کچھ تردد ہوگا نہ تامل بعد اُس کے اُس کا جانشین ایک تجربہ کار راست گو باوقعت مہمان نواز شخص ہوگا۔ جس سے دین اسلام کی مضبوطی واستحکام اور توسیع ہوگی۔ اُس کا جانشین ایک پرہیزگار۔ تجربہ کار شخص ہوگا۔ مگر لوگ اُسے ذبح کر ڈالیں گے ۔ اس کے بعد خلافت ناصر کو پہونچے گی۔ یہ شخص اہل الرائے ہوگا۔ اور تمام اموریں اپنی رائے کو دخل دے گا۔ روئے زمین پر اپنے لشکر پھیلا دے گا۔ (ناصر سے مراد حضرت معاویہ بن سفیان ہیں ) خصایص جلال الدین سیوطی۔

# کتبہ بر کنیسہ جدور

عبدالمنعم بن علیون المقری کہتے ہیں۔ کہ اموریہ و جدور (ملک شام کے شہر) فتح ہوے تو اُس کے ایک کنیسہ پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ تھی۔

”بدترین خلف وہ شخص ہے جو سلف کو بُرا کہے۔ کیونکہ ایک سلف ہزار خلف سے افضل ہوتا ہے“

”اے صاحب غار تمھیں بڑا فخر و اعزاز حاصل ہے۔ کیونکہ تمھاری مدح حق تعالیٰ نے کلام پاک میں کی“

”اور وہ یہ ہے۔ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار۔ اے عمر تم والی وامیر ہو اور اے عثمان تم پر لوگ ظلم کریں گے اور تمھیں لوگ قتل کرینگے لیکن قیامت کے روز تم پر ظلم نہ کرسکیں گے۔

”اے علی تم امام الابرار ہو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کے حملے روکتے تھے۔ جو کوئی ان لوگونکو بُرا کہے اُس پر خدا کی لعنت ۔

عبدالمنعم کہتے ہیں کہ صاحب کنیسہ نہایت مسن شخص تھا جس کی بھویں تک گر گئیں تھیں دریافت کرنے کے بعد اُس نے بیان کیا کہ یہ عبارت تمھارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے دو ہزار برس بیشتر کی کھدوائی ہوئی ہے۔ (خصایص جلال الدین سیوطی)

# شرف صحبت بحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کتب تواریخ شاہد ہیں کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ اپنے سن شعور سے جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور حتی الامکان سفر و حضر میں ہمرکاب رہتے۔ اور شرف اسلام سے زمانہ دراز پیشتر رابطہ اتحاد قایم تھا۔ جب حضرت رسول خدا اپنے چچا ابیطالب کے ہمراہ ملک شام کو تشریف لے گئے تو حضرت صدیق نے اپنا ایک غلام حضور کی خدمت کیواسطے بھیجا تھا (اصابہ مصنفہ ابن حجر عسقلانی) میں اس باہمی تعلق کی بابت یہ بھی لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح بی بی خدیجہ بنت خویلد متمول حسین عاقلہ وعالمہ کے ساتھ ہوا تو اُس میں ابوبکر کی کوشش شمول تھی۔ ابوبکر صدیق رضؓ کے قبول اسلام کو اکثر مورخین نے ہدایت غیبی قرار دیا ہے۔ آپ سے قبل صرف تین شخص زمرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ یعنی بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ اور حضور سرور دوعالم کے چچازاد بھائی حضرت علی ابن ابیطالب اور جنابہ خدیجہ کے آزاد کردہ غلام زید ابن حارث ان کے بعد حضرت صدیق نے بعمر ۳۷ یا ۳۸ سال اسلام قبول کیا تھا۔ بی بی صاحبہ کے اول ایمان لانے پر مورخین کا اجماع و اتفاق ہے۔ مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض علما حضرت شیر خدا کو اول مسلمان کہتے ہیں اور بعض حضرت صدیق اکبر کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور ہر فریق دلائل پیش کرتا ہے۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہ رحؒ نے اس اولیت کے رفع نزاع کے متعلق نہایت دلچسپ عاقلانہ و منصفانہ فیصلہ کیا ہے

(تاریخ الخلفا) ان ابابکر اول من اسلم من الرجال وعلی اول من اسلم من الصبیان وخدیجۃ اول من اسلمت من النساء۔

مردوں میں سب سے اول جس نے اسلام قبول کیا وہ ابوبکر صدیق ہیں۔ اور بچوں میں سے جو پہلے ایمان لائے وہ علی مرتضیٰ ہیں اور عورتوں میں سے جس کو پہلے یہ شرف حاصل ہوا وہ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

اور موالی میں سب سے اول زید بن حارث نے اسلام قبول کیا تھا۔ (فایدہ) مردوں سے مراد احرار بالغین سے ہے اور اس قید کے قایم کرنے سے زید جو غلام تھے اولیت کی بحث سے علحدہ ہو گئے۔

(سیرۃ ھشامی) قال رسول اللہ صلی اللہ

فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

علیہ وسلم مادعوت احداالی الاسلام الاکانت لہ عنہ کبوۃ وتردد نظر الا ابابکر ماعتم عنہ حین ذکرتہ وماتردد فیہ

علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کو میں نے اسلام کی طرف بلایا اور اُس نے ابتدا میں تردد و توقف نہ کیا ہو مگر ابوبکر کہ جب میں نے اُن کو دعوت اسلام کی بلا تامل ایمان آئے۔ (ابن ہشام)

اس کی وجہ یہ تھی کہ ابوبکر صدیق نے دلائل و آثار بعثت کو پہلے ہی سے تحقیق کر دیا تھا۔ اور اس معاملہ میں کوئی وسوسہ باقی نہیں رہا تھا۔ اس لئے جس وقت حضور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر اسلام پیش کیا آپ نے فوراً قبول فرمالیا۔

## سعی فی اشاعت اسلام

حضرت ابوبکر صدیق نے صرف اسی امر پر اکتفا نہیں کیا کہ وہ خود مسلمان ہو گئے دوستوں اور عمائدین قوم کو قبول اسلام کی ترغیب دینے اور ترقی و اشاعت اسلام میں اپنا روپیہ بے دریغ خرچ کرنے کو بھی اپنی زندگی کا مقصد اعلیٰ قرار دیا ابتدائی حالت اسلام کو جو امداد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے پہونچی تاریخ اسلام میں اُس کی تین عظیم الشان یادگاریں موجود ہیں۔ جو اپنی جھلک دکھلا رہی ہیں۔

**اول** ۔ عمائد قریش کو قبول اسلام پر رغبت دلانا۔ **دوم** ۔ اشاعت اسلام میں زر کثیر خرچ کرنا۔ **سوئم** ۔ نو مسلم غلاموں۔ کو آزاد کرانا۔

## (اول) مع تفصیل خاندانی شرافت

| | | | |
|---|---|---|---|
| (۱) | عثمان بن عفان ............ | خاندان | بنی امیہ |
| (۲) | زبیر ابن العوام ............ | " | بنی اسد |
| (۳) | عبدالرحمٰن بن عوف ............ | " | بنی زہرہ |
| (۴) | سعد بن ابی وقاص ............ | " | بنی زہرہ |
| (۵) | طلحۃ بن عبداللہ ............ | " | بنی تیم |

اپنے ملک و قوم میں سربرآوردہ معزز۔ اور اپنے خاندان میں صاحب وجاہت و با اثر اشخاص یعنی عشرہ مبشرہ۔ میں داخل ہیں۔ ان حضرات کا اسلام قبول کرلینا۔ کفر و شرک کی ابتدائی شکست اور اشاعت اسلام کی پہلی فتح و کامیابی تھی ان محترم رؤسا کی دلی عقیدت اور امداد مالی سے اسلام کی غریبانہ حالت میں روز افزوں ترقی و فارغ البالی پیدا ہو گئی تھی۔ فی الواقع حضرت صدیق اکبر کا یہ کارنامہ تاریخ اسلام میں اعلیٰ اہمیت رکھتا ہے۔

## دوم

## ایثار مالی

(البقرہ) اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ع۳

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنا مال اللہ کی راہ میں دن میں اور رات میں پوشیدہ اور ظاہر طور پر پس ان کے واسطے ثواب ہے۔

صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق کی شان میں نازل ہوئی جب کہ آپ نے چالیس ہزار دینار خرچ کئے دس ہزار دینار رات میں دس ہزار دینار ایک دن میں اور دس ہزار ظاہر و دس ہزار دینار پوشیدہ خرچ کئے۔

قبول اسلام کیوقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار دینار نقد موجود تھے اس کل رقم کو رسول خدا کی خدمت گذاری و تقویت اسلام و رفاہیت مسلمین میں صرف کر دیا تھا اور اس مالی خدمت کی تصدیق اس ارشاد نبوی سے ہوتی ہے جو حضور پر نور نے آخر ایام میں فرمائی تھی۔ جامع الترمذی ج ۲

(ص۱) عن ابی هریرةؓ قال۔ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ ما نفعنی مال احد ما نفعنی مال ابی بکر قال فبکی ابوبکر و قال یا رسول الله هل انا و مالی الا لک یا رسول الله۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی کے مال سے مجھکو مطلقاً نفع نہیں پہونچا بجز مال ابو بکر کے۔ کہا راوی نے کہ ابوبکر رونے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ میری ذات و مال سب حضور کے واسطے ہے۔

## سوم

(ابن اثیر) فرقت کل قبیلة علی من فیها

نو مسلم لوگ بے خانماں جس جس قبیلہ میں تھے قبیلہ والوں نے

من المستضعفین المسلمین فجعلوا یحبسونهم ویعذبونهم بالضرب والجوع والعطش برمضاء مکة والنار لیفتنوا عن دینهم اعتق ابوبکر سبعة کانوا یعذبونهم فی الله فیهم بلال وعامر بن فهیرة (ابن اثیر)

اُن پر سختیاں شروع کیں اُن کو قید کرتے تھے مارتے تھے اور اُن کو بھوکا پیاسا رکھتے تھے مکہ کے رتیلے میدان بر دھوپ کی گرمی میں مارپیٹ کرتے تاکہ اُن کو اپنے دین سے پھرا دیں۔ اسلام کی اس غربت اور کفار کے اس تشدد کے زمانہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے اس قسم کے سات غلام جن کو اسلام قبول کرنے کے باعث تکلیف دی جاتی تھی خرید کر آزاد کر دیا جن میں بلال و عامر بن فہیرہ تھے۔

(اصابه) یا بنی انی اراک تعتق رقابا ضعافا فلو انک اذ فعلت ما فعلت اعتقت رجالا جلدا یمنعونک ویقومون دونک فقال ابوبکر یا ابت انی انما ارید ما ارید لله عز وجل

جس قدر غلام حضرت صدیق نے آزاد کرائے عموماً کنگال و کمزور تھے یہ حال دیکھ کر آپ کے والد ابو قحافہ نے کہا اے بیٹے تم کمزور غلاموں کو آزاد کرتے ہو اگر تم کو یہی کام منظور ہے تو بہتر ہے کہ بہادر غلاموں کو آزاد کراؤ تاکہ وقت پر تمہارے کام آویں ابوبکر نے کہا ابا جان مجھے تو اس کام سے صرف خدائے تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہے۔

## دعاء حضرت صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر کی ترغیب سے آپ کے والدین نے اسلام قبول کر لیا۔ تب آپ نے جناب باری میں دعا کی جس کی خبر کلام مجید میں دی گئی ہے

(سورۂ احقاف) رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ

یعنی میرے رب توفیق دے مجھکو تاکہ میں شکر کروں تیرا تیری نعمتوں کا جو تونے اپنے فضل و کرم سے مجھکو انعام کی ہیں کہ وہ نعمت اسلام ہے اور اُس نعمت پر جو تونے میرے والدین کو عطا کی کہ وہ نعمت سلامت زندگی و قدرت ہے۔ اور بعضوں نے نعمت اسلام بھی کہی ہے

ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ ۔ وَ اِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

اور الہام کر کہ میں عمل نیک کروں جن کو تو پسند کرے اور خوشنود ہو اور میری اولاد میں صلاحیت جاری کر۔ تحقیق کہ میں باز آیا ہر اُس چیز سے جس میں تیری رضامندی نہیں اور متوجہ ہوا تیری طرف اور تفیمی میں گردن جھکائے ہوئے ہوں تیرے احکام کے سامنے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے چالیس سال کی عمر میں یہ دعائیں مانگی تھیں جو درجۂ قبولیت کو پہونچیں مفسرین کا اجماع ہے کہ بجز حضرت صدیق کے اور کوئی ایسا صحابی نہ تھا جس کے والدین و اولاد نے اسلام قبول کر لیا ہو آپ کی چہار پشتوں نے حضرت رسول اللہ کے دست مبارک پر بیعت اسلام کی تھی۔ اور شرف صحابیت حاصل کیا۔

# شجرہ چہار پشت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

۱ (ابو قحافہ) (اُم سلمیٰ) زوجہ

۲ (ابوبکر صدیق)

ازواج ابوبکر صدیق

نمبر۱ بنت عبدالعزیٰ — قتیلہ

نمبر۲ بنت عامر — ام رومان — مشرف باسلام ہوئیں

نمبر۳ صحابیہ — حبیبہ

نمبر۴ صحابیہ — اسماء بنت عمیس مہاجرہ

نمبر۵ — عبداللہ

صحابی آپ نے غار ثور میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمات انجام دی تھیں عین حیات ابوبکر صدیق میں فوت ہوئے۔

نمبر۶ — بی بی اسماء صحابیہ

منکوحہ — عبداللہ بن زبیر صحابی

نمبر۷ — عبدالرحمٰن صحابی

اصل نام محمد — ابو عتیق صحابی

نمبر۸ ام المومنین — حضرت عائشہ

زوجہ — حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نمبر۹ — ام کلثوم

نمبر۱۰ — محمد

# مختصر حالات (بحوالہ معارف) ابن قتیبہ

نمبر ۱۔ قتیلہ۔ بزمانہ جاہلیت (قبل از اسلام) نکاح ہوا۔ اور بعثت سے پیشتر قتیلہ نے مکہ معظمہ میں انتقال کیا

۲۔ ام رومان ۔ ام رومانؓ نے ابتدائے نبوت میں اسلام قبول کیا۔ درجہ صحابیت حاصل کیا مدینہ شریف میں ہجرت کی اور ۹ھ میں انتقال کیا۔ حضرت نبی کریمؐ نے نماز جنازہ پڑھائی بہ نفس نفیس قبر میں اُتر کر موںھ دیکھ کر فرمایا "جس کسی کو حور کی مثل آنکھ دیکھنی ہو وہ اُم رومان کی آنکھ دیکھے" (بخاری صفحہ ۸۴)

۳۔ حبیبہ ۔ بعد ہجرت مدینہ منورہ آپ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نکاح فرمایا آپ وقت وفات حضرت صدیق حاملہ تھیں بعدہٗ ام کلثوم متولد ہوئیں۔ (آپ انصاریہ صحابیہ تھیں)

۴۔ بی بی اسماء بنت عُمیس بن معد بن تیم بن کعب الخ۔ شجرہ آپ کا اور حضرت ابوبکر کا معد بن تیم پر ملتا ہے۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضؓ (بی بی اسماء) اخیافی ہمشیرہ تھیں نکاح اول حضرت جعفر طیار برادر حضرت سیدنا علی رضؓ کے ساتھ ہوا تھا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان ارقم میں قیام فرمانے سے قبل آپؓ نے اسلام قبول کیا تھا اسی زمانہ میں بعد بی بی اسماء کے حضرت جعفر طیار مشرف باسلام ہوئے۔ سب سے اول آپ نے اپنے شوہر کے ساتھ ملک حبش کو ہجرت کی تھی ۷ھ ہجری میں بعد فتح خیبر دار الاسلام مدینہ طیبہ آئی تھیں۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں قیام کیا۔ غزوہ موتہ ۸ھ ہجری میں حضرت جعفر بن ابی طالب سپہ سالار عسکر نے شہادت پائی۔ اُس کے چھ ماہ بعد بی بی اسماء کا نکاح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر عتیق رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

(بخاری و مسلم۔ جابر) اِغْتَسِلِي وَاسْتَغْفِرِي بِثَوْبٍ وَاَحْرِمِي قَالَهٗ لِاَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ حِيْنَ وَلَدَتْ مُحَمَّدَ ابْنَ اَبِي بَكْرٍ حَجَّةَ الْوَدَاعِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ

صحیحین میں جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی اسماء بنت عُمیس سے فرمایا جبکہ محمد بن ابی بکر کو جنی حجۃ الوداع میں ذوالحلیفہ کے منزل میں کہ غسل کر اور کپڑے کا لنگوٹ باندھ اور احرام کر (اس سے ثابت

ہوا احرام حالت حیض و نفاس میں باندھنا درست ہے ۔ وقوف
عرفہ بھی جائز ہے لیکن طواف بیت اللہ بغیر پاک ہوئے جائز نہیں

سنہ ۱۳ ہجری میں بعد وصال حضرت صدیق کے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے آپ سے نکاح کر لیا تھا۔
محمد بن ابی بکر الصدیق کی پرورش جناب امیرؑ کے آغوش میں ہوئی۔ اپنی عہد خلافت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے محمد کو مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔ مصر میں شہادت پائی۔ سنہ [illegible] ہجری میں بعد شہادت سیدنا علی خلیفہ چہارمؑ مدت بعد بی بی اسماء نے مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

دختر نیک اختر **عائشہ صدیقہ** کو یہ شرف مخصوص حاصل ہوا کہ صغر سنی میں برسر عرش معلی جناب کا نکاح حضور پُرنور حبیب **آلہ** صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرمایا گیا اور پیک رب العالمین آپ کی شبیہ پارچہ حریر پر منقوش لے کر دربار نبوی میں حاضر ہوئے ۔ اور حکم الٰہی پہونچایا کہ ہم نے اس لڑکی کے ساتھ آپ کا عقد کر دیا۔ دنیا میں آپ اُس سے نکاح کر لیں۔ جامع الترمذی صفحہ ۷۷۔

عن عائشۃ ان جبرئیل جاء بصورتھا فی خرقۃ حریر خضراء الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال ھٰذہٖ زوجتك فی الدنیا والاٰخرۃ (حسن غریب)

تحقیق جبرئیلؑ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور ایک پارچہ سبز ریشمی پر حضرت عائشہ رضہ کی تصویر حضور پرنور میں پیش کر کے عرض کیا کہ یہ آپ کی اہلیہ دنیا و آخرت کی ہے۔

برسر عرش اس کنواری لڑکی سے آپ کا نکاح کر دیا گیا۔ دنیا میں آپ اُس سے نکاح کر لیجئے ۔چنانچہ حضور نے اصحاب کو شبیہ دے کر فرمایا کہ اس شکل و شمائل کی لڑکی کی تلاش کی جاوے جب حضور پُرنور کو معلوم ہوا کہ اس شکل و صورت کی لڑکی ابوبکر صدیق کی بیٹی ہے پس حضرت صدیق کو طلب فرما کر وحی الٰہی سے آگاہ فرمایا اور خواستگاری ظاہر فرمائی حضرت ابوبکر نے عرض کیا روحی فداك یا رسول اللّٰہ۔ لونڈی حاضر ہے۔ بعدہٗ نہایت خوشی سے نکاح کر دیا ۔

| | |
|---|---|
| ازواج میں خصوص وہ مخدومہ جہاں | بانوئے ہودج و شرف اُمّ مومناں |
| محبوبۂ حبیب خداوند انس و جاں | قرآن میں کی خدا نے بیاں جس کی خوبیاں |

ممتاز کس طرح نہوں وہ دو جہان میں ،
نازل ہوئی ہے سورۂ نور اُن کی شان میں ،

(عن موسیٰ بن عقبہ للکبیر) لا نعلم اربعۃ ادرکوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابناؤھم الا ھؤلاء الاربعۃ ابوقحافہ و ابوبکر و عبدالرحمن و ابوعتیق بن عبدالرحمن واسمہ محمد -

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی صحابی ایسا نہ تھا کہ جس کی چار پشت نے آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و شرف خدمات سے بہرہ مندی حاصل کی ہو۔ چنانچہ

(۱) ابوقحافۃ - پدر بزرگوار (حضرت ابوبکر)

(۲) ابوبکر -

(۳) عبدالرحمن - بن ابی بکر -

(۴) ابوعتیق بن عبدالرحمن

یہ چاروں پشتیں اصحاب رسول اللہ ہیں اور بسبب دعائے حضرت صدیق آپ کی اولاد میں اسلام کے ہر زمانہ میں بڑے بڑے قابل علما و اولیا موجود رہے اور اکثر علم و صلاح سے آراستہ رہے -

**اجماع علماء کرام** ہے کہ سب سے اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیعت اسلام کے طریقہ کو جاری کیا تھا لہٰذا قیامت تک جس قدر آدمی داخل اسلام ہوں گے اُن سب کا ثواب حضرت صدیق کے حسنات میں شامل کیا جاوے گا۔

# شجاعت و مصائب در اشاعت اسلام

(روضۃ الاحباب) مقاصد اسلامی کی اشاعت میں علاوہ صرف زر کثیر کے بعض اوقات حضرت ابوبکر رض نے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیا تھا اور اُن مصائب کو دلی خوشی سے برداشت کیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے بعثت میں مخفی طور پہ لوگوں کو دعوت اسلام دیتے اور طالبان حق کو راہِ

ہدایت تلقین فرماتے تھے۔ اس دوران میں حضرت ابوبکرؓ اظہار دین و اشاعت اسلام کی درخواست کرتے رہے مگر
حضور پرنور۔ کفار کی کثرت اور مومنین کی قلت کے باعث تامل فرماتے اور اشارت غیبی کا انتظار کرتے تھے اُس وقت
تک اُنتالیس آدمی مسلمان ہو چکے تھے جب حضرت صدیق کی التجا حد کو پہونچ گئی تب آں سرور کائنات مسجد حرام میں
تشریف لے گئے رُوسا قریش کی زبردست جماعت وہاں موجود تھی۔ حضرت ابوبکر نے بلاخوف و خطر اُس مجمع میں
استادہ ہو کر ایک خطبہ پڑھا اور نہایت فصاحت و بلاغت سے توحید کی خوبیاں شرک کی بُرائیاں بت پرستی
کے انجام بد کو بیان کیا۔ کفار قریش اُس کے سننے سے بھڑک اوٹھے۔ اور ابوبکر کی طرف جھپٹے۔ نہایت سختی
سے مار پیٹ کرنے لگے گالیاں دینے لگے عقبہ بن ربیعہ خبیث نے خاصکر حضرت صدیق اکبر کو بہت ضربات پہونچائیں
جس سے آپکا چہرہ سخت زخمی ہو گیا۔ اُس وقت بنی تیم کے لوگ بھی آ گئے اور مشرکین سے تعرض کرنے لگے۔ اور
مشرکین سے حضرت اکبر صدیق کو چھڑایا۔ مگر حالت آپ کی قریب بمرگ ہو گئی۔ اس لئے بنی تیم نہایت برافروختہ ہوئے
اور کہنے لگے کہ اگر ابوبکر فوت ہوئے تو عقبہ کو ہم زندہ نہ چھوڑیں گے۔ بعد ازاں بنو تیم نے حضرت صدیق کو آپ کے گھر
پہونچایا۔ اور آپ سے باتیں کرتے رہے۔ عصر کے قریب آپ نے بنو تیم سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کہاں ہیں۔ یہ آپ کو ملامت کرنے لگے۔ اور آخر میں آپ کی والدہ صاحبہ سے یہ کہکر رخصت ہوئے کہ وہ آپ کو کچھ
کھلائیں۔ غرض ان کے چلے جانے کے بعد آپ کی والدہ صاحبہ نے بہت کوشش کی۔ مگر آپ نے نہ کچھ کھایا۔
اور نہ پیا۔ اور یہی کہتے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ آخر الامر آپ کی والدہ صاحبہ نے یہی کہا
کہ مجھے خبر نہیں تمہارے صاحب کہاں ہیں۔ آپ نے کہا کہ ام جمیل بنت الخطاب سے جا کر آپ کا حال دریافت
کریں۔ آپ کی والدہ ان کے پاس گئیں۔ اُنہوں نے بھی یہی کہا کہ مجھے خبر نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ وہ بھی آپ
ہی کی والدہ صاحبہ کے ساتھ آئیں۔ اور اُنہوں نے بھی آپ پر بہت کچھ شور و شغب کیا اور پھر سمجھایا کہ آپ کچھ
کھا پی لیں۔ مگر آپ یہی کہتے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ آخر الامر ام جمیل نے کہا کہ وہ صحیح و تندرست
ہیں۔ تم کچھ فکر نہ کرو آپ نے پوچھا۔ آخر آپ ہیں کہاں۔ اُنہوں نے کہا ارقم کے گھر ہیں۔ آپ نے کہا واللہ جب تک
آپ سے نہ مل لوں گا۔ اُس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا اور پیوں گا۔ آخرش جب لوگوں کا شور و غل موقوف ہو گیا۔
تو آپ کی والدہ اور اُم جمیل آپ کو تھام کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وسلم کی خدمت میں لے گئیں آپ جا کر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑے۔ اور قدمبوسی کی اور دیگر مسلمان بھی اُس وقت آپ کے قدموں پر آگرے اس وقت آپ کا حال دیکھ کر لوگوں کو از حد رقت ہوئی۔ حضرت صدیق نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے ماں باپ قربان ہوں اِس کم بخت عقبہ کو میرے موںہہ سے کیا سروکار تھا۔ اِس کے بعد آپ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ یہ میری نیک بخت والدہ ہیں۔ آپ ان کے لئے دعا فرمائیے کہ اسلام قبول کرلیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرمائے گا۔ اور انھیں آتشِ دوزخ سے بچائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی اور اونہوں نے اسلام قبول فرمالیا۔ جس روز کافروں نے حضرت صدیق کو زدوکوب کیا اُسی روز حضرت حمزہ نے بھی اسلام قبول کیا تھا۔ (الریاض النضرہ)

عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ اونہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مسلمانوں کو مشرکین عرب سے تکالیف پہونچنے کا حال دریافت کیا تو اونہوں نے بیان کیا کہ عقبہ بن ابی معیط کو میں نے دیکھا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر گردن مبارک میں پھانس کر زور سے کھینچی اور گلا گھونٹنا چاہا۔ حضرت صدیق نے بڑھ کر اِس خبیث کو دفع کیا۔ اور چلانے لگے کہ کم بختو کیا تم ایسے شخص کو جو کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے اور وہ تمھارے پاس خدا کی نشانیاں لے کر آیا ہے۔ قتل کرنا چاہتے ہو (بخاری شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کمبختوں نے ہاتھ چلانا شروع کیا حتیٰ کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ حضرت صدیق اکبر چلانے لگے کہ کمبختو تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو (بخاری شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کمبختوں نے ہاتھ چلانا شروع کیا۔ حتیٰ کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ حضرت صدیق اکبر چلانے لگے۔ کہ کمبختو تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ کہ جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ کہنے لگے اسے چلانے دو۔ یہ تو مجنوں ہے۔ (حاکم اس کے راوی ہیں)

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا | جسکو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اوٹھائے کیوں
یا تو یوں ہی تڑپ کے جائیں یا وہی آپ سے چھڑائیں | منت غیر کیوں اوٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

ابوبکر صدیق قبول اسلام سے بارہ سال تک رسول خدا کے پاس مکہ میں حاضر رہے ہر چند اس عرصہ میں کئی قسم کی تکالیف پیش آئیں مگر اُن کے استقلال میں اس سے کوئی گھبراہٹ نہیں ہوئی۔ آخر کار جب کفار کی روز افزوں عداوت کے باعث آزادی کے ساتھ فرائض مذہبی کے ادا کرنے میں دقت معلوم ہوئی تو نبوت کے تیرہویں سال یہ بھی ہجرت کے ارادہ پر حبشہ کو روانہ ہوئے۔ امام بخاری نے باب الہجرۃ میں اس قصہ کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ابوبکر حبشہ کو جا رہے تھے کہ مقام برک الغما دپر قبیلہ قارہ کا رئیس ابن دغنہ ان کو مل گیا اور پوچھنے لگا کہ تم کہاں جاتے ہو۔ انہوں نے قریش کے تشدد سے ترک مکہ کا ماجرا بیان کیا اور یہ کہا کہ اب میں دنیا میں پھر کر آزادی کے ساتھ خدا کی عبادت کرنا چاہتا ہوں۔

ابن دغنہ چونکہ ان کی فیاضی اور مہماں نوازی سے واقف تھا اس ارادہ سے مانع ہوا اور کہنے لگا کہ تم شہر کو واپس چلو اور وہیں خدا کی عبادت کرو میں حفاظت کا ذمہ دار ہوں۔ ابوبکر اس کے ساتھ واپس آئے۔

ابن دغنہ شرفا قریش کے پاس گیا اور ابوبکر کے اوصاف کو ان الفاظ سے بیان کرنا شروع کیا۔

ان ابابکر لا یخرج ولا یخرج انخرجون رجلا یکسب المعدم ویصل الرحم و یحمل الکل ویقری الضیف ویعین علی نوائب الحق۔ (بخاری باب الہجرۃ)

ابوبکر ایسا شخص نہیں ہے کہ وطن سے از خود نکل جائے یا نکلنے پر مجبور کیا جائے وہ روپیہ کما کر محتاجوں کو دیتا ہے اقربا سے صلہ رحمی کرتا ہے درماندوں کا بوجھ بٹاتا ہے مہمانوں کی میزبانی کرتا ہے اور مصائب میں مدد دیتا ہے۔

قریش نے ابن دغنہ کی پناہ دہی کو تسلیم کر کے اس شرط کے ساتھ اجازت دی کہ ابوبکر اپنے گھر میں خدا کی پرستش کرے اور وہیں نماز پڑھا کرے بلند آواز سے نہ پڑھے کہ ہم کو اپنی عورتوں کے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے ابن دغنہ نے یہ سارا قصہ ابوبکر کو جا کر سنا دیا ابوبکر چند روز تک تو ایسا کرتے رہے مگر پھر صبر نہ کر سکے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی اور اس میں نماز اور قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ قریش کی عورتیں اور بچے جب ابوبکر کے پڑھنے کی آواز سنتے ان کے پاس جا کر اکھٹے ہو جاتے اور حیران ہوتے۔

کان ابوبکر رجلا بکاءً الا یملک عینیہ اذا قرء القرآن۔ (بخاری)

ابوبکر کا یہ حال تھا کہ وہ رقیق القلب اور کثیر البکا آدمی تھے جب قرآن پڑھتے بے اختیار ان کی آنکھوں سے

آنسو بہنے شروع ہو جاتے۔

قریش نے اس سے گھبرا کر ابن دغنہ سے فریاد کی۔ اس نے ابوبکر سے کہا کہ تم اپنے عہد سے پھر گئے اور قریش میری ذمہ داری کو واپس کرنا چاہتے ہیں۔ پس یا تو قریش کی شرط پر رضامند ہو جاؤ یا میری حفاظت کو واپس کرو۔

ابوبکر نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ خدا کا ذکر تو میں ترک نہیں کر سکتا البتہ تمہاری ذمہ داری واپس کرتا ہوں اور مجھے خدا اور رسول کی ذمہ داری میں رہنا پسند ہے۔

انی ارد الیک جوارک وارضی بجوار اللہ۔ (بخاری باب ہجرۃ)

## قبول اسلام سید امیر حمزہ (سید الشہداء رضی اللہ عنہ)

(محمد بن کعب) روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہؓ کا اسلام بہ تقاضائے غیرت تھا۔ آپ حدِ حرم سے باہر شکار کھیلا کرتے تھے اور جب آتے تو قریش کی مجلس پر گذر کر فرمایا کرتے کہ میں نے یوں تیر مارا۔ اور ایسا کیا۔ ایسا کیا۔ ایک دن آپ واپس آرہے تھے کہ ایک عورت (عبداللہ بن عان کی لونڈی) راستہ میں آپ کو ملی۔ اور کہنے لگی کہ اے ابو عمارہ آج تمہارے بھتیجے محمدؐ کو ابوجہل کی طرف سے کیا کچھ پیش آیا۔ کہ اس نے اُن کو سخت سُست کہا۔ اور بہت ہی ستایا۔ مگر وہ کچھ نہ بولا۔ تمہارا بھتیجہ کہلاوے اور اُس کی توہین پر تم کو غیرت نہ آوے"۔ آپ نے کہا کسی نے دیکھا بھی تھا؟ اُس نے کہا ہاں خدا کی قسم سب لوگوں نے دیکھا۔ پس امیر حمزہ وہاں سے غصہ میں بھرے ہوئے چلے حتیٰ کہ اُس مجلس میں پہونچے۔ دیکھا کہ سب بیٹھے ہوئے ہیں اور اُنہیں میں ابوجہل

(للکبیر عن محمد بن کعب القرظی) قال کان اسلام حمزۃ حمیۃ کان یخرج من الحرم فیصطاد فاذا رجع مر بمجلس قریش فیقول رمیت کذا وصنعت کذا فاقبل ذات یوم فلقیہ امرءۃ فقالت یا ابا عمارۃ ماذا لقی ابن اخیک من ابی جہل شتمہ وتناولہ وفعل وفعل قال فھل راہ احد؟ قالت ای واللہ لقد راہ ناس فاقبل حتی انتھی الی ذلک المجلس فاذا ھم جلوس وابوجہل فیھم فاتکأ علی قوسہ وقال رمیت کذا وفعلت کذا ثم جمع یدیہ بالقوس فضرب بھا اذنی ابی جہل فدق سیتھا ثم قال خذھا بالقوس واخری بالسیف اشھد انہ رسول اللہ وانہ جاء بالحق من عند اللہ (للکبیر)

بھی بیٹھا ہوا ہے۔ پس آپ نے اپنی کمان پر لاٹھی کی طرح ٹیک
لگائی اور حسب عادت فرمایا میں نے یوں تیر مارا اور ایسا
ایسا کیا۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں سے کمان پکڑ کر
ابوجہل کے کان پر اس زور سے کمان ماری کہ اُس کا کنارہ
پچک گیا۔ فرمایا یہ لے کمان کی ضرب اور دوسری زد
تلوار کی میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کا رسول ہے اور اللہ کے
پاس سے حق لے کر آیا ہے۔

حضرت حمزہؓ عبد المطلب کے بیٹے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی تائے (حضرت عبد اللہ سے بڑے) اور آپکے دودھ شریکے بھائی بھی تھے اس لئے کہ ثویبہ (لونڈی ابولہب عم رسول اللہ) نے ان دونوں حضرات کو دودھ پلایا تھا۔

حضرت امیر حمزہ۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بڑے تھے۔ آپ کی والدہ ھالہ بنت وہب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب خالہ زاد بہنیں تھیں۔

حضرت امیر حمزہ کے قبول اسلام پر پھر کسی کافر کو علی الاعلان حضور نبی کریم پر سب وشتم کرنے کی جراءت نہ ہو سکی۔ آپ قوم میں سربرآوردہ باعظمت وبہادر سردار تھے۔ جنگ بدر میں آپکے دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھیں اور نہایت شجاعت کے ساتھ مصروف کارزار تھے جنگ اُحد میں ۱۵ شوال ۳ھ ہجری یوم شنبہ کو شہادت پائی آپ کے خود میں شتر مرغ کا پر لگا ہوا تھا۔ اور وہی شناخت شیر خدا کی تھی۔

(للکبیر عن یحییٰ بن عبد الرحمن ابن ابی لبیبہ عن جدہ) والذی نفسی بیدہ انہ لمکتوب عند اللہ فی السماء السابعة حمزة اسد اللہ و اسد رسولہ

یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن ابی لبیبہ۔ قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اللہ کے ہاں ساتویں آسمان میں لکھا ہوا ہے کہ حمزہ شیر خدا و شیر رسول ہے۔

للاوسط عن ابن عباسؓ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سید الشھداء یوم القیامة حمزة

روایت عبد اللہ ابن عباسؓ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن تمامی شہدا کے سردار حمزہ

| | |
|---|---|
| بن عبدالمطلب ورجل قام الی امام جابر فامرہ ونہاہ فقتلہ ۔ | بن عبدالمطلب ہونگے اور ایک وہ شخص جس نے ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوکر اُس کو امر ونہی شرعیہ کی تبلیغ کی اور بادشاہ نے اُس کو قتل کرادیا۔ |

اس واقعہ کے تین روز بعد ابی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے ۔

# مناقب و مختصر حالات قبول اسلام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

جامع الکبیر (ابن اسحاق)

| شجرہ پدری | | شجرہ مادری |
|---|---|---|
| (۱۱) لوئی | صراحت ۔ اس رشتہ سے ابوجہل آپ کا | مخزوم (۶) |
| (۱۰) کعب | ماموں ہوتا ہے اس لئے کہ ہشام کا بیٹا تھا ۔ مگر | عمرو (۵) |
| (۹) عدی | (اسد الغابہ) نے آپ کی والدہ کا نام خیثمہ | عبداللہ (۴) |
| (۸) رزاح | بنت ہاشم لکھا ہو کہ ہاشم اور ہشام حقیقی بھائی تھے | مغیرہ (۳) |
| (۷) قرط | لہذا آپ کی والدہ ابوجہل کی چچا زاد بہن ہوئیں ۔ | ہشام (۲) |
| (۶) عبداللہ | اور غالباً یہی صحیح ہے ۔ | خیثمہ والدہ عمر فاروق ـ ابوجہل |
| (۵) رباح | | |
| (۴) عبدالعزی | | |
| (۳) نفیل | | |
| (۲) خطاب | | |
| (۱) حضرت عمر فاروق | | |

## اعزاز قومی

زمانہ جاہلیت میں آپ کے اہل خاندان سفارت کا کام انجام دیتے تھے جب قریش سے اور کسی قبیلہ سے جنگ ہوتی تو آپ کے بزرگ سفیر بناکر بھیجے جاتے تھے ۔

## مخالفت قبل از اسلام

للبزار (عن ابن عمر عن ابیہ) میں بزمانہ جاہلیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں

بہت سخت تھا۔ ایک روز (حضرت کو شہید کرنے کے ارادہ سے) مکہ میں جا رہا تھا کہ ایک قریشی شخص نے مجھے دیکھا اور پُوچھا کہاں جا رہے ہو۔ ابن الخطاب؟ میں نے کہا اس شخص کا قصد رکھتا ہوں (جو اپنے کو نبی کہتا ہے شہید کر دوں) قریشی نے کہا تم ایسا کہتے ہو حالانکہ تمہاری بہن (فاطمہ) اُن کی (معتقد ہو کر مذہب اسلام کی) طرف جا چکیں۔ پس میں غصہ میں بھرا ہوا اُن کے گھر کی طرف لوٹا اور دروازہ کھٹ کھٹایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی عادت تھی کہ) جب کوئی (مفلس) شخص جس کے پاس کچھ نہ ہوتا اسلام لاتا تو ایک ایک دو دو کو کسی (خوش حال مُسلمان) شخص کے حوالہ کر دیتے کہ اُس پر خرچ کرے چنانچہ دو آدمیوں کو آپ نے میرے بہنوئی (سعد بن زید) کے شامل کر دیا تھا۔ پس میں نے دستک دی تو جواب آیا کون ہے؟ میں نے کہا عمر ہے۔ اور وہ ہاتھوں میں لئے ایک کتاب (جس میں سُورہ حدید تھی) پڑھ رہے تھے۔ پس جب اُنہوں نے میری آواز سنی تو (تینوں مرد) اُٹھ کر کسی مکان میں چھپ گئے اور وہ تحریر (رکھی) چھوڑ گئے۔ پس جب میری بہن نے دروازہ کھولا تو میں (اندر گھستے ہی) کہا اے جان کی دشمن تو بھی لامذہب بن گئی) اور اُس کے سر پر مارنے لگا۔ پس وہ روئی اور کہا اے ابن الخطاب کرلے جو کچھ تجھے کرنا ہے بے شک میں اسلام لا چکی ہوں۔ (یہ کہکر) تخت پر جا کر بیٹھی تو میری نظر صحیفہ پر پڑ گئی۔ میں نے کہا یہ کتاب کیسی ہے؟ بہن نے کہا پرے ہٹو (اس کو ہاتھ نہ لگاؤ) کہ تم نہ جنابت سے غسل کرتے ہو نہ وضو اور اس کو بجز پاک صاف لوگوں کے کوئی چھُو نہیں سکتا۔ پس میں برابر اصرار کرتا رہا۔ حتیٰ کہ (مجھے وضو کرانے کے بعد) بہن نے وہ میرے حوالہ کر دی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ اُس میں (لکھا ہے) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جب میں نے الرحمٰن الرحیم پڑھا تو سوچنے لگا کہ اس کا اشتقاق کس مادہ سے ہے (یعنی رحمت سے جس کے معنے ہیں خاص مہربانی پس میں تھر تھر کانپنے لگا) پھر میرا دل ٹھکانے آیا تو میں نے (آگے) پڑھا۔ سبح للہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم حتیٰ کہ اس آیت پر پہونچا۔ آمنو باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ (پس مشیت الٰہی اپنا کام کر گئی اور بے اختیار) میں نے پکارا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ پس سب لوگ (جو چھپ گئے تھے باہر نکل آئے اور خوشی میں نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا مُژدہ باد اے ابن الخطاب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوم دوشنبہ دعا مانگی تھی کہ بار الٰہا دین کو غلبہ بخش اُس سے جو ان دونوں میں تجکو پیارا ہو یعنی عمر بن الخطاب یا

ابوجہل بن ہشام (ترمذی ابن عمرؓ) اللھم اعز اسلام باحب ھٰذین الرجلین الیك بابی جہل بن ھشام او بعمر بن الخطاب قال وکان احبھما الیہ عمر۔ ہمیں امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کا مظہر اتم ہوگئے۔ پس میں نے کہا کہ مجھے بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں الحاصل جب انہوں نے میری سچائی معلوم کرلی (اور اطمینان ہوگیا کہ دغا مقصود نہیں) تو مجھے آپ کا پتہ بتا دیا (کہ دار ارقمؓ میں مخفی ہیں) پس میں نے آکر دروازہ کھٹ کھٹایا۔ آپ نے فرمایا کون ہے۔ میں نے کہا عمر ہے۔ اور صحابہ کو آنحضرت کے متعلق میری سخت عداوت معلوم تھی اور میرے اسلام کا علم ہوا نہیں تھا لہٰذا ان میں کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ دروازہ کھولے حتیٰ کہ حضرت ہی نے ان سے (فرمایا دروازہ کھولدو۔ اگر اللہ کو مقصود ان کی بہبودی ہے تو ہدایت بخشیگا چنانچہ دروازہ کھولدیا اور دو آدمیوں نے میرے بازو پکڑلئے (کہ حملہ نکروں) حتیٰ کہ اسی طرح (مشکیں کسا ہوا) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تو آپ نے ان سے فرمایا اس کو چھوڑدو۔ پس میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ تب آپ نے میرا کرتہ (سینہ کے قریب سے) پکڑا اور پھر فرمایا اسلام لے آؤ۔ اے ابن الخطاب۔ یا الٰہا اس کو ہدایت بخشدیجئے۔ پس میں نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انك رسول اللہ۔

(اخرجہ الحاکم) سالم بن عبداللہ اپنے والد عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق اسلام قبول کرنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ آپ کا سینہ ٹھونکا اور فرمایا کہ اے پروردگار ان کے سینہ سے عداوت نکالدے اور بجائے اُس کے ان کے دل میں نور ایمان بھردے۔ (یہ حضور نے تین دفعہ فرمایا)۔

# وجہ تسمیہ فاروق

سنہ ۶ نبوی میں بعمر ۲۶ سال حضرت عمر فاروق مشرف باسلام ہوئے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۱ عن ابن عباسؓ۔ قال لما ... ابن ماجہ وحاکم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے

---

لہ عثمان بن ارقم اپنے آپ کو کہا کرتے تھے کہ میں اسلام کے ساتویں شخص کا بیٹا ہوں اس لئے کہ جب میرے والد اسلام ایمان لائے تو وہ ساتویں شخص مسلم تھے۔ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپکے مکان پر جو کوہ صفا پر تھا تشریف رکھتے تھے۔ اسی گھر میں ارقم کے حضرت نے اسلام کی دعوت دینی شروع کی تھی اور ۴۰ بہت سی لوگ مشرف باسلام ہوئے۔

اسلم عمرؓ نزل جبرئیل فقال یا محمد لقد استبشر اھل السمآء باسلام عمر رض۔

روایت کی ہے کہ جب حضرت ابن الخطاب اسلام لائے جبرئیل نے نازل ہو کر عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اہل آسمان (ملائک) حضرت عمر کے اسلام لانے کی خوشیاں منا رہے ہیں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یا عمر آپ کو فاروق لقب کیوں عطا ہوا تھا۔ فرمایا کہ ابوجہل خاکش بدھاں۔ حضرت کو ایذا پہونچاتا تھا اور بُرا بھلا کہتا تھا حضرت حمزہ کو یہ سُن کر نہایت جلال آیا کمان لیکر مسجد الحرام میں جا بیٹھے اور جب ابوجہل وہاں آیا تو اس زور سے اُس کے کمان ماری کہ اُسکی کمر سے خون جاری ہو گیا۔ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر اُس کو چھوڑوا دیا۔ حضرت امیر حمزہؓ اس وقت حضور سرور عالم کی خدمت میں گئے اور حضور ارقم کے مکان میں جو کوہ صفا کے نیچے ہے رونق افروز تھے اور مخفی تھے۔

پس حضرت حمزہؓ نے وہاں پہنچکر اسلام قبول کیا۔ انکے ۳ روز بعد میں مسلمان ہوا۔ بعد اسلام لانے کے میں نے حضور روالاجاہ سے عرض کیا کہ کیا ہم لوگ حق پر ہیں حضور نے ارشاد کیا کہ بے شک ہم حق پر ہیں پھر میں نے عرض کیا کہ کیوں ہم اپنا دین چھپا دیں اور مخفی رہیں حضور نے فرمایا کہ کفار کے خوف سے اخفا کیا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہے۔

من بعد میں نے دو گروہ مسلمانوں کے کئے ایک گروہ کا سردار میں تھا۔ اور دوسرے پر حضرت حمزہ کو سردار بنایا اور نہایت شان و عظمت کے ساتھ تکبیریں بلند کرتے ہوئے مکہ معظمہ کی گلی کوچوں سے گذر کر حرم محترم میں داخل ہوئے۔ مجکو اور حضرت حمزہ کو دیکھ کر اس شان سے کفار قریش خائف ہو گئے اُن کی ہمتیں پست ہو گئیں اور سخت صدمہ ہم دونوں کے اسلام لانے سے اُن کو پہنچا۔ پس اُسی روز سے حضور سرور عالم نے مجکو فاروق کا خطاب فرمایا۔ یعنی کفر و اسلام میں فرق کرنے والا۔ پس اُسی روز سے اسلام ظاہر ہو گیا۔

## برداشت مصائب

(للبخاری۔ ابن عمرؓ) لما اسلم عمر اجتمع الناس عند دارہ فقالوا صبأ عمر وانا غلام

جب حضرت عمر اسلام لائے تو ان کے گھر کے پاس لوگ جمع ہو گئے کہتے تھے کہ عمر لامذہب ہو گیا اور میں (اسوقت)

فوق ظهر بیتی فجاء رجل علیہ قباء من دیباج فقال قصباء عمر فما ذاك فانا له جار قال فرأیت الناس تصدعوا عنہ فقلت من ھذا قالوا العاص بن وائل۔

بچہ تھا اپنے گھر کی چھت پر کھڑا سُن رہا تھا۔ دفعۃً ایک شخص جس پر دیباج کی قبا تھی۔ اور اُس نے کہا عمر لامذہب ہو گیا تو کیا ہے۔ میں اسکا حامی ہوں (اور وہ میری پناہ میں ہے) پس میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہاں سے منتشر ہو گئے (اور کوئی آپ کو ایذا نہ پہنچا سکا) میں نے پوچھا کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا عاص بن وائل ہے؛ حضرت عمر کے دُور کے رشتہ کے ماموں تھے۔

(بخاری ابن مسعود) ما زلنا اعزۃ منذ اسلم عمر۔

(ابن مسعود) جس وقت سے عمر اسلام لائے ہم ہمیشہ باعزت وغالب رہے۔ (بخاری)

حالت کفار یہ تھی کہ جب کوئی شخص اسلام لاتا اور لوگوں کو اس کا علم ہوتا تو وہ اُس کو مارتے اور وہ ان کو پیٹا کرتا تھا پس میں ایک شخص کے پاس آیا اور اُنکے دروازہ پر دستک دی تو وہ باہر نکلا میں نے کہا کیا تجھے علم ہو گیا کہ میں (تمھاری اصطلاح کے موافق) لامذہب بن گیا ہوں۔ وہ یہ کہکر کہ ایسا ہرگز نکر گھر میں گھس گیا اور مجھے باہر چھوڑ کر دروازہ بند کر لیا۔ تب میں دوسرے شخص کے پاس گیا اور اُس سے کہا تو اُس نے بھی وہی جواب دیا اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ (کہ مار پیٹ کا لطف ہی نصیب نہیں ہوتا) تب مجھسے ایک شخص نے کہا کیا تمھاری خواہش یہ ہے کہ تمھارے اسلام کا (سب کو) علم ہو جائے۔ میں نے کہا ہاں کہا جب لوگ حطیم میں آکر بیٹھیں تو فلاں شخص کے پاس جا کر چپکے سے کہنا کیا تجھے خبر ہے کہ میں لامذہب ہوں کیونکہ وہ کوئی بات بہت ہی کم چھپا سکتا ہے (لہذا وہ خود سب میں پھونک دیگا) چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا تو وہ حطیم میں کھڑا ہوا اور بلند آواز سے پکارا کہ سن لو عمر لامذہب ہو گیا۔ پس لوگ میرے اوپر اُبل پڑے اور وہ مجھے مارتے رہے اور میں اُن کو مارتا رہا۔ حتی کہ میرا ماموں آگیا اور اُس سے کہا گیا کہ عمر لامذہب بن گیا تو وہ حطیم میں کھڑا ہوا اور پکارا کہ سن لو میں نے اپنے بھانجہ کو پناہ دی ہے چنانچہ سب مجھسے الگ ہو گئے اور مار پیٹ بند ہو گئی اب یہ حال ہوا کہ میں نہیں چاہتا تھا

کہ مسلمانوں میں سے کسی کو بھی پٹتا ہوا دیکھوں مگر دیکھ لیتا تھا۔ میں نے کہا یہ تو کچھ بھی نہوا کہ سب کو زدوکوب کیا جاتا ہی اور مجھے نہیں کیا جاتا لہذا لوگ حطیم میں آکر بیٹھے تو میں نے اپنے ماموں کے پاس آکر کہا کہ تمھاری امان تم پر والیس۔ اُس نے کہا ایسا نہ کر مگر میں نے نہ مانا چنانچہ پھر دوسروں کو خود مارتا اور خود پٹتا رہا حتی کہ اللہ نے اسلام کو فروغ بخشا۔ (اور سب مسلمان زدوکوب سے محفوظ ہو گئے) (مطابق پیش گوئی عالم مین صفحہ ۲۷)

# مناقب و مختصر حالات قبول اسلام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

| شجرۂ پدری | (بحوالہ جامع الکبیر مصعب بن عبداللہ بن الزبیرؓ) | شجرۂ مادری |
|---|---|---|
| (۷) قصی | کنیت۔ ابوعمر۔ ابوعبداللہ۔ ابولیلیٰ | (۶) عبد مناف |
| (۶) عبد مناف | زمانہ اسلام میں حضرت رقیہ کے بطن سے عبداللہ | (۵) عبد شمس |
| (۵) عبد شمس | پیدا ہوئے۔ اس لئے کنیت آپ کی ابوعبداللہ ہوئی۔ | (۴) حبیب |
| (۴) امیہ | سیدہ رقیہ بنت حضرت رسول اللہ صلی اللہ | (۳) ربیعہ |
| (۳) ابی العاص | علیہ وسلم کا قبل از بعثت نکاح حضرت عثمان غنی سے | (۲) کریز |
| (۲) عفان | ہوا تھا۔ | (۱) اروی |
| (۱) حضرت عثمان غنی | | |

(آپکی نانی اُم حکیم بیضا رہیں دختر عبدالمطلب یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ذکہ آپکے والد حضرت عبداللہ کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں)

## خوشخبری کاھنہ

اخرج ابونعیم عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال خرجنا فی عیر الی الشام قبل ان یبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما کنا نا فواہ الشام وبھا کاھنة - فعر فتما فقالت اتانی صاحبی فوقفت علی بابی فقلت ما لا تدخل قال لاسبیل الی ذلک خرج احمد جاء الامر لا یطاق ثم انصرفت فرجعت

ابونعیم نے عثمان بن عفان سے روایت کی ہے کہ فرمایا عثمان غنی نے کہ میں ایک قافلہ کے ساتھ ملک شام کی طرف گیا تھا جب ہم لوگ حدود شام میں پہونچے وہاں ایک عورت کاھنہ غیب کی خبریں دیتی تھی رستہ میں ملی اور کہا کہ جو یار میرا آسمان کی خبریں لایا کرتا تھا اندنوں وہ میرے دروازہ پر آیا میں نے کہا اندر آؤ اور کچھ خبریں سناؤ اُس نے کہا اب

الی مکہ

موقعہ نہیں رہا اس لئے کہ احمد پیدا ہوگیا اور قابو سے باہر بات ہوگئی پھر وہاں سے مکہ واپس آیا۔

## قبول اسلام

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت **عثمان غنی** بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ مرتضیٰ وزید بن حارث بہ ترغیب حضرت ابوبکر صدیقؓ مشرف باسلام ہوے تھے۔ آپ سابقین اولین عشرۂ مبشرہ میں شمار ہیں۔ ۵ھ نبوی میں جب اصحاب پر کفار مکہ بے حد سختیاں کرنے لگے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ مظالم کفار ناقابل برداشت ہوگئے۔ اُس وقت حضور والا نے اصحاب کو اجازت دی کہ تم لوگ اب **ملک حبشہ** کی طرف ہجرت کرو۔ اور پیشین گوئی فرمائی کہ **اصحمہ** نام **نجاشی** عادل شخص ہے اور اُس کے زیر حکومت کوئی شخص کسی پر زیادتی نہیں کرسکتا۔ اور جب تک احکم الحاکمین کوئی صورت امن و آسایش پیدا نہ کرے اس ملک میں ٹھہرے رہیں۔ فی زمانہ اس ملک کو **ابی سینیا** کہتے ہیں۔

چنانچہ سب سے پہلے مہاجر حضرت **عثمان غنیؓ** تھے جو معہ اپنی اہلیہ حضرت **سیدہ رقیہ رضؓ** و دیگر اشخاص جنکی مجموعی تعداد پندرہؓ تھی یعنی گیارہؓ مرد اور چار بیبیاں مخفی طور پر رات کے وقت مکہ سے روانہ ہوے۔ ہجرت کا حکم عام تھا۔ اور بہت سے اصحاب ملک حبشہ کو ہجرت کرگئے جن کی تعداد **ابن ھشام** از ابتدا تا آخر اٹھاسی مرد اور گیارہ عورتیں لکھی ہیں۔ علاوہ خورد سال بچوں کے روانہ ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ بعد پیغمبر **لوط علیہ السّلام** کے سب سے اول عثمان بن عفان نے راہِ خدا میں ہجرت کی ہے (اس حدیث سے آپ کی بڑی فضیلت ظاہر ہوتی ہے) مطابق ارشاد حضور عالم الغیبات صلی اللہ علیہ وسلم نجاشی **بادشاہ** حبش نے جو عیسائی مذہب کا تھا مہاجرین صحابہ کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور ہر قسم کے آرام و آسائش کا انتظام کیا۔ جعفر بن ابی طالب عثمان بن عفان و دیگر مہاجرین کو اپنے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دی۔ حضرت نبی کریم کے اعجاز سُن کر مائل باسلام ہوا۔ کچھ مدت کے بعد جب عثمان غنی مکہ واپس تشریف لائے تو وہاں کی زمین کو پیشتر سے زیادہ خونخوار پایا۔ اس لئے حضرت غنی نے دوبارہ ہجرت فرمائی اور مدت تک آنحضرت کو اُن کے حالات معلوم نہوئے۔

ایک عورت نے آکر خبر دی کہ میں نے اُن دونوں کو دیکھا ہے تب آنحضرت نے دعا دی۔ اس مرتبہ مدت تک حبشہ میں قیام کیا۔ جب یہ خبر سنی کہ آنحضرت مدینہ کو ہجرت فرمانے والے ہیں تب چند بزرگ جن میں حضرت عثمان در رقیہ شمول تھے۔ مکہ آئے اور حضور کی اجازت سے مدینہ کو ہجرت کی اور شاعر النبی حسان کے برادر اوس بن ثابت کے مکان پر قیام کیا۔

لیکن باوجودیکہ کفاران مکہ کی طرف سے اسلام وحمایت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابوبکر صدیق کو جو ایذائیں پہونچ رہی تھیں وہ بھی کچھ کم نہ تھیں لیکن آپ نے کسی طرح ترک رفاقت کو گوارا نہیں کیا۔ اور حسب دستور مکہ میں رہے اور بجا آوری خدمات نبی کریم کو باعث فخر واعزاز سمجھتے رہے۔

# قبول اسلام انصار مدینہ

(اہل مدینہ کا مشرف باسلام ہونا) ۱۱ نبوی میں زمانہ حج میں قبیلہ بنی اشہل کے کچھ لوگ قریش سے معاہدہ کرنے کی غرض سے مکہ آئے تھے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دعوت اسلام پیش کی ایک جوان ایاس بن معاذ کو باری تعالیٰ نے توفیق ہدایت کی اُس نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے بیان کیا کہ اے لوگو میرے نزدیک مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بجائے اس کے کہ قریش سے حلف ومعاہدہ کیا جاوے تم لوگ اس مرد بزرگ سے عہد وحلف کا پیمان کرلو۔ لیکن دوسرے شخص نے جو اُس گروہ کا رئیس تھا۔ لوگوں سے کہا کہ ذرا تم لوگ توقف کرو۔ اور دیکھو کہ اس مرد مقدس کی قوم قریش اُس کے ساتھ کیا برتاؤ کرے گی۔ جو مذہب جدید کی اشاعت کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اُس وقت تک تم کو نہ قریش سے حلف ومعاہدہ کرنا مناسب ہے نہ اس مرد کا اتباع کرنا چاہئے۔ چنانچہ جماعت اشہل نے اُس کی رائے کو پسند کیا اور اپنے وطن مدینہ کو واپس گئے۔ لیکن ایاس کے متعلق یہ روایت ہے کہ وہ مسلمان ہوکر مدینہ واپس گیا اور وہاں اُس کا انتقال ہوگیا۔

۱۱ نبوی میں بزمانہ حج قوم خزرج کی ایک جماعت مکہ معظمہ پہونچی عقبہ جبل منیٰ میں مقیم ہوئی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا "خدائے تعالیٰ نے مجھکو رسالت

خلق کی دعوت کے واسطے مبعوث کیا ہے۔ میری قوم مجھکو تبلیغ اور امر الٰہی کی اشاعت اور تمشیت (یعنی اجرائے کارروائی) احکام دین سے مانع ہوتی ہے۔ اگر تم لوگ میری مدد و نصرت کرو تو دین و دنیا میں سعادت عظمیٰ حاصل کرو"۔ یہ کلام سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام سُن کر۔ اہل مدینہ نے ایک دوسرے سے گفتگو شروع کی۔ اور کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے یہ وہی پیغمبر آخر الزمان ہے جس کی بعثت کی خبر یہودیان مدینہ مدت دراز سے ہم کو پہونچا رہے ہیں اور خوف دلاتے رہتے ہیں کہ امروز فردا میں "آفتاب رسالت پیغمبر آخر الزمان طلوع کرے گا۔ ہم اُسکے ظل حمایت میں تم کفار کو ہلاک کریں گے"۔ اے قوم آگاہ ہو جاؤ۔ سبقت کرو اور ایمان لاؤ اُس نبی معظم پر تاکہ سعادت دارین تم کو حاصل ہو۔ اور یہودیوں کا دستِ تظلم تم سے کوتاہ ہو جاوے پس اُن لوگوں نے دستِ مبارک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیعت کرکے دین اسلام قبول کیا اور حضور انور سے بحلف عہدو میثاق امداد و نصرت کئے (صراحت) عقبہ پہاڑ کی گھاٹی کو کہتے ہیں۔ یہ عقبہ منا پہاڑ کی گھاٹی تھی۔ لہذا اس بیعت کو بیعت "الاولی عقبہ جبل منا" کہتے ہیں اس مقام پر جس جگہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے بیعت لی تھی۔ بطور یادگار ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی۔ جس میں نوافل ادا کرنے اور دعا مانگنے میں حالت وکیفیت وجد پیدا ہوتی ہے اور ایمان کو تازگی ہوتی ہے۔ اصحاب عقبہ اولیٰ میں چھ اصحاب تھے منجملہ اُن کے بقول اصح اسعد بن زرارہ اور جابر بن عبد اللہ شمول تھے۔ انصار موصوف نے مدینہ پہونچکر نبی آخر الزمان کی بعثت کی شہرت دی اور قلیل مدت مین تمام گھرون اور مجالس اہل مدینہ میں آنحضرت کے ذکر شریف کا چرچا ہونے لگا۔

سنہ ۱۲ نبوی میں بارہ شخص قوم اوس اور خزرج کے زمانہ حج میں پہونچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ عبادہ بن الصامت عویم بن صاعدہ۔ ذکوان بن عبد قیس سربرآوردہ اشخاص تھے۔ چنانچہ ذکوان نے حضور پیغمبر آخر الزمان کی خدمتگذاری کو مایۂ فخر تصور کرکے مکہ مین سکونت اختیار کی اور بقیہ جماعت مدینہ واپس گئی۔ جب حضور سرور عالم کو حکم ایزدی ہجرت کا ہوا تو ذکوان نے بھی ہمرکاب سلطان دارین صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو معاودت کی۔ اِس وجہ سے ذکوان۔ مہاجر انصاری موسوم ہوئے۔

اس جماعت انصار کی استدعا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر کو جو عالم قرآن و فقیہ تھے۔ انصار کی تعلیم دین کے واسطے مدینہ طیبہ روانہ فرمایا تھا۔ چنانچہ اہل مدینہ کثرت سے مصعب کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوتے رہے۔ اُسی سال ۱۲ نبوی میں بحکم حضرت شارع علیہ السلام۔ مصعب عالم و نقیبہ نے مدینہ میں جماعت جمعہ معین کی۔ دعوت اسلام و شرائع احکام دین علی الاعلان کرنے لگے۔ بنی اشہل کے باغ میں ایک روز حضرت مصعب تلاوت قرآن و احادیث کر رہے تھے اور مجمع کثیر تھا۔ سعد بن معاذ۔ اسعد بن زرارہ کا خالہ زاد بھائی سردار قوم نیزہ لے کر دروازہ باغ پر آکر کھڑا ہو گیا۔ اور حسب رواج و رسم قومی تشدد و جبر کرنا شروع کیا۔ کہنے لگا کہ ہمارے گھر کے دروازہ پر کھڑا ہو کر ایسی باتیں کرتا ہے جو کبھی کسی نے نہیں سنی۔ اگر آئندہ کبھی ایسی بات کرو گے تو اپنی سزا کو پہونچو گے۔ سعد بن معاذ کی اس تہدید آمیز تقریر سے مجمع منتشر ہو گیا۔ دوسرے روز مصعب بن عمیر نے بن زرارہ کے معیت میں تقریر وعظ شروع کی جب سعد کو خبر پہونچی تو جلسہ میں داخل ہوا مگر روز گذشتہ کے مثل اُس میں جوش و خروش نہیں پایا گیا۔ اسعد بن زرارہ نے جب اُس کو کچھ نرم پایا۔ تو پیش قدمی کرکے کہا اے میرے خالہ کے بیٹے اول تو اچھی طرح سن کہ یہ مرد بزرگ کیا تقریر کرتا ہے۔ پھر غور کر کہ اگر یہ شخص برا کہتا ہے اور گمراہی کی طرف چلاتا ہے۔ پس تو اس کی تردید میں معقول بیانات کر۔ اور راہ راست کی نمائش کر۔ اور اگر وہ راہِ نیک کی ہدایت کرتا ہے۔ پھر تو اُس کو کیوں برا کہتا ہے۔ اور اُس کی موجودگی کو غنیمت نہیں جانتا۔ یہ سن کر سعد بن معاذ نے کہا کہ اے مصعب اب کہئے آپ کیا بیان کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت مصعب نے پڑھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حٰمٓ والکتاب المبین انا جعلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون الخ (ترجمہ بروئے تفسیر) حٰمٓ حروف مقطعات میں سے ہیں۔ بغرض تنبیہ و اعلام۔ تاکہ سامعین کو غفلت سے ہوشیار کر دیں تعلبی کا قول ہے کہ حروف تہجی تنبیہ کے واسطے آتے ہیں اَلا کی جگہ جن کے معنی ہوشیار رہو اور خبردار رہو۔ کشف الاسرار میں ہے کہ حا اشارہ ہے طرف حیاۃ حق تعالیٰ کے اور میم اشارہ اُسکے ملک کی طرف ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ اپنے حیات بے زوال اور ملک بے زوال کی قسم یاد کرکے والکتاب المبین اور قسم ہے قرآن روشن و ہویدا کی۔ دلایل اعجاز قرآنیہ خواہ روشن

کرنے والا احکام شرع کا۔ اور طریقہ ہدایت آشکار کرنے والے کی اور جواب قسم یہ ہے کہ انا جعلناہ قرآنا عربیا کہ ہم نے اس کتاب کو زبان عرب میں نازل کیا تاکہ تم لوگ جو عربی زبان رکھتے ہو لعلکم تعقلون۔ اُس سے عقل و حکمت پاسکو اور معانی پر غور کرو۔ اور پیغمبر کی نبوت کی تصدیق کرسکو اور اس سے قبل پیغمبر بھیجے گئے۔ مگر کفار کو یہ قدرت نہو سکی کہ او امر الٰہی کی تبلیغ میں مانع و مزاحم ہوتے۔ الا کانو بہ یستھزءون۔ بجز اس کے کہ وہ (کفار) پیغمبروں کے ساتھ مسخراپن کرتے تھے۔

پس اے حبیب میرے قریش حاسد ہیں اور تجھ سے عداوت رکھتے ہیں او۔ اپنی قوم میں استہزا کرتی ہیں اور ہم تمھارے دشمنوں کو عقوبت و عذاب کا مزہ چکھاویں گے۔" سعد بن معاذ یہ کلمات عظیم الشان سنکر لرز گیا۔ رنگ چہرہ متغیر ہوگیا۔ گرچہ اُس وقت اُس نے اظہار شہادت نہیں کیا۔ لیکن نور ایمان نے اُس کے دل میں جگہ کرلی۔ چنانچہ اُس نے تمامی قوم بنی عبدالاشہل کو جمع کیا خود بھی مسلمان ہوا اور سب کو داخل اسلام کیا۔ اور قوم کے اسلام قبول کرنے پر حضرت مصعب بن عمیر آیندہ زمانہ حج میں مع گروہ جماعت کثیر تعدادی پانسو کے مکہ معظمہ داخل ہوئے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمت سے بہرہ مند ہوئے۔

ایک روایت میں ہے کہ تین سو آدمی قبیلہ اوس و خزرج کے تھے جن میں تہتر آزاد مرد اور دو عورتین آزاد (حر) تھے ان سب نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا کہ ہم لوگ لیالی تشریق میں عقبہ جبل منا میں قدموسی کے واسطے جمع ہوں گے (لیالی تشریق گیارہویں بارہویں و تیرہوین شب ذی الحجہ کہلاتی ہیں)

چنانچہ شب موعودہ میں جملہ مسلمین انصار اُس قافلہ کثیر التعداد میں سے جس میں زیادہ تر کفار و منافقین بغرض ادائے حج شمول تھے۔ مخفی طور پر نکل کر عقبہ جبل میں جمع ہوگئے۔ اور حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عم بزرگوار حضرت عباس بن عبدالمطلب کے ہمراہ عقبہ مذکور تشریف لے گئے۔ عباس رض اُس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوے تھے لیکن بلحاظ شفقت و حفاظت حضور پر نور کے ہمراہ تھے انصار کو مخاطب کرکے فرمانے لگے اے قوم تم کو معلوم ہے کہ محمدؐ ہم لوگوں کے درمیان کس درجہ کا شرف و تقدس رکھتا ہے اگرچہ ہم نے اُس کو دعوت توحید سے روکنا چاہا مگر اُسنے ہماری بات نہیں سنی۔ اور اپنے احکام کو برابر جاری

رکھا اور ہمارے اتفاق ونفاق نے اُس کی تبلیغ دین میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہونے دی۔ اب اگر تم لوگوں کو اُس کے ساتھ وفاداری و امداد دہی کا عزم مصمم ہے تو اس بارہ میں عہد واثق و مستحکم کرو۔ اگر تم کو اپنی اپنی ذاتوں پر اعتماد کامل ہے اور ایفاے وعدہ کروگے تو اس وقت ہمارا اطمینان کردو ورنہ صاف منع کردو۔ تاکہ بعد کو تم کو ندامت و پشیمانی نہ ہو۔ اور ہم کو تم پر موقع انتقام وعداوت کا نہ ملے"۔ تقریر سن کر جملہ انصار نے بالاتفاق کہا۔ اے عباس جو کچھ تقریر آپ نے کی وہ ہم نے بغور سنی۔ یا رسول اللہ آپ ہم سے کیا فرمانا چاہتے ہیں۔ بیان کیجیے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آیات کلام اللہ تلاوت فرما کر پند ونصائح کئے اور ارشاد کیا کہ خدا کا عہد یہ ہے کہ اُس کی عبادت کرو۔ اور کسی شے کو اُس کا شریک نہ بناؤ۔ اور میرا عہد یہ ہے کہ تبلیغ رسالت میں میری نصرت و اعانت کرو۔ یعنی اس پیغام الہیہ کے پہونچانے میں کفار میں سے جو مانع ومزاحم ہو اُس کے ساتھ جدال و قتال کرو۔ فرمایا کہ بیعت کرو تم مجھسے اس امر پر کہ جو کچھ میں تم سے کہوں اُس کو سُنو۔ اور فرماں برداری کرو خوشی کے ساتھ۔ اور راہِ خدا میں اپنا مال ایثار کرو حالت فراخی وتنگ دستی میں۔ اور امر معروف ونہی کی کما حقہٗ بجا آوری کرو۔ اپنی زبان سے حق بات نکالو۔ اور نہ ڈرو کسی ملامت کرنے والے سے۔ اور ثابت قدم رہو میری امداد ونصرت پر۔ اور میں جب تمھارے پاس آؤں تو میری محافظت کرو اُسی طریقے سے جس طور پر کہ تم لوگ اپنی جان اولاد اہل وعیال ومال کی کرتے ہو۔

انصار نے ارشادات سُن کر عرض کیا" یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اباً عن جدٍ ہمارا کام قتال و جدال ہے۔ باپ دادوں کے وقت سے ہمارے یوں ہی سلسلہ جاری ہے۔ مگر ہمارے اور یہود کے درمیان حلف ومعاہدات ہیں۔ اب ہم اُن سب عہد وپیمان کو قطع کرتے ہیں لیکن یہ بات نہو کہ جب خداے تعالیٰ حضور کو اعداے دین پر فتح ونصرت عطا کرے تب آپ اپنی قوم کی طرف پھر جاویں (جنبہ دار ہو جاویں) اور ہم کو تنہا چھوڑ دیں۔ یہ سُن کر حضور نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہرگز ایسا نہ ہوگا۔

(مسلم عن ابو هريرة رض) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ انى عبد الله ورسوله هاجرت الى الله واليكم المحيا محياكم والممات مماتكم۔

ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ حضرت نے انصار کے حق میں فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اُس کا رسول ہوں ہجرت کی میں نے اللہ کی طرف متوجہ ہوکر اور تمھاری طرف پس میری زندگی کی جگہ

تمہاری زندگی اور میری موت کی جگہ تمہاری موت ہے۔

مطلب یہ کہ میرا اور تمہارا زیست و موت کا ساتھ ہے تم کو چھوڑ کر علیحدہ نہوں گا۔ میں تمہارا اور تم میرے جان کے ساتھ جان۔ اور میری حیات تمہاری حیات کے ساتھ۔ میری ممات بھی تمہارے ساتھ۔ پھر انصار نے سوال کیا یا رسول اللہ اگر تمہاری راہ میں ہم لوگ مارے جاویں گے تو اسکی جزا کیا ملے گی۔ فرمایا۔ جنات تجری من تحتہا الانہار یعنی بدلہ جاں نثاری کا جنت ہے جس میں نہریں جاری ہیں۔

یہ سن کر جملہ حاضرین انصار نے عرض کیا ربح البیع یسمع اللہ۔ یا رسول اللہ ابسط یدک نبایعک (ربح بمعنی نیک و نفع عرب میں یہ مثل مشہور ہے کہ وقت خرید و فروخت جب مشتری و بائع رضامند ہو جاتے ہیں تب ربح البیع کہتے ہیں یعنی نفع مند اور نیک سودا ہے) یا رسول اللہ دست مبارک کھولئے تاکہ ہم بیعت کریں پس بیع کیا ہم نے اپنی جان و مال کو جو نفع رساں سودا ہے۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ تحقیق خریداری کی اللہ تعالیٰ نے مومنین کے جان و مال کی بمعاوضہ جنت کے۔

اس بیعت کا نام عقبہ کبریٰ (و ثانیہ) ہے ۱۳ نبوی میں بماہ ذی الحج ہجرت سے تین ماہ قبل واقع ہوئی ہے۔ من بعد حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جماعت میں بارہ اشخاص منتخب کئے اُن کو (نقباء اثنا عشر) یعنی بارہ سردار و رؤسا قوم کا خطاب عطا کیا۔ اور بیشتر سے یہ بارہ حضرات رؤسا قوم انصار کے تھے۔ اور اُن کو ہدایات فرمائیں منجملہ اُن بارہ نقبا کے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر حضور حکم دیں تو یہ جاں نثار تن تنہا ان جملہ مشرکین کو جو آج کی روز منا میں جمع ہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیویں (ہلاک کر دیں) حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی مجھکو جناب باری نے کفار پر جہاد کرنیکا حکم نہیں دیا ہے۔ پھر انصار نے التماس کی یا رسول اللہ اگر حضور پُر نور ہمارے ساتھ دیار مدینہ کے طرف تشریف لے چلیں تو زہے نصیب ہمارے۔ اور حضور ہی کا حکم اُس دیار میں واجب التعمیل ہوگا۔ جو کچھ ارشاد عالی ہوگا ہم بندگان اُس کی تعمیل بجان و دل کریں گے۔ ارشاد ہوا کہ ابھی مجھکو مکہ سے باہر نکلنے کا فرمان نازل نہیں ہوا جس وقت حکم ہوگا اور جس طرف اشارہ ہوگا یہ صورت ظہور میں آوے گی۔

بعد اس کے حضور والا نے انصار کو رخصت کیا اور دعائے خیر فرمائی۔ اور انصار دولت ایمان سے مالا مال ہو کر مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پروردگار عالم کی جانب توجہ کی اور معاملہ ہجرت اور مقام ہجرت کے بارے میں معروضات پیش کئے۔ چنانچہ عالم رؤیا میں آنحضرت کو ایک مقام دکھلایا گیا۔ جس کے صفات دو تین مقامات میں پائے جاتے تھے۔ ایک مقام ھجر سے مشابہ تھا جو بحرین کے شہروں میں سے ہے۔ دوسرا قنسرین سرزمین شام میں تیسرا یثرب سرزمین حجاز میں:۔

(بحوالہ مدارج النبوۃ) روضۃ الاحباب میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب مقام مجھکو صریح طور پر دکھلایا گیا ہے جو نخلستان ہے اور دو پہاڑوں کے درمیان سرسبز و شاداب مقام ہے۔ لیکن ابھی تک تعین وقت ہجرت کا نہیں فرمایا گیا ہے۔ چند روز بعد حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو ہجرت مدینہ کی رخصت عطا کی۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب مع اپنے برادر زید ابن الخطاب اور عیاش ابن ربیعہ مع بیس سواران صحابہ کبار۔ اور حضرت حمزہ ابن عبد المطلب و عبد الرحمٰن بن عوف اور طلحہ بن عبد اللہ و حضرت عثمان غنی بن عفان۔ زید بن حارثہ۔ عمار بن یاسر عبد اللہ بن مسعود و بلال وغیرہم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی (معارج النبوۃ میں ہے) کہ اکثر صحابہ نے خفیہ طور پر ہجرت کی۔ لیکن حضرت عمر نے علی الاعلان بعد ادائے طواف و نماز حرم کعبہ میں کفاران قریش کے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کسی کو مقابلہ کرنا ہو وہ بیرون حرم پہنچکر مجھ سے مقابلہ کرے مگر کسی کو جرات مقابلہ نہو کی اصحاب جو ہجرت نکر سکے کفار مکہ کے پنجہ ظلم و ستم میں مبتلا رہے۔

# باعث اشتعال خصومت کفاران مکّہ

(سنلہ نبوی میں) ابو طالب سردار قریش اور بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دائمی مفارقت کے ساتھ ہی جو حالت امن و آسائش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کے لئے باسباب ظاہر تھی رخصت ہو چکی تھی اور ان ہجوم مصائب میں خود حضور پر نور منتظر امداد غیبی کے تھے۔ کہ یک بیک ۱۲ سنہ نبوی میں اہل مدینہ کے قبول اسلام اظہار اطاعت و وعدہ رفاقت سے حضور سرور کائنات علیہ الثنا و التحیات کو تسلی کی صورت ہوئی اور صحابہ کو ہجرت مدینہ کی اجازت ملی۔

اسی سال ۱۲ سنہ نبوی ۲۷ ماہ رجب کو صاحب البراق والمعراج مسند نشین قاب قوسین او ادنیٰ سید المرسلین محبوب رب العالمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ ازواجہ وآلہ واصحابہ بارک وسلم کو مرتبہ تقرب باری تعالیٰ سے مرحمت ہوا۔ تو اسکی صبح کو سرور کونین سلطان دارین حرم کعبہ میں رونق افروز ہوئے۔ ابوجہل بن ہشام جو ایک معزز قریش اور سخت ترین دشمن اسلام تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا۔

فمر بہ ابوجھل فقال لہ کالمستھزئ ھل استفدت اللیلۃ شیئا فقال نعم اسری بی اللیلۃ الی بیت المقدس قال ثم اصبحت بین ظھرانینا فقال نعم فخاف ان یخبر بذلك عنہ فیجحدہ النبی فقال اتخبر قومك بذلك فقال نعم فقال ابوجھل یا معشر بنی کعب بن لوی ھلموا فاقبلوا فحدثھم النبی فمن بین مصدق و مکذب و مصفق و واضع یدہ علی راسہ وارتد الناس ممن کان امن بہ وصدقہ۔ وسعی رجال

پس ابوجہل جو ایک معزز قریش اور اسلام کا سخت دشمن تھا وہاں سے گذرا اور تمسخر کے طور پر کہنے لگا کہ آج بھی کوئی بات حاصل ہوئی ہے آپ نے کہا کہ ہاں آج شب کو بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں تک مینے سفر کیا ہے۔ اس نے کہا رات کو یہ سفر صبح مکہ میں۔ آپ نے کہا ہاں ایسا ہی تھا۔ ابوجہل نے یہ بات سن کر قریش کو پکارا۔ لوگ اکٹھے ہوئے تو تعجب کے طور پر آپ کی زبان سے یہ واقعہ ان کو سنوایا۔ بعض نے مانا اور بعض نے نہ مانا۔ بعض نے تالیاں پیٹنی شروع کیں اور بعض نے حیران ہو کر سر پر ہاتھ رکھ لیا اور جو لوگ ضعیف الایمان

تھے وہ دین سے منحرف ہوئے اُس وقت چند اشخاص ابوبکر صدیق کے پاس گئے اور کہا کہ تمہارا رفیق یوں یوں کہتا ہے۔ ابوبکر نے کہا اگر یہ بات رسول خدا نے کہی ہو سچ ہے اور جس عالم بزرگ میں نکی اس امر میں تصدیق کرتا ہوں کہ آسمان سے صبح و شام کو خبر آتی ہے تمہارے لئے یہ کوئی عجیب خبر نہیں ہے۔ اور حضرت

من المشرکین الی ابی بکر فقالوا ان صاحبک یزعم کذا و کذا۔ فقال ان قال ذلک فقد صدق۔ انی لاصدقہ بما ھو ابعد من ذلک اصدقہ بخبر السماء فی غدوۃ وروحۃ۔

(ابن اثیر)

ابوبکر اسی روز سے صدیق مشہور ہوئے۔ اور آپکی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔ پارہ ۲۴ ع۔ وہ شخص کہ آیا ساتھ سچ کے اور جس نے سچا مانا اسکو وہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

سعید بن منصور نے اپنے سنن میں لکھا ہے کہ ۱۲ نبوی میں جب حضور پرنور مسند نشین قاب قوسین حلیب آلہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری مقام ذی طوی پر پہونچی اُس وقت ارشاد عالی ہوا۔ کہ اے جبرئیل میری قوم اس واقعہ معراج کی تصدیق نہ کرے گی جبرئیل نے عرض کیا یا حبیب اللہ آپ کی تصدیق ابوبکر کریں گے وہ صدیق ہیں۔

صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے دیکھ کر قریش کے دلوں میں کھٹکا پیدا ہوا کہ اسوقت تک چند تک آپکے حامی تھے اور اب اہل مدینہ ان کے شامل ہو گئے ہیں مبادا مکہ کے مہاجر اور مدینہ کے انصار ملکر ہم پر حملہ کریں اور سابقہ تکالیف کا بدلہ لیں اس واسطے اکابر قریش نے ایک کمیٹی رسول خدا کے برخلاف دار الندوہ[۱] میں کی اور بہت مباحثہ کے بعد رسول خدا کے قتل کی تجویز قرار پائی۔

پس مشرکین کفار نے دار الندوہ میں جمع ہوکر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ حضرت مکہ سے باہر چلے جاویں اور ہم کو پچھتانا پڑے۔ چنانچہ مشورہ ہونے لگا اُسوقت شیطان بصورت شیخ نجدی ندوہ میں آیا اور کہنے لگا کہ مجھکو خبر ملی ہے کہ ایک اہم مشورہ ہو رہا ہے لہذا میں صلاح نیک دینے آیا ہوں۔

(سورۃ الانفال) قَالَ اِبْلِیْسُ مَا اَرَدْتُ اِلَّا ما

---

[۱] دار الندوہ مکہ میں ایک مکان تھا جس میں قریش مشورہ کے واسطے جمع ہوا کرتے تھے۔

اَدری وَمَا اَھدِیکُمُ اِلَّا سَبِیلَ الرَّشَادَ
حاضرین نے اُس کی تعظیم و تکریم کی۔ ابوجہل نے سوال کیا کہ محمدؐ کے بارہ میں کیا تدبیر اختیار کی جاوے اور کس طریقہ سے اُس کو ہلاک کیا جاوے۔؟ ابوالبختری بن ھشام سب سے اول کھڑا ہوا اور کہا کہ محمدؐ کے گلے میں طوق اور پیروں میں زنجیر ڈال کر ایک مکان میں مقید کیا جاوے تاکہ منفسد لوگوں کی طرح بھوکا پیاسا مر جائے۔

(شیخ نجدی) بِئْسَ مَا قُلْتَ یَا اَبَا الْبَخْتَرِیْ اے ابوالبختری تمہاری رائے نہایت لغو ہے۔
اس شخص کو اگر کوٹھریوں میں بند کیا جاوے تب بھی اُس کی خوشبو نہیں چھپ سکتی۔ اُس کا قبیلہ اُس کے متبعین جان نثار عشاق مکان توڑ کر نکال لے جاویں گے۔ عمرو بن ھشام بولا کہ محمدؐ کو سرکش اونٹ پر جکڑ کر صحرا میں چھوڑ دو اور پھر کبھی مکہ نہ آنے دو۔ اس طریقہ سے ہم اُس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔
شیخ نجدی نے اُس کی بھی تردید کر دی۔ اور کہا کہ یہ تدبیر اول سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ کیا تم کو محمدؐ کی شیریں بیانی و سحر کلامی معلوم نہیں وہ اپنی دلکش باتوں سے غیروں کو مفتون و شیدا بنا لیتا ہے۔ جہاں جائیگا چند روز میں ہزاروں کو اپنا دلدادہ و جان نثار بنا لیگا۔ پھر وہ لوگ محمدؐ کا انتقام لینے تم پر دوڑ پڑیں گے اور تم میں سے ہر شخص کو ڈھونڈ کر قتل کر ڈالیں گے۔ بالآخر ابوجہل نے یہ تدبیر ظاہر کی کہ عرب کے ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی منتخب کیا جاوے اور رات کو جمع ہو کر محمدؐ کے گھر میں کو دپڑیں اور دفعتاً تلواروں سے بوٹی بوٹی علیحدہ کر دیں اور اپنے گھروں کو واپس جاویں۔
صرف قبیلہ بنی ہاشم اُن کا طرفدار ہے باقی کل قبائل محمدؐ سے نالاں ہیں۔ صبح کو جب بنی ہاشم کو خبر ہوگی تب وہ معہ قبائل کچھ فساد نہ کر سکیں گے اور چار و ناچار دیت (خونبہا) لینے پر رضامند ہو جاویں گے۔ جو سو اونٹ ہوں سو درہم آسانی سے ادا کریں گے اور تمام مخمصات کا انسداد ہو جاویگا۔ چنانچہ اس رائے کو حاضرین نے بالاتفاق منظور کیا اور بڈھے نجدی نے ابوجہل کی بہت تعریف و تحسین کی۔ قرار پایا کہ محمدؐ قتل کر دیا جاوے اور مجلس برخاست ہو۔

———— ⁂ ————

# احکام ہجرت

(صحیح بخاری عن عائشہؓ) فھاجر من ھاجر قبل المدینۃ ورجع عامۃ من کان ھاجر بارض الحبشۃ الی المدینۃ ۔ لم یتخلف معہ بمکۃ احدٌ من المھاجرین الا من حُبس او فُتن الا علی ابن ابیطالب و ابوبکر ابن ابی قحافۃ وکان ابوبکر کثیرا لیستاذن رسول اللہ فی الھجرۃ فیقول لہ رسول اللہ لا تعجل لعل اللہ یجعل صاحبا فیطمع ابوبکر ان یکونہ ۔

تمام صحابہ نوبت بہ نوبت روانہ ہونے شروع ہو گئے اور جو لوگ ملک حبش کو ہجرت کر گئے تھے وہ بھی اس خبر کو سُن کر مدینہ کی جانب عازم ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اجازت ہجرت کے منتظر تھے اُس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علی مرتضیٰ اور ابوبکر صدیق کے سوا اور کوئی نہ تھا ابوبکر اکثر اوقات ہجرت کی اجازت طلب کرتے تھے مگر رسول خدا یہی کہتے تھے کہ جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تمہارا کوئی رفیق بنا دے تب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کے ہمراہ ہونے کی امید ہوئی۔

جلسۂ کفار کے دوسری صبح کو جناب باری تعالیٰ نے حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کفار سے ذریعہ وحی مطلع فرمایا۔

(بحوالہ تفسیر کشاف وغیرہ پارہ ۹ سورۂ انفال) وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ۝

اس مجمع کفار کی خبر بذریعہ وحی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باری تعالیٰ دیتا ہے یعنی جس وقت کفار مکہ آپ کے خلاف تدابیر و مشورے کرتے تھے کہ آپ کو قید کریں یا مار ڈالیں یا جلاوطن کریں اور آپ کے اور اللہ کے ساتھ مکر و فریب کریں۔ اللہ تعالیٰ تمام مدبرین مکاروں سے بہتر مدبر ہے

چنانچہ حضرت رسول اللہ دوپہر کے وقت ابوبکر کے مکان پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔

(بخاری) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اُذن لی فی الخروج فقال ابوبکر الصحابۃ

فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھکو ہجرت کا حکم مل گیا ہے تمہاری رفاقت میں۔ ابوبکر نے

یارسول اللہ قال نعم۔
عرض کیا کہ کیا ایسا حکم ہے فرمایا ہاں۔

حضرت صدیق کو حضور محبوب الٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی ایسی خوشی ہوئی کہ آپ کے آنسو نکل آئے

عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر انت صاحبی علی الحوض و صاحبی فی الغار۔
ابن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ابوبکر تم حوض کوثر پر بھی میرے ساتھی ہو گے اور غار میں بھی رفیق ہو گے۔

چنانچہ حضرت صدیق نے سامان سفر شروع کر دیا۔

(پ التوبۃ) فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔
تحقیق مدد دی حق تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جبکہ کفار نے آنحضرت کو مکہ سے نکالنا چاہا اور رب العالمین نے اجازت دی ہجرت کی رسول اللہ کو۔

یار غار نے عرض کیا کہ میں نے اسی خیال سے دو اونٹنیاں پیشتر مہیا کر لی ہیں۔ اور عبد اللہ بن اریقط کو جو عرب کے مشرکین سے تھا رہنمائی کی غرض سے اجورہ دار مقرر کر لیا ہے اور وہ اونٹنیاں اُسکے سپرد کر دی ہیں وہ اُن کو غار ثور لے آویگا۔ غرض کہ ضروری ہدایات فرما کر آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان پر تشریف لے آئے۔

# واقعہ ہجرت در شب پنجشنبہ غرہ ربیع الاول سلہ ہجری

اس شب میں مطابق قرارداد اراندوہ مسلح کفار مشرکین نے بیت النبی کا محاصرہ شروع کیا

## اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ تم مکہ میں رہو اور آج کی شب میرے بستر پر آرام کرو حافظ حقیقی تمہاری حفاظت کرے گا۔ اور کل صبح کو اہل مکہ کی امانتیں اُن کو حوالہ کر کے وصیتیں پہونچا نا بعدہ مدینہ چلے آنا۔ چونکہ حضرت نبی کریم کو بالاتفاق کل اہالیان مکہ صادق وامین کہتے تھے اس لئے اکثر لوگوں نے اپنا مال بطور امانت آنحضرت کے سپرد کر دیا تھا۔

پس اُس کی واپسی کی ہدایات فرمائیں۔ اور بستر پر سو رہنے کا حکم دیا کہ کفار یہ تصور کریں کہ حضور والا آرام کر رہے ہیں اور تعاقب سے باز رہیں۔ حضرت علیؓ نے بلا تردد ردائے مبارک اوڑھ لی اور نہایت اطمینان سے سونے لگے اور بحکم الٰہی جبرئیل علیہ السلام بستر کا پہرہ دینے لگے۔ ایسے نازک وقت میں جبکہ صدہا اشقیا مکان کا محاصرہ کئے ہوتے تھے اور ننگی تلواروں کا پہرہ تھا اور صبح کو اُن کا عزم رسول اللہ کو قتل کرنے کا تھا۔

حضرت شیر خدا کا تن تنہا اُس مکان کے اندر خاص بستر رسول اللہ پر باطمینان کامل سو جانا دلیل کمال شجاعت و جاں نثاری و اطاعت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھی حضرت علی کی شان میں یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔(پ۲ سورۃ البقرہ) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ ٥ یعنی وہ شخص بڑا جوانمرد شجاع ہے جو بیچتا ہے اپنی جان کو رضامندی خدائے تعالیٰ کیواسطے۔ اور خدائے تعالیٰ مہربان ہے اپنے بندوں پر جو جان فدا کرتے ہیں اُس کی خوشنودی میں۔ اور حضرت سراپا اعجاز صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ یٰس فھم لا یبصرون تک پڑھ کر مٹی پر دم کری اور کفار کی طرف پھینکی اُن کی آنکھوں میں خاک بھر گئی اور سیدنا نور علی نور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کور باطن نہ دیکھ سکے۔ حضور والا مکان سے نکل کر ابوبکر صدیق کے مکان پر پہونچ گئے۔ آنحضرت نے یہ آیت بھی پڑھی۔

وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۔ (پارہ ۱۵ رکوع ۵)

یعنی جب پڑھا تو نے قرآن کو گردانا ہم نے درمیان تیرے اور اُن لوگوں کے جو ایمان نہیں لائے تھے آخرت کا ایک حجاب تاکہ وہ اُس پردہ کے حائل ہو جانے کی وجہ سے تجھکو نہ دیکھ سکیں

من بعد ہمراہی صدیق اکبر مکان سے برآمد ہوئے۔(پ۷ سورۃ المایدہ)

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ٥ — نہیں پھینکی مٹھی خاک تو نے ولیکن پھینکی اللہ نے مٹھی خاک۔

پڑھتے ہوئے لشکر کفار سے گذرنے لگے۔ صدیق جاں نثار کی یہ حالت تھی کہ کبھی آنحضرت کے آگے کبھی داہنے اور کبھی پیچھے اور کبھی بائیں جانب چلتے گویا چہار جانب سے حفاظت کرتے تھے۔ سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے کفار صرف ابوبکر کو دیکھتے اور اُن کو آواز دیکر پوچھتے تھے تو دجسم اُن کو نظر نہ آتا تھا۔ مگر تاریکی شب اور پتھریلی ناہموار راہ کی وجہ سے قدم قدم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھوکریں کھاتے تھے۔ پاہائے

نازک رنجور ہوتے تھے اُس وقت عاشق جاں نثار کے دل کو قرار نہ ہوسکا۔ سر نیاز جھکا کر عرض کیا ؎

گر بر سر و چشم من نشینی ــــ نازت بکشم کہ نازنینی

روحی فداک یا رسول اللہ۔ حضور میرے کندھوں پر بیٹھ جاویں تاکہ میری روح کو آرام پہونچے۔ چنانچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یار غار کے کندھوں پر سوار ہوگئے۔ اور حضرت صدیق نہایت شاداں و فرحاں راستہ طے کرنے لگے۔ ہر شخص صرف صدیق اکبر کو دیکھتا مگر روح مجسم راکب دوش ابی بکر کسی کو رباطن کو نظر نہ پڑتی۔ اس طور پر جب ابوبکر لشکر کفار سے بہت دور نکل گئے اور قریب جبل ثور پہونچے صبح بھی قریب طلوع تھی۔ (غار ثور یہ مقام مکہ سے تقریباً ڈھائی کوس بجانب جنوب واقع ہے) سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مناسب یہی ہے کہ ہم اس پہاڑ کے غار میں دن بھر مخفی رہیں بعدہٗ سفر مدینہ اختیار کریں ؎

پا پیادہ ہوئے راہی طرفِ دشت و جبل ــــ ساتھ افضال الٰہی کی جلو میں پلٹن
لڑکھڑاتے تھے قدم راہ میں چلتے چلتے ــــ لغزش پا کہے دیتی تھی غضب کی تھی تھکن
آہ امت کے لئے اُس نے صعوبت جھیلی ــــ جس کا مرکب ہوا رفرف سا خدائی توسن
تین ہی میل چلے ہوں گے شفیع عالم ــــ دامنِ کوہ میں آیا جو نظر غار کہن
عرض کی حضرت صدیق نے بہتر ہے یہی ــــ کہ ہم اس غار کو اب اپنا بنالیں مسکن
آپ ٹھہریں تو زمیں صاف میں کروں جاکر ــــ اور جھاڑو کے لئے کافی ہے میرا دامن
گھس گئے غار میں بے خوف جناب صدیق ــــ اُن کو آسان تھے وہ کام جو ہوتے تھے کٹھن
پہلے کوڑے سے اُسے صاف کیا سر تا سر ــــ بند تہبند کے ٹکڑوں سے کئے سب روزن
دو جو سوراخ بچے اونپہ لگا کر ایڑی ــــ عرض کی حضرت صدیق نے یا شاہ زمن
آئیے۔ آئیے حاضر ہوں۔ میں خدمت کے لئے ــــ جلوہ گر ہو کے سیہ خانہ کو کیجئے روشن

(امام فخر الدین رازی) لکھتے ہیں کہ حضرت رسول کریم و صدیق در غار پر پہونچے

فلما وصلا الغار دخل ابوبکر الغار اولا یلتمس ــــ پہلے ابوبکر صدیق غار میں داخل ہوئے تاکہ اُس کی جانچ
ما فی الغار فقال لہ النبی مالک فقال ــــ پڑتال کریں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الغیران مأوی السباع والھوام فان کان فیہ شئی کان بی لا لک (تفسیر کبیر جلد اول)

کیا کرتے ہو۔ عرض کیا کہ غاروں میں کیڑے کوڑے اور درندے ہوا کرتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا جانور ہو تو اُس کا اثر مجھ تک پہونچے اور آپ محفوظ رہیں۔

الغرض بعد صفائی کے بہت سے سوراخ غار میں تھے اُن کو اپنے تہبند کے ٹکڑوں سے بند کیا۔ اور پھر بھی دو سوراخ باقی رہ گئے اُن دونوں کو اپنی ایڑیوں سے بند کر کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ تشریف لائیے۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسل راہ کی وجہ سے لیٹ رہے اور زانوے صدیق پر سر رکھکر آرام خواب فرمانے لگے۔

حضرت انس نے۔ حضرت صدیق سے روایت کی ہے کہ صبح کو حضور پر نور نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمھارے پاس جو کپڑا تھا وہ کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ اُس سے سوراخ ہائے غار میں نے بند کئے تھے۔ وہ اس میں کام آگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دست ہائے مبارک اُٹھا کر دعا فرمائی اے پروردگار میرے ساتھ قیامت کے دن ابوبکر کے درجے بھی بڑھا دیا وحی ہوئی کہ آپ کی دعا قبول ہوئی۔

یہی روایت ازالۃ الخفا مصنفہ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کے صفحہ ۱۴ پر بسند حضرت عمر فاروق اعظم درج ہے ؎

منبع بوئے حقیقی جو نہاں غار میں تھا ۔۔۔ تو وہ خاک بنا رشک صحن گلشن

ذات والا پہ ہوا نیند کا غلبہ طاری ۔۔۔ زانوے یار پہ وہ سو گئے رکھکر گردن

خواب نوشیں میں تھے محبوب جناب باری ۔۔۔ گود میں سر کو لئے بیٹھے تھے صدیق زمن

اس غار میں ایک سانپ رہتا تھا جس کے سوراخ کپڑے سے بند تھے اور وہ نکلنا چاہتا تھا مگر جس سوراخ پر ایڑی صدیق اکبر لگی ہوئی تھی نرم پا کر کاٹا باوجود اس کے آپ نے ایڑی نہ ہٹائی مگر درد سے آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ چند قطرے آنحضرت کے روئے مبارک پر گرے حضور نے بیدار ہو کر دریافت فرمایا یار غار نے عرض کیا کہ کسی گزندے نے کاٹا ہے فرمایا ایڑی ہٹالو۔ لبعدہٗ لعاب دہن اُس پر لگایا معاً اثر زہر زائل ہو گیا اور دعائے خیر کی [1]

[illegible]

[1] (خاندان مصنف میں جو محمد بن ابی بکر سلسلہ میں ہر چند لوگ اس دعا حضور کے اثر سے زندہ رہے۔ سانپ کے زہر نے اثر نہیں کیا۔)

بچشنبہ یکم ربیع الاول ۱؁ہجری کی صبح کو کفار مکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کی دیواریں پھاند کر اندر داخل ہوئے تو بجائے حضور پرنور کے **حضرت علیؓ** کو بستر پر پایا ہمت وجرأت زایل ہوئی اور خاسر و پشیمان فوراً مکان سے باہر چلے گئے من بعد اعلان کیا گیا کہ جو سر مبارک لاوے گا۔ سو اونٹ پاوے گا۔ چنانچہ کفار سوار و پیدل مختلف سمتوں کو تلاش میں روانہ ہوئے مگر کچھ بے دین نشانات قدم حضرت **صدیقؓ** پر جبل ثور پر پہونچے اور متلاشی ہوئے۔ اس طرف معین وحافظ حقیقی کے حکم سے **درِ غار** پر مکڑی نے جالا پور دیا۔

(مسند بزار) ابو نعیم نے حلیہ میں لکھا ہے کہ دو بار مکڑی نے بحکم باری تعالیٰ بغرض حفاظت جالا پورا تھا۔ اولاً اُس وقت میں جبکہ جالوت حضرت داود کے تجسس میں نکلا تھا اور دوسری بار سرور انبیا علیہ السلام کی حفاظت کے واسطے جب حضور والا غار ثور میں داخل ہوئے۔ اور در کے متصل ہی ایک درخت ببول پیدا ہو گیا اور کبوتران صحرائی نے گھونسلہ بنا کر انڈے بھی دیدئے کفار لوگ درخت کے قریب پہونچکر کہنے لگے کہ یہاں تک نشان قدم پہونچتا ہے۔ اب آگے پتہ نہیں چلتا ممکن ہے کہ اس غار میں ہوں۔ لیکن جب دیکھا کہ درِ غار پر مکڑی کا جالا تنا ہوا ہے اور کبوتران صحرائی اپنے انڈوں پر بیٹھے ہوے ہیں کہنے لگے اس غار میں ہرگز حضرت نہیں ہیں۔ ورنہ جالا ٹوٹ جاتا اور کبوتر آشیانہ نہ رکھتے اُس وقت حضرت صدیق نے عرض کیا اور جواب ملا اس حدیث بخاری سے عیاں ہے

قال لو ان احدھم نظر تحت قدمیہ لا نظرنا قال ما ظنك باثنين الله ثالثهما۔ یعنی ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ان لوگوں نے اپنے زیر قدم کی جانب دیکھا تو وہ ہم کو ضرور دیکھ لیں گے۔

ارشاد محبوب الٰہ ہوا کیا گمان ہے تیرا ساتھ دو کے (ان دو شخصوں کے ساتھ) اللہ تیسرا ہے ۔

ظَنُّوا الحَمَامَ وَظَنُّوا العَنكَبُوتَ عَلىٰ خَيْرِ البَرِيَّةِ لَمْ تَنْسِجْ وَلَمْ تَحُمِ

شد گمان کفار را کاعجب کبوتر عنکبوت پردہ نہند بر پیمبر مرغ نہند آشیاں

انتہائی افضلیت حضرت صدیق کی دلیل ہے۔ اور کلام الٰہی اُس پر موید۔

(التوبۃ) اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ یعنی حضرت نے اپنے یار غار صدیق سے فرمایا جبکہ انکو کفار کے قریب آجانے سے خوف ہوا کہ تم کچھ غم واندیشہ مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے دشمنوں کی شر سے بچانے اور مدد کرنے میں

(۱؎) قافلہ مع چند مسلح جوانان قریش)

| | |
|---|---|
| فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ؕ | پس اللہ تعالیٰ نے رحمت و تسکین حضرت ابوبکر صدیق کی اور ایسے لشکروں کو بھیجکر مدد کی جو نظر نہ آتے تھے۔ |

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ جب باہر نکل گئے اور فرعون نے تعاقب کیا اُس وقت بنی اسرائیل ڈر گئے اور حضرت موسیٰ سے خبر آمد بیان کی تھی تو حضرت نے فرمایا

اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ۔ یعنی تحقیق خدا میرے ساتھ ہے۔

علما نے یہ نکات ظاہر کئے ہیں کہ حضور حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہود اور حضرت کلیم اللہ کے شہود میں بہت زیادہ فرق مراتب ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ کی اوّل نظر اللہ کے وجود پر پڑی اور بعدہ اپنی ذات پر اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ یعنی اول نام خدا کا لیا۔ اور کلمہ جمع میں ذات بابرکات کے ساتھ صدیق رضؓ کو مشمول فرمالیا۔ برعکس اس کے موسیٰ علیہ السلام کی نظر اول اپنی ذات پر اور بعدہ وجود حق پر پڑی اور فرمایا ان معی ربی۔ اور یہ دونوں صورتیں قرب اور شہود کی اقسام سے ہیں۔ لیکن اوّل اکمل و اقرب ہے

(حدیث) مَارَایتُ شَیئًا اِلَّا وَرَاَیتُ اللّٰهَ قَبلَه یعنی نہیں دیکھا میں نے کسی چیز کو مگر یہ کہ دیکھا میں نے اللہ کو اُس سے قبل۔

یعنی ہر شے سے قبل میری نظر اللہ پر پڑی (مناہج النبوت صفحہ ۲۲۳) حضرت صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شب غار کے بعد سے مجھ پر نہ کبھی دین کے معاملہ میں کچھ خوف ہوا اور نہ کبھی پریشانی ہوئی اس لئے کہ جب آنحضرت نے مجکو اس سب میں خائف پایا تو فرمایا گھبراؤ مت اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ دین اسلام جاری ہوگا اور تم منظفر و منصور رہو گے۔

(مولانا روم علیہ الرحمۃ)

خواجہ اول کہ۔ اول یار اوست ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اوست

چون سکینہ شد زحق منزل برو گشت مشکل ہاے عالم حل برو

اور مدد دی رسول اللہ کو لشکر ملائک سے کہ نہیں دیکھا تم نے اُن فرشتوں کو جو حفاظت غار ثور و بدر و حنین و احزاب میں نازل ہوئے تھے۔

# کیفیت اقامت غار و حسنِ انتظام

(صحیح بخاری) فکمنا فیہ ثلث لیال یبیت عندھما عبداللہ ابن ابی بکر فیدلج من عندھما بسحر فیصبح مع قریش بمکۃ کبائتٍ فلا یسمع امرا یکتادان بہ الا وعاہ حتی یاتیھما بخبر ذلک حین یختلط الظلام فیرعی علیھما عامر بن فھیرۃ مولی ابی بکر منحۃ من غنم فیریحھا علیھما حین تذھب ساعۃ من العشاء فیبیتان فی رسل وھو لبن منحتھما ورضیفھما حتی ینعق بھا عامر بن فھیرۃ بغلس یفعل ذلک فی کل لیلۃ من تلک اللیالی الثلث

بخاری حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ و ابوبکر تین رات غار میں مقیم رہے عبداللہ بن ابوبکر رات کے وقت حضرت کی خدمت میں رہتے اور آخر شب میں رخصت ہوکر علی الصباح مکہ میں قریش سے جا ملتے اور جو خیالات اُن کے معلوم کرتے شام کے وقت جب اندھیرا ہو جاتا رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیان کر دیتے۔ عامر بن فہیرہ غلام حضرت ابوبکرؓ بکریاں دودھیل اپنے آقا کی اوسی پہاڑ ثور پر چرایا کرتا اور عشا کے وقت بکریوں کو غار کے اندر کر دیتا رات میں دونوں حضرات اُنکا دودھ پیتے رہتے حتی کہ اخیر رات میں عامر بکریوں کو آواز دیتا اور وہ غار سے باہر جاتیں اسی طور پر ان تینوں رات عامر ایسا عمل کرتا رہا۔

اس عرصہ میں کفار قریش کی تلاش کا خدشہ بھی کم ہوگیا اور تیسرے روز عبداللہ بن اریقط دو اونٹنیاں لے آیا اور حضرت ابوبکر کے گھر ناشتہ سفر طیار کیا گیا جس کی تائید ذیل کی روایت سے ہوتی ہے۔

(اخرج البخاری عن عائشہؓ قالت عائشۃؓ فجھزناھما احث الجھاز وصنعنا لھما سفرۃ فی جراب فقطعت اسماءُ بنت ابی بکر قطعۃ من نطاقھا فربطت بہ فم الجراب ثم لحق رسول اللہ و ابوبکر بغار فی جبل ثور

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے اُن دونوں صاحبوں کے واسطے سامان سفر طیار کیا اور توشہ دان میں کھانا رکھدیا اسماء بنت ابوبکر نے اپنے کمربند کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ناشتہ دان کا منہ بند کیا اور رسول اللہ و ابوبکر کے پاس غار جبل ثور میں پہونچایا گیا۔

اور دیگر ضروری سامان سفر مع اونٹوں کے عبداللہ بن اریقط لایا تھا۔ چنانچہ جذعا نامی اونٹنی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور اپنے پیچھے ابوبکر صدیق کو بٹھلایا۔ دوسری اونٹنی پر عبداللہ عامر سوار ہوئے۔ حضرت نبی کریم نے یہ آیہ تلاوت فرمائی۔

وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا ۔ پ ۱۵ ۔ ع ۹ (بنی اسرائیل)

اے رب میرے داخل کر مجھکو جائے امن (مدینہ) میں اور نکال مجھکو ساتھ سلامتی کے مکہ سے۔ اور عطا کر مجھکو ایک دلیل جو یا رو مددگار ہو میری۔

# اعجاز اثنائے سفر

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے روز مکہ سے نکلے تھے اور پنجشنبہ کے دن غار ثور سے غرہ ربیع الاول میں (مطابق ۱۵ جولائی ۶۲۲؁ عیسوی) روانہ مدینہ طیبہ ہوئے تھے۔ براہ ساحل کوچ فرمایا تھا۔ اثنائے راہ میں اکثر متعارف حضرت ابوبکر کو پہچان لیتے اس لئے کہ آپ تجارت کی غرض سے اکثر سفر کرتے تھے مگر حضرت نبی کریم سے ناواقف ہوتے تو دریافت کرتے کہ اے ابوبکر تمھارے آگے کون شخص ہے۔ (بحوالہ حدیث بخاری)

فیقول هذا الرجل یهدینی الطریق فیحسب الحاسب انه انما یعنی بالطریق وانما یعنی سبیل الخیر

آپ جواب دیتے کہ یہ میرا راہ نما ہے۔ لوگ اس سے راہ بتانے والا مراد لیتے تھے اور ابوبکر کی مراد رہنمائے ہدایت دین ہوتی تھی۔

اس تدبیر سے منزل بمنزل کوچ و مقام کرتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

حدیث صحیح بخاری حضرت ام المومنین بی بی صدیقہ رضؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن اریقط بڑا واقف کار رہبر تھا (یہ بنی عبد بن عدی میں سے تھا اور عاص بن وائل سہمی کا حلیف اور کفار قریش کے دین کا تابع تھا) غرض کہ اس رہبر نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمندر کے کنارے راستہ پر پہونچایا۔ اور ایک مقام پر حضور پرنور نے قیام فرمایا تھا۔

# واقعات عجیبہ

**سراقہ بن جعشم** کا بیان ہے کہ میرے پاس کفار قریش کے قاصد آئے اور کہا کہ جو کوئی آنحضرت والبوبکر کو قتل کرے خواہ زندہ گرفتار کرا دے ہر ایک کے معاوضہ میں سو سو اونٹ پاویگا۔ یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ سراقہ کا بیان ہے کہ میں اپنی قوم **مدلج** میں بیٹھا تھا۔ ایک شخص وہاں آیا اور ہمارے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اُس نے کہا اے سراقہ میں نے بے شبہ چند لوگوں کو ساحل سمندر پر دیکھا وہ ضرور **محمدؐ** اور اُن کے اصحاب تھے۔ سراقہ نے اپنے دل میں کہا کہ بے شک اس کا بیان سچا ہے اور وہ لوگ وہی ہیں۔ مگر میں نے بظاہر اُس کو جھٹلایا اور کہا کہ تو نے فلاں فلاں شخص کو دیکھا ہوگا جو ہماری آنکھوں کے سامنے گئے ہیں۔ پھر میں تھوڑی دیر اُس مجلس میں بیٹھکر اپنے گھر گیا اور لونڈی سے کہا کہ گھوڑا کس کر باہر لیجا اور فلاں ٹیلے کے قریب کھڑی ہو جانا میرا انتظار کرنا۔ وہ گھوڑا لے کر چلی گئی میں کوٹھے سے اترا۔ نیزا ہاتھ میں لیا اُس کی شام زمین کی طرف جھکا دی اور اُس کا بالائی حصہ بھی جھکا کر چلا جب گھوڑے کے پاس پہونچا تو اُس پر سوار ہوا۔ اور گھوڑے کو دوڑانا شروع کیا تاکہ جلد تر آنحضرت کے پاس پہونچ جاؤں حتیٰ کہ جب قریب پہونچا گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں گھوڑے سے گر پڑا۔ پھر میں کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا۔ اور تیر نکال کر فال نکالی کہ آیا میں اُن لوگوں کو نقصان پہونچا سکوں گا یا نہیں؟ مگر فال میں وہ بات نکلی جس کو میں برا سمجھتا ہوں تاہم میں گھوڑے پر سوار ہوا اور میں نے تیروں کی فال کو نہ مانا۔ اور گھوڑے کو تیز کر دیا یہاں تک کہ میں اس قدر قریب جا پہونچا کہ مجھکو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کی آواز سنائی دیتی تھی"۔ مگر سرکار دوعالم ادھر اُدھر نہ دیکھتے تھے لیکن ابوبکرؓ ہر چہار جانب کو نظریں دوڑا رہے تھے انہوں نے مجھکو دیکھکر حضرت رسول اللہ کو آگاہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت سے میری طرف اشارہ کیا اور کچھ پڑھا۔

**اللھم اکفنا شرہ بما شئت** ۔ اے اللہ کفایت کر میری اس کے شر سے۔

فوراً میرا گھوڑا دوڑنے کی حالت میں زمین میں دھس گیا۔ اور میں اُس پر گر پڑا۔ پھر میں نے گھوڑے کو ڈانٹا تو بڑی مشکل سے میرے گھوڑے کے پیر زمین سے باہر نکلے۔ اور ایسا غبار زمین سے نکلا کہ آسمان تک چڑھ گیا۔

دہوئیں کے مثل - پھر میں نے فال نکالی - اور فال بد نکلی - بالآخر میں نے حضور صاحب اعجاز صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار کر طلب امان چاہی۔

فرمایا - اللھم ان کان صادقا فاطلق فرسه اے اللہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو اس کے گھوڑے کو رہائی دے

اُس وقت حضور والا کھڑے ہوگئے پھر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سرکار کائنات کے حضور میں پہونچا۔

اور جب حضور پر نور تک مجھکو پہونچنے میں یہ مصائب پیش آئے تو میں نے دل میں خیال کیا کہ بے شک حضرت رسول اللہ اپنے کام پر غالب آوینگے - پھر میں نے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کے متعلق سو اونٹ کا اعلان کیا ہے اور وہ کل خبریں سنائیں جو قوم میں تھیں - من بعد زاد راہ حضور میں پیش کیا - لیکن آنحضرت نے کوئی چیز قبول نہیں کی - نہ کچھ طلب فرمایا - صرف یوں ارشاد کیا "کہ ہمارا حال چھپانا" اُس کے بعد میں نے عرض کیا کہ مجھکو ایک تحریر امن لکھدیجئے - من بعد حضرت کے اشارہ سے عامر بن فہیرہ نے ایک چرمی کاغذ پر تحریر کردیا - اور بعد اُس کے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بسمت مدینہ روانہ ہو گئے۔

## ورود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بمقام قدید

### (معجزہ)

جب سواری سلطان دارین ام معبد کے خیمہ کے قریب پہونچی تب حضور نے وہاں قیام فرمایا -

ام معبد خالد کی دختر تھیں قبیلہ خزاعی کی اور مقام قدید قبیلہ مذکور سے آباد تھا - ام معبد نہایت سن رسیدہ عاقلہ عورت تھیں اپنے خیمہ کے دروازہ پر بیٹھی رہتی تھیں اور جو مسافر اُس طرف سے گذرتا تھا اُس کو مہمان بناتی تھیں اور ہر قسم کی مدارات خورونوش کی کرتی تھیں - چنانچہ آنحضرت نے اُم معبد سے خرمہ - دودھ - وگوشت طلب کیا - ام معبد نے عرض کیا یا حضرت ہمارے اس دیار میں قحط سالی ہے ہماری حالت تباہ ہے کاش میرے پاس کچھ سامان ہوتا تو میں خود ہی تواضع میں پیش کرتی - صاحب سراپا اعجاز نے اُس کے خیمہ کے ایک گوشہ میں نہایت لاغر بکری بے حال کھڑی دیکھی - ارشاد ہوا اے ام معبد یہ بکری کیسی ہے جو چرنے نہیں گئی اور گھر میں رہ گئی - عرض کیا یا حضرت بوجہ ماندگی ولاغری یہ جنگل کو نہ جاسکی - فرمایا کیا اس کے دودھ ہے - عرض کیا

کہ یہ اس قدر لاغر و کمزور ہے کیا اُس سے کوئی دودھ کا گمان کرے۔ فرمایا اے ام معبد تو مجھکو اجازت دے تو میں اس سے دودھ دوہوں۔ عرض کیا یا رسول اللہ فداک امی وابی اجازت ہے۔

حضور پرنور نے اُس کے پستان پر دست مبارک پر صرف ایک بار پھیرا اور زبان مبارک سے فرمایا۔

اللھم بارك لھا فی شاتھا۔ الٰہی برکت دے تو ام معبد کی بکری میں۔

فی الفور بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے اور اُس کے دونوں پچھلے پاؤں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے آنحضرت نے ام معبد سے ایک ہانڈی طلب کر کے اُس میں دودھ دوہنا شروع کیا جب وہ پُر ہو گئی تو جس قدر آدمی اُس خیمہ میں تھے اُن کو پلایا سب نے شکم سیر ہو کر پیا۔ بعدہٗ دوسری مرتبہ حضور نے اُس ہانڈی میں دودھ دوہا اور خیمہ میں جس قدر برتن تھے اُن کو بھر دیا۔ خود بھی نوش فرمایا اور ساتھیوں کو پلایا۔ دست مبارک کی برکت سے وہ بکری خوب تندرست و توانا و شیر دار بن گئی اور اُس کے بعد اٹھارہ سال تک زندہ رہی۔ اور حضرت فاروق علیہ السلام کے عہد میں جو قحط ۱۸ھ میں واقع ہوا اُس وقت تک وہ دودھ دیتی رہی۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد ابو سعید اکثم بن الجون بکریاں چرا کر آیا خیمہ میں جب داخل ہوا تو اُس بکری کو فربہ پایا اور تمام برتن دودھ سے لبریز پائے۔ کہنے لگا بکری دودھ والی کوئی گھر میں نہ تھی یہ دودھ کہاں سے آیا۔ اُم معبد نے کہا واللہ ایک مرد مبارک گھر میں آیا اور حسین و خوبصورت و خوش خو فصیح و بلیغ تھا یہ سب کچھ برکات اُسی کے ہیں۔

حضور کا حلیہ سن کر ابو سعید نے کہا کہ واللہ وہ مرد صاحب قریش کا تھا جس کی تلاش میں لوگ آبادیاں و جنگلوں میں سرگرداں ہیں۔ جس کی شہرت عالمگیر ہے۔ اور مثل آفتاب کے روشن ہے۔ کاش میں موجود ہوتا تو اُس کی غلامی کی التجا کرتا اور اُس کا ساتھ نہ چھوڑتا۔ چنانچہ اسی اشتیاق میں ام معبد اور اُس کے شوہر نے اہتمام سفر کا کیا۔ اور قدید سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہونچے اور مشرف باسلام ہوے۔ اور حضور کی اپنے مکان میں تشریف آوری کی تاریخ یاد رکھی۔ قدید کے باشندوں نے شام کے وقت یہ غیبی اشعار سُنے

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ — رفیقین حلا خیمتی ام معبد

ھما نزلا بالبر ثم ترحلا — فقد فاز من امسی رفیق محمد

(معنی ہٰذا) جزاد ے اللہ تعالیٰ ایسا اللہ تعالیٰ کہ پرورش کرنے والا ہے لبشر کا بہتر بن جزا ؛ دو رفیقوں کو تئیں کہ آئے دونوں خیمے ام معبد میں (۲) وہ دونوں رفیق ام معبد کے خیمے میں نازل ہوے ساتھ نیکی و خیر کے پھر سوار ہو گئے سفر کے واسطے وہ دونوں رفیق ؛ پس تحقیق رستگاری پائی اُس شخص نے جو رفیق (صحابی) ہو گیا محمد کا۔

(امام زہریؒ) بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ اثنائے ہجرت میں حضرت زبیر مع چند مسلمان سواروں کے جو تاجر تھے اور ملک شام سے واپس آ رہے تھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقی ہوئی۔ پس زبیر نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق کو پارچہ ہائے سفید پہننے کے واسطے نذر گذرانے۔ اور سواری سردار دو عالم مدینہ کی جانب روانہ ہوئی۔

(ابو سلیمان خطابی) سے روایت ہے کہ جب سواری سلطان دو عالم نواح مدینہ میں پہونچی تو ابو بریدہ اسلمی۔ بموجب اغوا و لالچ کفار قریش مع اپنی قوم کے ستر آدمیوں کے سد راہ ہوا۔ حضور نے دریافت کیا تیرا کیا نام ہے اُس نے کہا میرا نام بریدہ اسلمی ہے۔ فرمایا بریدہ مشتق ہے برودت سے اور یہ کلمہ سلامتی و سکون جمعیت سے بنایا گیا ہے ابو بکر سے فرمایا۔

قَدْ بَرَدَ اَمْرُنَا وَ صَلَحَ یعنی خوشی و خنکی ہوئی ہمارے کام میں کہ رو بصلاحیت رکھتا ہے۔

پھر دریافت فرمایا کس قبیلے سے ہو عرض کیا بنی اسلم ارشاد ہوا سَلِمْنَا یہ خیر اور سلامتی ہی ہمارے واسطے پھر دریافت کیا کون سے بنی اسلم سے اُس نے کہا بنی سہم سے فرمایا اصبت سہمک یعنی پایا تو نے اپنے حصے کو۔ اسلام سے۔ مرحبا۔ اس کے بعد بریدہ نے حضور سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا۔ انا محمد بن عبد اللہ یہ سنتے ہی ابو بریدہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اُس کے کل ساتھی بھی مسلمان ہو گئے۔ پھر بریدہ نے درخواست کی جب حضور مدینہ داخل ہوں تو غلام کی تمنا ہے کہ علم حضور کا میرے ہاتھ میں ہو حضور نے منظور فرمایا۔ بریدہ نے اپنی دستار لی اور نیزے پر اُس کا پھریرہ بنا کر سواری کے آگے آگے مع ہمراہیوں کے روانہ ہوئے۔ پھر مدینہ کے قریب پہونچکر عرض کیا کہ حضور اس

غلام کو شرف مہمانی عطا کریں۔ فرمایا میرا ناقہ جس جگہ بیٹھ جاوے وہیں قیام کروں گا۔

# استقبال سرکار دو عالم

جب مسلمانان مدینہ (مہاجرین و انصار) نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر مدینہ کی خبر سنی تو وہ ہر روز صبح کو مقام حرہ تک بغرض پیشوائی آتے تھے اور جب دوپہر ہو جاتا اور گرمی ناقابل برداشت ہو جاتی تو مدینہ واپس جاتے۔ ایک روز ایک یہودی کسی کام کے واسطے مدینہ کے کسی ٹیلہ پر کھڑا تھا اُس نے دفعتاً کوکب سلطانی کو دیکھا۔ اُس وقت حضور پرنور اور اصحاب اُسی لباس سفید کو زیب تن کئے ہوئے تھے جو زبیر بن عوام نے اثنائے سفر میں نذر گذرانا تھا۔ اُس لباس کی سفیدی نے یہودی کی نظر کو خیرہ بنا دیا۔ (سراب) بھی چھپ گیا تھا۔ پس بے اختیار ہو کر یہودی چلایا اور بلند آواز سے کہنے لگا۔ اے مسلمانو! تمہارا مقصود دلی آپہونچا جس کے تم روزمرہ انتظار میں تھے۔ پس تمام مسلمان مسلحہ ہو کر دوڑ پڑے اور مقام حرہ میں سلطان ذی جاہ کی قدم بوسی حاصل کی۔

قبا۔ میں انصار کے ایک خاندان بنو عمر ابن عوف کو میزبانی کا شرف عطا فرمایا گیا۔

(بخاری عن عائشہ رض) بنی عوف کے مکان پر حضرت رسول اللہ سواری سے اُتر کر بیٹھ گئے حضرت ابوبکر آپ کے پاس کھڑے ہو گئے پس جن انصار نے حضور پرنور کو نہیں دیکھا تھا تو وہ حضرت ابوبکر کے پاس آتے تھے۔ جب حضور پرنور پر دھوپ آگئی اُس وقت حضرت صدیق نے اپنی چادر کا حضرت رسول خدا پر سایہ کر لیا۔ پھر تمام لوگوں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوبی پہچان لیا اور شوق و ذوق سے قدمبوسی کرتے تھے۔ اسی محلہ میں بعض مہاجرین مکہ پیشتر سے مقیم تھے قبا میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ روز قیام فرمایا۔

(روضۃ الاحباب) میں ہے کہ سیدنا مظہر العجائب والغرائب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ چوتھے روز پاپیادہ تنہا سفر کر کے حضور پرنور کی خدمت میں قبا میں پہونچکر حضور کے پاس مقیم ہوئے۔ اور مہاجرین حبشہ وغیرہ نے بھی مدینہ منورہ کا قصد کیا۔

(سیرۃ النبی) میں ہے کہ ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوی یوم دوشنبہ مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء عیسوی حضرت سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم ۔ قبا میں داخل ہوئے ۔ اُسی روز سنہ ہجری کا آغاز ہوا تھا۔ اور مسلمان مورخین نے اس تاریخ کے یاد رکھنے کا خاص اہتمام کیا تھا۔

قبا میں مسلمان متفرق ہو کر نماز پڑھتے تھے اس وجہ سے حضرت شارع علیہ السلام نے موقع پسند فرما کر مسجد قبا کی بنیاد رکھی اور مزدوروں کے زمرہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کام فرماتے ، مسجد قبا کی تعمیر میں حضرت سلمان فارسی نے بھی بڑا حصہ لیا تھا۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ؕ (سورہ توبہ ع ۱۲)

وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اُس میں کھڑے رہو اس میں صفائی پسند لوگ ہیں اور اللہ صفائی رکھنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

جامع الترمذی صفحہ ۲۲۸ عن انس بن مالک قال لما كان اليوم الذى دخل فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة اضاء منها كل شئ ۔

(ترمذی) انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی فرماتے ہیں کہ جس روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے وہاں کی کل اشیا حضور پرنور کے نور سے چمک اوٹھیں۔

بطحا ز نورِ طلعتِ تو یافتہ فروغ — طیبہ ز خاک پاے تو بارونق و صفا

اہل مدینہ کے اصرار کرنے پر چودہ دن قبا میں قیام فرمانے کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر مدینہ کو تشریف لے جانا ظاہر فرمایا۔ قبیلہ بنی نجار کو اطلاع ہوئی اُن کی ایک کافی جماعت تلواریں لٹکائے ہوئے ہمراہی کے واسطے حاضر ہو گئی۔

سواری حضور سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم اس تزک و شان سے روانہ ہوئی کہ اول ناقہ پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے بعد حضرت ابوبکر کی سواری تھی، اور بنی نجار کا لشکر چاروں طرف۔ غلغلہ مرحبا۔ السلام علیک یا رسول اللہ کہتا رواں تھا۔ شہر مدینہ میں شور مچ گیا۔ رسول اللہ آ گئے۔ مرحبا۔ مرحبا۔ مرد عورتیں۔ بچوں کا ہجوم سر راہ دیدار پر انوار سے شرف حاصل کر رہے تھے۔

(بخاری عن براء ابن عازب) براء ابن عازب سے روایت ہے کہ وہ خود اس موقع پر موجود تھے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے مدینہ والوں کو کسی چیز سے کبھی ایسا خوش نہیں دیکھا جیسا کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق افروزی کے دن خوش ہو رہے تھے۔ سواری کے گذرگاہ میں انصار کا جو خاندان پڑتا تھا وہ اپنا مکان جان و مال پیش کرتا۔ ہر شخص خواستگار تھا کہ آنحضرت کو اپنا مہمان کرے۔ لوگوں کا اس درجہ اشتیاق و اصرار ملاحظہ کر کے ارشاد ہوا کہ جس جگہ میری اونٹنی بیٹھ جاوے گی وہیں قیام کیا جاویگا۔

سب کو تھی انتظار دیکھیں یہ شرف کس کو ملے — میہماں ہوتے ہیں کس اوج نشین کے سرور
سینے کہتے تھے کہ خلوت گہ دل حاضر ہے — آنکھیں کہتی تھیں کہ دو اور بھی طیار ہیں گھر
ہاں مبارک تجھے اے خاک حریم نبوی — آج سے تو بھی ہوئی خاکِ حرم کی ہمسر

صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی خَیْرِ رَسُوْلٍ
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی اَفْضَلِ جِنٍّ وَّ بَشَرٍ

حدیث ثانیہ عن براء ابن عازب (بخاری) صحابی موصوف دوسری روایت فرماتے ہیں کہ میں نے لڑکوں بچوں کو دیکھا کہ جوش مسرت میں کہتے جاتے تھے یا حبذا محمد من جاء (روضۃ الاحباب) میں ہے کہ مخدرات قبیلہ انصار۔ اپنے کوچوں گلیوں اور اونچے مکانات پر گھروں کے دروازوں و محلوں پر

کھڑی ہوئی اشعار پڑھ رہی تھیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع      وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

(روایت) شاہ تبع کا اخلاص نامہ جو ایک ہزار سال پیشتر بادشاہ موصوف نے سلطان کون و مکان کے ملاحظہ کی غرض سے خود تحریر کر کے حکیم شامول کو سپرد کر دیا تھا اور شہر مدینہ کے تعمیر کے وقت ایک محل عالیشان حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے......... تعمیر کرایا تھا چنانچہ وہ محل اور شاہ تبع کا عریضہ نسلاً بعد نسل ابو ایوب انصاری کی حفاظت میں تھا اور انصاری موصوف حکیم شامول وزیر شاہ تبع کے اکیسویں پشت میں تھے۔ مگر اُن ایام میں انقلاب زمانہ سے بدرجہ غایت افلاس میں مبتلا ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر آپ نے عقیدت نامہ شاہ تبع بذریعہ ابی لیلیٰ روانہ کر دیا تھا۔ اثنائے راہ راہ میں سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی لیلیٰ کو دور سے دیکھ کر فرمایا اے ابی لیلیٰ تو شاہ تبع کا نامہ لایا ہے۔ یہ کلمہ اعجاز سنتے ہی ابی لیلیٰ صدق دل سے ایمان لائے اور نامہ پیش کیا۔ سیدنا رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدت نامہ پڑھکر تین مرتبہ شاہ تبع کے حق میں دعا فرمائی۔ جب ابی لیلیٰ نے کوکب شاہی شہر مدینہ میں داخل ہونیکی خبر ابو ایوب کو پہنچائی ابو ایوب کو اپنی حالت و ناداری کی وجہ سے یہ غم طاری ہوا کہ بموجودگی دیگر رؤسا حضور پر نور میری مہمانی کب پسند کریں گے۔ چنانچہ آپ نے در حجرہ کو بند کر کے گریہ وزاری کیساتھ باری تعالیٰ میں مناجات شروع کر دی۔ اور وہ عجز و انکسار درجہ قبولیت کو پہونچا۔

دفعتاً کوکبۂ شاہِ رُسُل آ پہونچا

غُل ہوا صَلِّ علیٰ خیرِ اُناسٍ وَّ بشر

ناقہ حضور نے اولاً صحن مکان شاہی میں چکر لگایا بعدہٗ خاص حجرہ کی جانب رخ کر کے بیٹھ گئی۔ جس کے اندر ابو ایوب مصروف بہ مناجات تھے اور اُسی وقت نزول وحی ہوا۔

ابن جوزی سے روایت ہے کہ جس قدر سرزمین پر ناقہ حضور نے چکر لگایا تھا اُسی قدر آراضی بنائے مسجد کے واسطے اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور کو ظاہر فرمائی تھی۔ پس اونھیں حدود میں مسجد تعمیر کی گئی۔

(حدیث بخاری عائشہ) ھٰذا اِنْشَآءَ اللّٰہُ      بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا اگر خدا نے چاہا

اَلْمَنْزِلُ (قَالَ حِیْنَ بَرَکَتْ نَاقَتُہٗ عِنْدَ مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ) تو یہی رہنے کا مقام ہوگا (یہ اُس وقت حضور پرنور نے فرمایا تھا جب حضور کی اونٹنی مسجد نبوی کی جگہ بیٹھ گئی تھی)

حضار نے ابو ایوب کو آواز دے کر خیر مقدم کی خوشخبری سنائی۔ فرط خوشی سے دوڑ کر سیدنا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی حاصل کی اور رحمت عالم نے اپنی مہمانی کا شرف اُن کو عطا فرمایا اور قیام گاہ کے واسطے مکان زیرین کا حصہ پسند فرمایا۔ ابو ایوب نے دست بستہ عرض کی کہ غلام کا خاندان حصہ بالا پر رہتا تھا اب حصہ زیریں میں رہے گا۔ سلطان عالم صلی اللہ علیہ وسلم منزل بالا پر قیام فرما دیں یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ حصہ زیریں میں اقامت کی جاوے۔ چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ماہ بالاخانہ پر قیام فرمایا۔ (بحوالہ روضۃ الاحباب)

دنیا کو تم نے آکر پُرنور کر دیا ہے — اور ظلمتوں کو یک سر کافور کر دیا ہے
غارِ حرا سے نکلیں یہ نور کی شعاعیں — تاریک وادیوں کو پُرنور کر دیا ہے
طیبہ کی وادیوں کو باغِ ارم بنایا — فاران کو جس نے رشک صد طور کر دیا ہے

حضور نبی کریم نے مجمع کے روبرو سب سے پہلا کلام یوں فرمایا ہے۔

یا ایھا الناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا والناس نیام تدخلوا الجنۃ بسلام (اے لوگو سلام کو رائج کرو کھانا کھلاؤ نماز پڑھو جب کہ لوگ سوتے ہوں۔ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔)

جب ابوبکر صدیق حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ ربیع الاول کا مہینہ یوم دوشنبہ بارہویں تاریخ تھی اور اُسی سال سے سنہ ہجری کا آغاز ہوا۔ حضرت صدیق کی خوش انتظامی سے وہ خطرناک سفر بخیر و خوبی تمام ہوا۔ اور آپ نے عبداللہ بن اریقط کو مکہ واپس کر دیا وہاں پہونچکر اُس نے حضرت صدیق کے صاحبزادہ عبداللہ سے حالات بیان کئے تو اونہوں نے جلد تر سامان کرکے مدینہ کی جانب کوچ کر دیا۔ اس قافلہ میں حضرت سودہ و بی بی عائشہ اور آپ کی والدہ ام رومان شامل تھیں۔ جب یہ لوگ بخیریت مدینہ داخل ہوئے تو حضرت صدیق نے محلہ سنخ میں سکونت اختیار کر لی۔ حبیب بن یساف خارجہ بن زید نے ابوبکر کی مہمانداری کی کفالت کی۔

# تعمیر مسجد نبوی

مدینہ میں ورود مسعود کے بعد ہی حکم تعمیر مسجد کا فرمایا گیا قیام گاہ کے قریب بنی نجار کی زمین تھی جس میں کوڑہ وغیرہ پڑتا تھا۔ اور اُس میں کچھ درخت بھی تھے۔ بنی نجار طلب کئے گئے اور اُن سے ارشاد ہوا کہ اے بنی نجار تم اس زمین کی قیمت لے لو۔ اونہوں نے کہا قسم بخدا اس کی قیمت ہم حضور سے نہیں لینا چاہتے لیکن اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ (بخاری عن انس)

یہ آراضی دو یتیم لڑکوں سہیل و سہل کی ملکیت تھی۔ حضور نے اُن کو بھی طلب فرما کر مدعا ظاہر کیا۔ بچوں نے عرض کیا کہ یہ زمین ہم حضور کو ہبہ کرتے ہیں۔ مگر آپ نے قبول ہبہ سے انکار فرمایا۔ بالآخر قیمت کافی سے وہ حاصل کر لی گئی۔ اُس کو صاف کرایا گیا کچھ قبریں نکلیں وہ برابر کر دی گئیں درخت بھی کٹوا دئے گئے۔ من بعد تعمیر شروع ہوئی اور صحابہ کے ساتھ حضرت شارع علیہ السلام بھی اینٹ پتھر لاتے تھے۔ اور یوں ارشاد فرماتے جاتے۔

(اخرج بخاری عن انس) اَللّٰهُمَّ لَاخَيْرَ إِلَّا خَيْرَ الْآخِرَةِ ـ فَاغْفِرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

یا اللہ۔ کوئی خیر نہیں ہے مگر آخرت کی خیر۔ یا اللہ مہاجرین وانصار کو بخش دے۔

یہ مسجد ہر قسم کے تکلفات سے بری اور سادگی اسلام کی تصویر تھی۔ کچی اینٹوں کی دیواریں۔ ستون کھجور کے۔ برگ خرمہ کا چھپر۔ رخ قبلہ بجانب بیت المقدس رکھا گیا۔ مگر جب قبلہ بدل کر کعبہ کی طرف ہو گیا تو۔ شمال کی جانب ایک اور دروازہ کشادہ کر دیا گیا۔ (سیرۃ النبی)

صحن ابتداءً خام تھا مگر بارش کے موسم میں کیچڑ ہو جاتی تھی۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزوں کا فرش بنوا دیا۔ جب مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہو گئی اُس کے بعد مسجد کے متصل ہی حضور پرنور نے امہات المومنین ازواج طاہرات کے واسطے بھی مکان بنوائے اُس وقت تک صرف عایشہ وسودہ رضی اللہ عنہما عقد میں آچکی تھیں اس لئے صرف دو حجرے تعمیر کئے گئے تھے۔ پھر بتدریج جو دیگر ازواج نکاح میں داخل

ہو تی گئیں وقتاً فوقتاً دیگر حجرے بھی تعمیر ہوتے گئے۔

## صراحتِ تعمیر

یہ مکانات خشت ہائے خام کے تھے۔ ان میں سے پانچ مکان کھجور کی ٹٹیوں سے بنے تھے۔ اور جو اینٹوں کے تھے اُن کے اندرونی حجرے بھی ٹٹیوں کے تھے۔

سیرۃ النبی میں لکھا ہے کہ یہ مکان چھ چھ سات سات ہاتھ چوڑے اور دس دس ہاتھ لانبے تھے۔ چھت اس قدر اونچی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھو لیتا تھا۔ اور دروازہ پر کمل کا پردہ پڑا رہتا تھا۔ راتوں کو چراغ نہیں جلتے تھے مدینہ میں مہاجرین وانصار کی معتدبہ جماعت بارگاہ نبوی پر جاں نثاری کیواسطے حاضر تھی جو ازواج مطہرات کے اس سے بدرجہا پختہ و بہترین مکانات تعمیر کرا سکتے تھے۔ مگر حضرت بانی اسلام کو نو مسلم کی رہائش کا سادہ طریقہ عملی مثال سے دکھلانا اور تکلفات فضول سے مسلم کو اجتناب کرنے کی تعلیم فرمانا مد نظر تھا۔

(سیرۃ النبی) صُفَّہ: مسجد نبوی کے کنارہ پر ایک دالان چھت دار چبوترہ تعمیر کیا گیا تھا۔ اُس میں اصحاب صفہ رہتے تھے۔ اصحاب صفہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم دین حاصل کرتے تھے۔ اور ایسے طلبار تھے جو ہمہ وقت حضوری میں حاضر رہتے تھے اور صفہ (دار العلوم) میں قرآن مجید کا سبق بہ نفس نفیس حضرت رسول کریم دیتے۔ اصحاب صفہ کی خبر گیری بھی فرماتے۔ حدیث سننے اور عملاً دیکھنے کا ہمہ وقت اُن کو موقع ملتا تھا۔

(بخاری باب العلم) اُس درسگاہ میں اور بھی اُستاد مقرر تھے منجملہ اُن کے بیعۃ العقبہ والے عبادہ ابن صامت طلبار کو قرآن شریف پڑھاتے اور لکھنا بھی سکھاتے تھے۔

(مسند امام احمد) اصحاب صفہ میں ۷۰ آدمی رات کے وقت ایک معلّم کے پاس جاتے اور صبح تک مشغول رہتے۔ (سیرۃ النبی) شادی کر لینے کے بعد صفہ کا طالب علم جماعت طلبہ سے علحدہ ہو جاتا تھا۔

اصحاب صفہ کی تعداد چار سو تک پہنچی تھی۔ لیکن گنجائش مکان کم ہو جانے کی وجہ سے ایک وقت میں اس قدر تعداد کبھی نہیں ہوتی تھی۔

**غرض اصلی** - صرف تعلیم کا حاصل کرنا تھا - صدقات کی آمدنی اصحاب صفہ پر صرف کی جاتی تھی۔
لیکن وہ آمدنی سب کی ضروریات کے لئے ناکافی ہوتی تھی اس لئے اپنی قوت لبسری کی غرض سے علی الصباح
اکثر اصحاب صفہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ لاتے اور شہر میں فروخت کرتے - آدھی قیمت خیرات کر دیتے
اور بقیہ نصف آپس میں تقسیم کر لیتے - اکثر کھجور کی پھلدار شاخیں لا کر چھت میں لٹکا دیتے کھجوریں پک کر
گرنے لگتیں اُن کو کھاتے تھے افلاس کی یہ حالت کہ بعض کے پاس صرف ایک کپڑا تھا - فقر و فاقہ کی یہ حالت
کہ اکثر لوگ نماز پڑھتے پڑھتے بھوک کے مارے گر جاتے - تاہم توکل صبر و خودداری اور خود امدادی کی تعلیم
اس خوبی سے دی جاتی تھی کہ باوجود اس تنگدستی و افلاس کے وہ سوال کرنا عار و ننگ تصور کرتے اور اپنی
عزت کے منافی جانتے۔

(سورۂ بقرہ ع ۳۷) يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ ۚ — نادان آدمی اُن کی نسبت جانتا ہے کہ وہ گوشہ نشین لوگ مالدار ہیں اور بوجہ لاپروائی مخلوق سے سوال نہ کرینگے - پہچانتے ہو تم اُنکی علامات پیشانیوں سے یعنی اُنکی زردی رنگت اور ضعف جسمانی خمیدگی پشت اور آنسوں کی کثرت سے

لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۚ — اور منت سماجت سے لوگوں سے کوئی چیز طلب نہیں کرتے

اس لئے کہ وہ صفت تعفف سے متصف ہیں جو سوال نہ کرنے کا نام ہے اور ترک سوال اس وجہ سے کرتے ہیں
کہ کہیں لوگ اُن کا سوال ... رد نہ کر دیں اور چھٹکارہ پانے سے محروم ہو جاویں۔

الحدیث - ما افلح من رد السائل - یعنی نہ چھٹکارا پایا دوزخ سے اُس شخص نے جس نے سائل کو رد کر دیا۔

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۚ — اور جو مال تم اصحاب صفہ کو دینے میں خرچ کرتے ہو بے شک اللہ اُس کو جانتا ہے۔

البتہ دعوتیں قبول کر لیتے تھے - ابوہریرہ منجملہ اصحاب صفہ کے امداد ذاتی و خود اعتمادی کے ایک سبق کو
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا یوں بیان کرتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال — حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ

| | |
|---|---|
| ليس المسكين الذى يطوف على الناس | شخص محتاج نہیں ہے جو ایک خواہ دو لقموں یا ایک خواہ |
| ترده اللقمة واللقمتان والتمرة والتمرتان | دو کھجوروں کے واسطے لوگوں کے گرد پھرتا ہے بلکہ مسکین |
| ولكن المسكين الذى لا يجد غنى يغنيه | وہ ہے جس کو کوئی ایسا متمول نہیں ہے جو اسکو مستغنی کردے |
| ولا يفطن له فيتصدق عليه ولا يقوم | اور جسکی حالت کا کسی کو احساس نہونا اسکو صدقہ دے۔ اور |
| فيسأل الناس۔ | وہ لوگوں کے پاس سوال کرنیکو کھڑا نہ ہو۔ حدیث ثانیہ |
| عن النبى صلى الله وسلم قال لان ياخذ | حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم |
| احدكم حبله ثم يغدو احسبه قال | میں سے ایک آدمی اپنی رسی لیکر پہاڑ پر دن نکالے۔ اور |
| الى الجبل فيحتطب فيبيع فياكل ويتصدق | لکڑیاں کاٹ کر لاوے اور انکو فروخت کرے پھر کھائے |
| خير له من ان يسأل الناس۔ | اور صدقہ کرے یہ اُس کے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔ |

# مواخات بین المسلمین یا بھائی چارہ

مدینہ میں مسجد نبوی کی تعمیر ختم ہوگئی۔ اب وقت آگیا کہ آدمی کے سامنے اسلام کے توحیدی عقیدہ کے عملی فائدہ کا نظارہ پیش کیا جائے۔ اور توحید کو دنیا کی امن کے واسطے ایک ذریعہ بناکر انسان کے سامنے لایا جائے تاکہ بنی آدم کو اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید سے روحانی آرام و آسائش کے ساتھ ہی مادی اور دنیوی امن چین حاصل کرنے کی شاہراہ معلوم ہو جائے اور آدم کی اولاد توحید سے مادی فائدہ بھی حاصل کرے اور توحید کے اعتقاد کی بناء پر دنیا سے منافرت، دشمنی، مفارقت اور عداوت کا دور ختم ہوکر محبت، الفت، خلوص، دوستی، پیار اور اتحاد کا زمانہ شروع ہو جائے تاکہ آدمی نسلی معاشرتی اقتصادی اور تمدنی ترقی کی طرف بے فکری سے متوجہ ہو جائے۔ اور اس طرح اسلامی اغراض کی تکمیل کی کے لئے ایک اور راہ کھل جائے۔

اسلامی توحید کے عملی فائدہ کا نظارہ وہ مواخات بین المسلمین یا وہ بھائی چارہ ہے جس کی بنیاد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر سے فارغ ہو کر آئے ہوئے پردیسی مہاجرین اور مدینہ کے رہنے والے مقامی انصار کے درمیان قایم کی تھی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے پر یہاں کی ایک بی بی اُم سلیم[۱] آپ کے اخلاق کے اثر سے مسلمان ہوگئیں تھیں اور انھوں نے اپنے خاوند ابوطلحہ انصاری کو بھی مسلمان کر لیا تھا۔ اُم سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلق عظیم کی اس درجہ گرویدہ ہوئیں کہ انھوں نے اپنے چہیتے بیٹے انس[۲] ابن مالک کو اُن کی دس برس کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی خدمتگاری کے واسطے پیش کر دیا تھا تاکہ حضرت انسؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ کے مطالعہ کرنے کا موقع ملے۔

یہی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں جن کے گھر[۳] پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "مواخات" کی غرض سے ایک خاص جلسہ کیا اور انصار کو طلب فرمایا۔ مہاجرین کی تعداد اس وقت تک کُل سینتالیس[۴] تھی جب انصار اس جلسہ میں آ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے ارشاد فرمایا کہ "یہ مہاجرین تمھارے بھائی ہیں" پھر ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصار کو بلاتے گئے اور یہی ارشاد فرماتے گئے کہ "یہ اور تم بھائی ہو"۔

دنیا کی تاریخ میں یہ عجیب نظارہ گزرلیا ہے کہ اجنبی اور پردیسی مہاجر، خانماں برباد اور وطن آوارہ مہاجر، پریشان اور مفلس کو ایک بے تعلق اور غیر انصار متوطن اور گھر بار والے انصار مطمئن اور دولت مند انصار کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور یہ دونوں اجنبی جن کے باہم کوئی رشتہ اور کوئی تعلق نہ تھا اسلامی مواخات یا بھائی چارہ کی لڑی میں منسلک ہو کر باہم ماں جائے بھائی سے بڑھکر ہو جاتے ہیں۔

ماں جایا بھائی تو اپنی ذاتی املاک دینے میں تامل کرے گا مگر مہاجر اور انصار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کئے ہوئے روحانی مواخات کے رشتہ کے ذریعہ سے آپس میں ایسے بھائی بن گئے کہ جو کچھ انصار کے پاس تھا اس میں سے آدھا مال نہایت خوشی سے اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا۔ مہاجرین کی معاش پر اس اس اسلامی مواخات کا خاص اثر ہوا اور تمام مہاجرین مکہ کے خلفشار سے نجات حاصل کرکے اس اسلامی

---

[۱] اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ الجزء الخامس تذکرۃ النساء صحابیات ام سلیم۔ [۲] اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ انس ابن مالک کا حال۔
[۳] سیرۃ النبی جلد اوّل (مواخات)۔ [۴] سیرۃ النبی جلد اوّل (مواخات)

بھائی چارہ کے ماتحت اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنی ذاتی محنت اور مشقت کے ذریعہ سے اپنی معاشی ترقی کی جانب مصروف ہو گئے۔

# چند تمثیلات مواخات بحوالہ اسد الغابہ و سیرۃ النبی

| نمبر | نام مہاجر | نام انصار | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱ | حضرت ابوبکر صدیق | حضرت خارجہ بن زید | حضرت ابوبکر کا کارخانہ محلہ سنح میں تھا وہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ |
| ۲ | حضرت عمر فاروق | حضرت عتبان ابن مالک | حضرت عمر کا ایران تک سلسلہ تجارت قائم ہو گیا تھا |
| ۳ | حضرت عثمان غنی۔ | حضرت اویس بن ثابت | سوق قینقاع میں کھجور کی تجارت کرتے تھے۔ |
| ۴ | مصعب بن عمیر | حضرت ابو ایوب انصاری | |
| ۵ | حضرت زبیر بن عوام | حضرت سلامہ ابن وقش | |
| ۶ | حضرت عبدالرحمٰن بن عوف | حضرت سعد ابن ربیعہ | حضرت عبدالرحمٰن بازار قینقاع میں پنیر کی تجارت کرتے تھے۔ |
| ۷ | حضرت بلال موذن رسول اللہ | حضرت ابو رویحہ | الغرض کل مہاجرین چھوٹی خواہ بڑی تجارت حسب حیثیت کرتے تھے۔ |
| ۸ | حضرت سلمان فارسی | حضرت ابو درداخزرجی | |
| ۹ | حضرت علی کرم اللہ وجہہ | حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم | بحوالہ ترمذی۔ چونکہ حضرت علی بھائی چارہ سے رہ گئے تھے جب آپ حضور نبوی میں تشریف لائے تو اپنے بھائی کے تجویز نہ کئے جانیکا افسوس ظاہر کیا اُس وقت ارشاد ہوا۔ انت اخی فی الدنیا والآخرہ۔ |

(دیکھو الدرر و ضۃ الاحباب) انصار سے مواخات کرانے کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا جلسہ خاص مہاجرین کا طلب کیا اور اُس جلسہ میں مہاجرین صحابہ کا بھائی چارہ کرایا۔ جس میں حضرت ابوبکر کے برادر حضرت عمر فاروق تجویز کئے گئے۔ اس مواخات میں انصار کا کچھ دخل نہ تھا۔

اس مواخات کے کیسے زریں نتائج برآمد ہوئے اس کی مثال کے لئے تم کو عبدالرحمٰن بن عوف کی زندگی کے حالات پر سرسری نظر ڈالنا کافی ہوگا۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن عوف کا تعلق خاندانی زہرہ قبیلہ سے تھا۔ یہ بزرگ اُن آٹھ میں سے ایک تھے جو سب سے اوّل اسلام لائے۔ اور اُن پانچ میں سے ایک تھے جو حضرت ابوبکرؓ کے ذریعہ سے اسلام کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ ہجرت سے قبل مکہ کے مشرکوں نے مسلمانوں کو تکلیفیں دے دے کر طرح طرح سے دق اور پریشان کر دیا تھا، جب ان کی مصیبت ناقابل برداشت حد تک پہونچ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے کچھ لوگ ہجرت کر کے حبش کو چلے گئے تھے۔ اُن میں حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف بھی تھے۔ اس سے ان کی پریشانی ان کی بے سروسامانی اور ان کی مفلسی کا پتہ لگتا ہے۔ اُن کے پاس کوئی اثاثہ نہ رہا تھا اسی لئے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کی مواخات حضرت سعد ابن ربیعہ انصاری سے قایم کر دی۔

صحیح بخاری میں باب مناقب الانصار میں ہے کہ "حضرت سعد ابن ربیعہ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف سے کہا کہ انصار میں میں بہت متمول ہوں میرے مال میں سے آدھا تم لے لو۔ اور میری دو بی بیاں ہیں۔ اُن میں سے ایک تم پسند کر لو اُس کو میں طلاق دے دوں گا۔ عدت گزر جانے کے بعد تم اُس سے نکاح کر لینا"

حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے کہا کہ اللہ تمھارے اہل اور تمھارے مال میں برکت دے۔ مجھے ضرورت نہیں ہے تمھارا بازار کہاں ہے تم مجھے صرف اُس کا راستہ بتا دو اس پر عبدالرحمٰن کو قینقاع نام بازار کا راستہ بتا دیا گیا۔ بازار کا راستہ معلوم کر کے عبدالرحمٰن ابن عوف نے پنیر اور گھی کی خرید و فروخت شروع کر دی حضرت عبدالرحمٰن اپنے سر پر رکھ کر پنیر بازار کو لے جاتے تھے اور اس کو فروخت کرتے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن کے پاس اتنا نہ تھا کہ اپنا مال کسی مزدور پر رکھوا کر بازار کو لے جائیں مگر اللہ نے اُن کی تجارت میں ایسی برکت دی کہ یہ حضرت ابن عوف آج کل کی اصطلاح میں کروڑپتی ہو گئے اور اُن کی دولت بڑھ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باسعادت زمانہ میں ایک مرتبہ حضرت

---

[1] اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کا حال ۱۲۔

[2] سیرۃ النبی جلد اوّل ہجرت مواخات۔ [3] سیرۃ النبی جلد اوّل ہجرت مواخات۔

عبدالرحمٰن نے چالیس ہزار دینار اور اسی قدر دینار دوسری مرتبہ ایک مرتبہ چار ہزار دینار پانچ پانچ سو باربرداریوں میں لاد کر اللہ کی راہ میں خیرات کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ باسعادت کے بعد سات سو اونٹ مال سے لدے ہوئے صدقہ میں دئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس مرتے وقت اتنی دولت تھی کہ اُس میں سے پچاس ہزار دینار خیرات کر دینے کی وصیت اُنھوں نے کی تھی اور دوسری وصیت یہ تھی کہ اُس وقت جنگ بدر کے جتنے غازی زندہ موجود ہوں اُن کو فی کس چار سو دینار دیئے جاویں۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کی وفات کے وقت جنگ بدر کے ایک سو غازی تھے جن کو اُن کی حسب وصیت حضرت عبدالرحمٰن کے ترکہ میں سے فی کس چار سو دینار دئے گئے۔ یہ تو عبدالرحمٰن ابن عوف کی مادی اور دنیوی ترقی کی حالت تھی دوسری طرف ان بزرگ صحابی کی روحانی درجہ اور اخروی سرخروئی کی حالت سن لو۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف "ان عشرۂ مبشرہ" میں سے ایک خوش نصیب ہیں جن کے جنتی ہونیکی بشارت خود حضور رحمۃ اللعالمین نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائی تھی۔ زمانہ باسعادت کی سیکڑوں مثالوں میں سے حضرت عبدالرحمٰن ابنِ عوف کی یہ ایک مثال ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں دنیوی اور معاشی ترقی کے واسطے کتنا وسیع میدان موجود ہے اور اس سے کس طرح ایک انسان عملاً فائدہ حاصل کرسکتا ہے اور اسلامی بھائی چارہ میں شامل ہو کر مہاجرین نے کیسا معاشی فائدہ اُٹھایا چونکہ اسلامی مواخات یا اسلامی بھائی چارہ کسی خاص خاندان یا کسی قوم یا کسی خاص رنگ یا کسی خاص ملک کے آدمیوں تک محدود نہ تھا بلکہ اس کا مقدس مقصد دنیا بھر کے بنی آدم کے درمیان اس مواخات کے ذریعہ سے خاص اتحاد اور موانست کی لہر پیدا کر دینا تھا۔ اس لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اصلی نمونہ حضرت انس کے گھر کی مواخات کی مجلس میں اس طرح دکھایا کہ حبشی النسل حضرت بلال کی مواخات عربی النسل حضرت ابورویحہ سے کی اسی طرح فارسی النسل حضرت سلمان فارسی کا بھائی مدنی النسل حضرت ابودردا خزرجی کو کیا۔ گو بظاہر ان صاحبوں کے باہم رنگوں کا فرق نسلوں کا فرق اور ایک دوسرے کے

پیدائشی ملکوں میں ہزاروں میل کا فاصلہ تھا مگر اسلامی مواخات میں شامل ہو جانے کے بعد سیاہ رنگ غلامی سے آزاد شدہ حضرت بلال حبشی اور نمکین رنگ آزاد حضرت ابورویحہ عربی اور زردی مائل گندمی رنگ غلامی سے آزاد شدہ حضرت سلمان فارسی اور نمکین رنگت آزاد ابو دردا مدنی یہ اصحاب آپس میں ایسے بھائی بن گئے جیسے ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔ نہ ان کی آپس میں ملکی منافرت کے جذبات باقی رہے جس سے کسی جھگڑے فساد کا اندیشہ ہو اور نہ ان کے باہم درجے یا نسلی مغائرت کے اثرات باقی رہے جس سے کسی اہانت کے قصہ کا کھٹکا ہو۔

من یشتری بیئر رومۃ فیجعل دلوہ فیہا کدلاء المسلمین بخیر لہ منہا فی الجنۃ (ترمذی)

حضرت رسول اللہ نے فرمایا کہ کون ہے جاہ رومہ کو مول لیوے پھر اُس کا ڈول اُس کنوئیں میں ایسا ہو جیسے اور مسلمانوں کے ڈول اسکے عوض اسکو جنت میں بہتری حاصل ہوگی

حضرت مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو وہاں بجز ایک کنوئیں کے اور کوئی میٹھے پانی کا کنواں نہ تھا اور وہ بھی خراب ہو گیا تھا چنانچہ حضرت نے فرمایا جو کوئی اُس کو صاف کراوے اُس کو جنت ملے گی۔ حضرت عثمان غنی نے اپنے روپیہ سے اُس کو صاف کرایا اور درست کرایا۔ جب کنواں طیار ہو گیا۔ یہودی مزاحمت کرنے لگے تب حضرت عثمان غنی نے پچیس ۲۵ ہزار روپیہ میں اُس کو خرید کر مسلمانوں کے واسطے وقف کر دیا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ حضور رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بازو کا مکان خرید کر مسجد میں شامل کر دے خدائے تعالیٰ اُس کو بخش دے حضرت غنی نے اُس مکان کو خرید کر داخل کر دیا۔

# تحویل قبلہ اور عمیق مذہبی اصلاح

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد بنی آدم کی اصلاح اس طرح کرنا تھا کہ توحید کے اعتقاد میں ذرا سا بھی شرک باقی نہ رہے۔ مکہ کے قیام کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم کی طرف اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ کعبہ اور بیت المقدس دونوں سامنے آجاتے تھے۔ مدینہ میں تشریف لاکر قریباً سولہ سترہ مہینہ تک آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ مگر اس سے

آپ کی تسکین نہ ہوتی تھی آپ کی خواہش تھی کہ قبلہ کی سمت کعبہ کی جانب مقرر ہونا چاہئے جو بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل دونوں خاندانوں کے باپ حضرت ابراہیم کی بنائی ہوئی اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت گاہ ہے تاکہ بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل کی تفرقہ کی خلیج کم ہو جائے۔ ۲ھ ہجری میں جب کہ آپ اسی خیال سے نماز میں بار بار آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے کہ نزول وحی ہوا:-

(قرآن مجید۔ سورہ بقرع ۱۷) قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ۔

"تیرا آسمان کی طرف پھرنا ہم دیکھ رہے ہیں پھر ہم ضرور تجھکو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے تو راضی ہے۔ پس اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر اور جہاں تم ہو پس اپنے چہروں کو اس کی طرف پھیر لیا کرو"

یہ آیت نازل ہوئی۔ اور آپ نے اس کی تعمیل کی۔ اس طرح بیت المقدس کی جگہ مسلمانوں کے واسطے کعبہ کی سمت قبلہ قرار دیا گیا۔ قبلہ کی اس تبدیلی سے مدینہ کے اہل کتاب یہود اور انصار اور بعض مسلمان چہ می گوئیاں کرنے لگے اُن کے خیال میں قبلہ کی تبدیلی سے بیت المقدس کی اہمیت میں فرق آتا تھا اس پر ایک اور آیت ان لفظوں میں نازل ہوئی:-

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

لوگوں میں سے کم عقل تو کہیں گے ہی کہ ان کے اس قبلہ سے پھر جانے کی کیا وجہ ہوئی جس پر وہ لوگ پہلے سے تھے۔ کہدے کہ مشرق اور مغرب اللہ ہی کے واسطے ہے جس کو وہ چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ کعبہ کی سمت تحویل قبلہ اللہ کے حکم سے معین کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ توحید کی اتنی بڑی خدمت انجام دی ہے جس کے ذریعہ سے غیر اللہ پرستی کے خیال تک کو مٹا دیا گیا ہے۔ لوگ نادانی سے سمجھ بیٹھے تھے کہ نعوذ باللہ صرف بیت المقدس کی طرف منہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ہماری طرف متوجہ ہو سکتا ہے یا ہم اپنی التجا اس تک پہنچا سکتے ہیں۔ اس کے سوا اللہ کو متوجہ کرانے کی اور کوئی صورت نہیں ہے۔ ایسے خیالات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا خالص توحید کی طرف بلانیوالا پیغامبر کب

جائز قرار دے سکتا تھا جس سے نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو کسی خاص مقام پر مقید سمجھ لیا جائے۔ چنانچہ تحویل قبلہ کی تبدیلی کی آرزو کے ذریعہ سے آپ نے ایسے خرافات خیالات کی اصلاح کی درگاہ رب العزت میں التجا کی اور اور آپ کی یہ التجا بارگاہ الٰہی میں منظور کی گئی۔ پھر جن لوگوں نے تحویل قبلہ ہو جانے کے بعد چہ مے گوئیاں شروع کیں اُن کو اللہ نے "السفہا" یعنی کم عقلوں کے نام سے مخاطب کیا اور کہدیا کہ "مشرق اور مغرب اللہ کے واسطے ہے" یعنی اللہ تعالیٰ کسی خاص سمت یا مقام میں محدود نہیں ہے۔ قرآن مجید کا جز الثانی "سَیَقُوْل" کو اگر غور سے پڑھو تو تم کو ہر جگہ تبدیلی قبلہ کا سبب توحید باری کی حفاظت ظاہر ہو جائے گا۔

امام رازی (تفسیر کبیر) میں حضور محبوب آلہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت کی تصریح نہایت پیارے الفاظ میں فرماتے ہیں۔ جو آیہ تحویل قبلہ کی تفسیر میں آپ نے تحریر کی ہے۔

یا محمد انت نور نوری وسر سری وکنوز ھدایتی وخزاین معرفتی۔ جعلت فداک ملکی من العرش الی ما تحت الثریٰ۔ کلھم یطلبون رضائی۔ وانا اطلب رضاک یا محمد۔

یعنی اے محمدؐ تو میرے نور کا نور ہے۔ اور میرے رازکا اسرار میری ہدایت کی کان میری معرفت کے خزانے۔ میں نے اپنا ملک عرش سے تحت الثریٰ تک تجھ پر نثار کر دیا۔ عالم میں جو کوئی ہے سب میری رضا چاہتے ہیں۔ اے پیارے محمدؐ میں تیری رضا جوئی چاہتا ہوں۔

# خُلاصۂ تاریخ مدینہ

حضرت نوح علیہ السلام
|
سام
|
ارفخشد
|
عملاق

جامع ترمذی (صفحہ ۳۹) عن سمرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال سام ابو العرب وحام ابو الحبش ویافث ابو الروم

(ترمذی) سمرۃ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے باپ سام ہیں اور حام حبش کے اور یافث روم کے۔

(مناہج النبوۃ) میں حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ بعد طوفان کے کشتی حضرت نوح علیہ السلام کوہ جودی پر ٹھہری تو اہل کشتی جن کی تعداد کل اسی تھی اطراف بابل میں مقیم ہو گئے۔ جب کثرت توالد و تناسل سے وہ جگہ ناکافی

ثابت ہوئی تو مختلف مقامات کو گروہ در گروہ روانہ ہوئے ۔ چنانچہ اولادِ سام بن نوح علیہ السلام نے خطۂ عرب آباد کیا۔ اور الہام غیبی سے عربی زبان ایجاد کی ۔ سرزمین **حجاز** میں پہنچکر شہر مدینہ آباد کیا۔ چونکہ یہ لوگ عمالیق بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ کی اولاد میں تھے عمالقہ موسوم ہوئے۔ سب سے اوّل انہیں لوگوں نے مدینہ میں نخلستان کی زراعت کی تھی ۔ چار سو سال کی عمر ہوتی تھی۔ اس قدر کثرت اولاد ہوئی کہ سارا ملک حجاز ۔ سواحل بحرین وعمان ۔ ملک شام ومصر ۔ ان کے تصرف میں تھا۔

(تاریخ طبری) میں لکھا ہوا ہے کہ جب بخت نصر نے ملک شام و بیت المقدس کو ویران کیا ۔ وہاں کے یہود پناہ گزیں مدینہ ہوئے جب وہ سن رسیدہ ہو جاتے تو اپنی اولاد کو وصیت کرتے " اگر تم عہد رسالت پیغمبر ختم المرسلین کو دیکھو تو اُن کا اتباع کرنا سرمو انحراف نکرنا"۔ اور اُن کا یقین واعتماد عہد رسالت مہد پر اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ جب یہودی اپنے ہمسایہ مشرکین کفار سے برسر جنگ ہوتے تو کہتے انشاء اللہ تعالیٰ کل جب نبی آخرالزمان کا ظہور ہوگا تب ہم تم سے اپنا بدلہ لیں گے ۔ اور بطفیل حضرت رحمۃ للعالمین خدائے تعالیٰ سے اپنی فتح و نصرت کے واسطے دعا کرتے ۔

(پ سورۃ البقرۃ ع) وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

یعنی حضرت ختم المرسلین کی بعثت سے قبل اہل کتاب حضور کے وسیلہ وطفیل سے فتح کی دعا کرتے تھے پھر جب وہ جانا پہچانا نبیؐ اُن کے پاس پہنچا وہ منکر ہوگئے۔ پس منکرین پر خدا کی پھٹکار۔

یہودیوں کو نبی آخرالزمان کی پیدائش کی امید اپنی قوم میں تھی مگر جب حضور کی بعثت اہل قریش میں ہوئی تب وہ حسد ورشک سے دشمن ہوگئے ۔ اور قریش جب ممالک غیر میں سفر کرتے تو وہاں کی قوموں کو کسی نہ کسی نبی کا متبع دیکھ کر رشک کرتے ۔ اور اکثر تمنا کرتے کاش ہماری قوم میں بھی کوئی نبی ہوتا مشیت ایزدی نے یہ نعمت سراپا اہل مکہ کو نصیب کی پس یہود اشد دشمن بن گئے ۔

---

سلہ سنہ ہجری سے تین ہزار تین سو چھبیس سال قبل طوفان نوح واقع ہوا۔ جس کا حساب کوشیار ابو معشر وغیرہ نے اپنی تقویم وزائچوں میں لگایا ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہود جب مشرکین سے جنگ کرتے تو اس طرح دعا کرتے :۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا عَلَیْھِمْ بِالنَّبِیِّ الْمَبْعُوْثِ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِیْ نَجِدُ صِفَتَہٗ فِی التَّوْرٰۃِ۔ اے اللہ مدد کر ہماری بطفیل نبی آخر الزمان جن کے صفات ہم توریت میں لکھے ہوئے پاتے ہیں :۔

لیکن مشیت اُن کے خلاف تھی اور یہ سعادت عظمیٰ قبائل عرب میں سے **انصار** کے نصیب میں تھی۔

شیخ عبدالحق محدث لکھتے ہیں کہ جو لوگ مدینہ رہتے ہیں عموماً دوسرے شہروں میں اُن کا غلبہ ہوجاتا ہے اولاً قوم **عمالقہ** آباد ہوئی اور اُس نے دور تک ممالک تسخیر کرلئے۔ بعد ازاں یہود آئے اور عمالقہ پر غالب ہوگئے بعدہ **انصار** آپہنچے وہ یہودیوں پر غالب ہوگئے۔ بعدہ سردار جن و بشر حضرت ختم الانبیا سلطان المرسلین حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ واٰلہ واصحابہ وبارک وسلم مع مہاجرین تشریف لائے اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا غلبہ ہوا کہ کل ملک عرب حجاز و عراق و عجم شام و مصر وغیرہ فتح کرلئے گئے۔ زمانہ جہالت میں اسی بستی کا نام **یثرب** تھا۔ (بخاری) میں یہ صراحت ہے کہ یثرب نامی بت کے نام سے یثرب مشہور تھا۔ خواہ اس بنا پر کہ ان ایام میں وہاں ایک قسم کا بخار آتا تھا جس کو یثرب کہتے تھے خواہ کسی ظالم حاکم کا نام تھا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص ناواقفیت سے ایک مرتبہ یثرب کہے اُس پر لازم ہے کہ دس بار **مدینہ طیبہ** کہے تاکہ تلافی ہوجائے۔ دوسری روایت میں ہے کہ استغفار پڑھے۔

اولاد سام میں عمرو بن عامر ایک رئیس نے دیار حجاز میں سکونت اختیار کی تھی اُس کا بڑا بیٹا **ثعلبہ** جس کی اولاد اوس و خزرج ہیں مدینہ میں رہتے تھے۔ اور عوالی میں فرقہ یہودیں سے **قریظہ** اور **نضیر** آباد تھے کچھ زمانے کے بعد دونوں فرقوں میں مخالفت ہوگئی اور یہود کے جور و ظلم سے تنگ آکر انصار نے **ابوجبیلہ** رئیس شام سے جو اصلاً۔ قوم انصار سے تھا۔ کمک طلب کی اور رئیس مذکور نے فوج جرار بھیجکر یہودیوں سے انتقام لینا شروع کیا۔ اور یہ جنگ سوا سو ۱۲۵ سال تک جاری رہی۔ حتیٰ کہ زمانہ سعادت و امان حضرت رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم میں مشرف باسلام ہوکر سارا جھگڑا امٹ گیا۔

جب آفتاب رسالت **بطحا** کے پہاڑوں پر چمکا۔ اولاً انصار کی آنکھیں کھلیں پس انوار الٰہی کا اقتباس کیا۔

حضور رسالت مآب کے ساتھ بنیاد متابعت و موافقت ڈالی۔ یہود کی تقدیر برگشتہ تھی انصار کی موافقت سے ان کا عناد اور ترقی کر گیا اور برخلاف وصیت آبا و اجداد۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرکشی سے پیش آنے لگے۔

جب کفر و معصیت کا ہر سمت ابر چھایا ـــ وحدت کے آسمان سے ایک آفتاب چمکا
اُس کے فروغ رُخ سے عالم ہوا منور ـــ پرتو سے اُس کے چمکی تقدیر! ارضِ بطحا
وحدانیت کی شمعیں اس روشنی سے چمکیں ـــ جس سے ہوئی منور تاریک ساری دنیا
مستِ مئے ضلالت غفلت میں ہو رہے تھے ـــ توحید کی صدا سے ہر ایک کو جگایا
جتنے تھے طالب حق پروانہ وار آئے ـــ سر سے کفن لپیٹے سب جاں نثار آئے

## اسلام اپنی حقانیت سے پھیلا

تلوار کا زور ذرا بھی اس کے شامل نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ابتدائی اسلام کے حالات اس دعویٰ کی تائید میں کہ اسلام کی اشاعت میں تلوار سے کوئی غرض نہیں ایک مضبوط دلیل ہیں اور جس طریقہ سے حضور والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی اور جس طریقہ سے لوگوں نے اُسے قبول کیا اس طریقہ میں تو تلوار کا تذکرہ بھی نہیں ہے۔ اس کی مثال کے واسطے عبداللہ ابن سلام کا تذکرہ کر دینا ضروری ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے پہونچتے ہی آپ کے اخلاق اور آپ کے حالات سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے تھے۔ عبداللہ ابن سلام جن کا نام اسلام سے پہلے الحصین تھا ان کے اسلام کے مختصر واقعات یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں داخلہ پر عبداللہ ابن سلام کی نظر آپ کے چہرہ پر پڑی جب کہ آپ مدینہ والوں سے فرما رہے تھے "لوگو سلام پھیلاؤ کھانا کھلاؤ اور نماز پڑھو جب اور لوگ سوتے ہوں رات کو گھروں میں داخل ہو جاؤ گے جنت میں سلامتی کے ساتھ"۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ عبداللہ ابن سلام کے کان میں پڑے یہ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے اور تمام کتب آسمانی کا مطالعہ کر چکے تھے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر نظر ڈالتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ یہ چہرہ جھوٹا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر میں اُن کے گھر والوں سے باتیں کر رہے تھے عبداللہ ابن سلام اپنے کھجور کے باغ میں کھجوریں چن رہے تھے واپس آئے تو اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا چرچا سُنا اور گھر والوں کو کھجوریں وغیرہ دے کر عبداللہ ابن سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ اور تو حق لے کر آیا ہے۔ اور عرض کیا کہ میں یہودیوں کا سردار ابن سردار ہوں۔ اور اُن کا خاندانی عالم ہوں آپ یہودیوں کو بلائیں اور میری نسبت معلوم کریں"۔ چنانچہ یہودی بلائے گئے اُنھوں نے عبداللہ ابن سلام کے سردار ابن سردار اور خاندانی عالم ہونے کا اعتراف کیا۔ مگر جب عبداللہ ابن سلام نے اپنی قوم کے سامنے اپنا اسلام قبول کرنا ظاہر کیا تو وہ لوگ اس سے برہم ہو گئے اور حضرت عبداللہ ابن سلام کو بُرا بھلا کہتے چلے گئے۔ یہ ہیں عبداللہ ابن سلام کے اسلام لانے کے مختصر واقعات کون کہہ سکتا ہے کہ اِس یہودی عالم کا اسلام جبر و اکراہ یا کسی ظلم یا تلوار کے خوف سے تھا۔ اِس طرح برضا و رغبت یہ یہودی عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا اور اسلامی تاریخ میں "عبداللہ ابن سلام" کے نام سے مشہور ہوا۔ اِنھی بزرگ کے اِس طرح مسلمان ہونے کی شان میں آیہ نازل ہوئی تھی۔

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۢ بَنِيٓ إِسۡرَآءِيلَ عَلَىٰ مِثۡلِهِۦ فَـَٔامَنَ وَٱسۡتَكۡبَرۡتُمۡ — اور بنی اسرائیل میں سے شاہد نے گواہی دی اور ایمان لایا۔ مگر تم غرور میں پھنسے رہے۔

اِس آیت میں عبداللہ ابن سلام اور ان کی منکر قوم کے طرزِ عمل کی طرف اشارہ ہے۔

کعبہ کی تولیت کے سبب سے مکہ کے کفار قریش کا اثر مدینہ اور مدینہ کے گرد و نواح کے مشرک قبیلوں پر کافی تھا اور آپس کے تعلقات برابر قائم تھے۔ مکّہ کے کفار نے مدینہ کے انصار کے سرگروہ عبداللہ ابن اُبی کو لکھا کہ "تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تو تم لوگ (نعوذ باللہ) اس کو قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم سب لوگ تم پر حملہ کر دیں گے اور تم پر حملہ کر کے تمھاری عورتوں پر تصرف کریں گے"۔ ایک قدیم عرب مورخ کا قول ہے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ جب مدینہ آئے اور انصار نے اُن کو پناہ دی تو تمام ملک ایک ساتھ اُن سے لڑنے کو آمادہ ہو گیا۔ اِن حالات سے رسول اللہ صلی اللہ

وسلم کو آگاہی تھی اور جو متعصبانہ جذبات کی آگ مکہ کے مشرک سُلگا رہے تھے آنحضرت کو اُس کی طرف سے ہر وقت اندیشہ لگا ہوا تھا کہ نہ معلوم کس وقت بھڑک اُٹھے اور کس گھڑی مکہ کے قریش مدینہ پر دھاوا بول دیں۔ اِسی سبب سے مدینہ میں تشریف لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر راتوں کو جاگا کرتے اور صبح تک ہتھیار باندھ کر سوتے تھے اور رات کے وقت ہتھیار بند پہرہ کا انتظام رہتا تھا۔ مکہ کے کافر قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی سخت عداوت ہوگئی تھی کہ وہ اُس کے چھوڑ دینے کو کسی طرح آمادہ نہ تھے بلکہ جب ذرا سا بھی موقع ملتا علی الاعلان اپنی عداوت کو ظاہر کر دیتے تھے اور امن پسند مسلمانوں کو مذہبی فرائض کی ادائگی سے جبراً روکنے کی کوشش کرتے تھے۔

دشمنوں نے چالاکی سے ایسے جاسوس چھوڑ دئے جو مسلمانوں میں آکر شامل ہوگئے تھے اور ظاہر میں مسلمان اُنکو مسلمان سمجھتے تھے لیکن باطن میں وہ دشمن کافروں کے ساتھ ملے ہوئے تھے یہ ایک گروہ تھا جس کو علامہ شبلی نے "مارِ آستین" کے واجبی نام سے نامزد کیا ہے۔ یہ گروہ متاعِ ایمان کے اُچکّوں کی طرف سے مسلمانوں کے گھر کا بھیدی بنا ہوا تھا اور اسلام کی تنقیص اور مسلمانوں کی اہانت کا کوئی پہلو اُٹھا نہیں رکھتا تھا۔ قرآن مجید میں اسی گروہ کی نسبت کہا گیا ہے:۔

| | |
|---|---|
| وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ط | اور جو اعراب میں تمہارے گروہ ہیں اُن میں منافق بھی ہیں۔ |
| وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا | اور بعض مدینہ والوں میں بھی نفاق کی سرکشی میں مبتلا ہیں اُن کو |
| تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط (قرآن مجید۔ سورۂ توبہ ع۱۲) | تو نہیں جانتا ہم جانتے ہیں۔ |

اِس مارِ آستین گروہ منافقوں سے اسلام کے دشمن کافروں کو عموماً اور مکہ کے قریشی کافروں کو خصوصاً بہت مدد ملتی رہتی اور اسلام کی بیخ کنی کے منصوبوں میں ان دونوں گروہوں کے آپس میں بہت ساز باز رہتا تھا اور اس طرح یہ دونوں گروہ اسلام کی رفتار روکنے کے درپے رہتے تھے اور فتنہ و فساد برپا کرنے کے واسطے ہر گھڑی آمادہ تھے۔ جیسا کہ آئندہ تفصیل سے بتایا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اِن دو گروہ مشرکینِ مکہ اور منافقین کے ساتھ ہی ایک تیسرا گروہ اور تھا جو اسلام کی تباہی کا متمنی رہتا تھا۔ اور اسلام کی ترقی کو سیدھی نظر سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ مدینہ کے یہودیوں کا گروہ تھا۔ ایک طرف تو یہودیوں اور مدینہ کے انصار میں آپس میں صدیوں سے

دشمنی اور عداوت چلی آتی تھی اور ایک دوسرے کے خلاف متعدد جنگیں ہو چکیں تھیں اور دوسری طرف مدینہ میں اسلام کے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے آنے سے یہودیوں کو اپنے مذہب اور اپنے اثر کی طرف سے خطرہ ہو گیا تھا۔ غرض یہ تین مختلف اسلام کے دشمن گروہ تھے جن سے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہونچ کر بھی گھرے ہوئے تھے اور یہ تینوں گروہ اسلام کی بربادی اور تنقیص کے در پے رہتے تھے تاکہ اس طرح سے رفتہ رفتہ لوگوں کو اسلام کی طرف سے برگشتہ کر دیں اور ایسے حالات تھے کہ حفاظت خود اختیاری جیسے اعلیٰ اخلاقی اصول کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفاعی تیاری اور اُس کے انتظاموں میں مصروف ہو جانا عین انسانی فطرت کے مطابق اور ضروری تھا۔

(صحیحین و الترمذی عن عائشہ) کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سھر مقدمہ المدینۃ لیلۃ فقال لیت رجلا من اصحابی یحرسنی اللیلۃ فبینا نحن کذلک اذ سمعنا خشخشۃ فقال من ھذا قال انا سعد قال لہ ما جائک قال وقع فی نفسی خوف علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فجئت احرسہ فدعا لہ ثم نام

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ کو تشریف آوری مدینہ کے بعد وقت شب نیند نہ آئی تو آپ نے فرمایا کاش میرے دوستوں میں سے کوئی صالح شخص آج کی رات پہرہ دیتا اور میں اطمینان کے ساتھ سو جاتا اسی حالت میں تھے کہ ہمکو ہتھیاروں کے کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔ آپ نے فرمایا کون ہے۔ جواب ملا میں ہوں سعد (بن مالک) پھر حضور نے دریافت کیا کیوں آئے ہو۔ عرض کیا میرے دل میں اللہ کے رسول کے متعلق اندیشہ ہوا اس لئے مسلح ہو کر پہرہ دینے آیا ہوں پس حضرت نے اُنکو دعا دی اور سو رہے۔

(۲) سورہ انفال) یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا

اے نبی کفایت کرتا ہی تجھکو خدا اور تیرے اتباع کرنیوالے مومن (اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ شریک فرمایا کہ کافی ہیں تجھکو مسلمان اور خدا) نہ غمگین کریں تجھکو وہ لوگ جو دوڑتے ہیں طرف کفر کے بسبب تیری عداوت و بغض کی تحقیق نہ نقصان پہونچا سکیں گے تجھکو کسی قسم کا کچھ بھی

(جامع الترمذی صفحہ ۲۳۶ عن عائشہ -) قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحرس حتی نزلت ھذہ الایۃ - واللہ یعصمك من الناس قال فاخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من القبۃ فقال لھم یا ایھا الناس انصرفوا فقد عصمنی اللہ -

جامع الترمذی میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شب کے وقت اصحاب پہرہ دیا کرتے تھے۔ یہانتک کہ جب آیۃ (واللہ یعصمک من الناس) نازل ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبہ سے سر مبارک نکالکر فرمایا اے پہرہ دار (لوگو) اللہ تعالیٰ نے مجھکو اپنی حفاظت میں لے لیا اب تم پہرہ موقوف کردو (اور اپنے گھر چلے جاؤ)

# مدینہ کعبہ صفت محترم ز عالم شد
# ز افتخار قیام تو یا رسول اللہ

قَالَ اللہُ تعالٰے - لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَ وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝

البتہ قسم کھاتا ہوں اس شہر مکہ کی درآں حالیکہ اے حبیب میرے تم اس شہر میں مقیم ہو۔ اور قسم باپ کی اور قسم اسکی اولاد کی

وہ خدا نے ہے مرتبہ تم کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

(پ ۱۴ سورۃ الحجر ع ۵) لَعَمْرُكَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَكْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ

قسم تیری زندگی کی کہ وہ اپنی گمراہی میں بھٹک رہے ہیں

(مفسرین) فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب سیدنا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر مکہ معظمہ میں مبعوث کیا تھا جو "جائے امن وثواب" اور مخلوق کے حج کا مقام ہے نبینا آدم علیہ السلام کے زمانہ سے معظم و محترم متصور ہوتا تھا۔ لیکن مکہ معظمہ کی قسم کو حضرت محبوب آلہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول کے ساتھ مقید کیا ہے تاکہ واضح ہو جاوے کہ مکان کا شرف مکین کی وجہ سے ہے۔

اے کعبہ را ز یمن قدوم تو صد شرف
وے مردہ را - ز مقدم پاک تو صد صفا

بطحا ز نور طلعتِ تو یافتہ فروغ
طیبہ ز خاک پائے تو با رونق و صفا

اگر والد سے مراد آدم علیہ السلام ہیں تو ولد آدم میں حضرت سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والثنا بھی داخل ہو گئے

اور اگر والد سے مراد حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں تو موصوف کی ذریت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہیں۔ لیکن اکثر کا قول یہ ہے کہ وَالِدٌ سے مراد ذات مقدس سیدنا رؤف و رحیم نبی کریم ہے۔ وَماوَلَدُ سے مراد امت محمدیہ مرحومہ (رواہ قاضی عیاض فی شفا۔ وامام قسطلانی وامام غزالی وابن حاج وغیرھم)

قال امیر المؤمنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بابی انت وامی یارسول اللہ لَقَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِیْلَتِکَ عند اللہ کما یقول لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ۔

حضرت خلیفہ دویم عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میرے والدین حضور پر نثار ہوں یا رسول اللہ حضور کی فضیلت خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس حد کو پہونچی کہ قسم کھاتا ہے اللہ عزوجل آپ کے حیات و بقا کی لَعَمْرُکَ اور کفار اپنی گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔

لیکن انبیاء و مرسلین میں سے کسی اور کی حیات کی قسم یاد نہیں کی۔ اور شان محبوبیت اس درجہ کو پہنچی کہ فرماتا ہے لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ۔ بلد سے مراد سرزمین ہے جس پر پاؤں رکھ کر چلتے ہیں اور قسم زمین گویا خاک پائے محبوب کی قسم ہے۔ گرچہ یہ لفظ بظاہر سخت ہے کہ جناب احدیت سے نسبت کی جاوے۔ لیکن بنظر تحقیق معنی صاف و پاک گرد و غبار سے ہیں خدائے تعالیٰ کی کسی غیر کی قسم بجز اپنے کھانا شئی مذکور کی فضیلت و شرف کا ظاہر فرمانا ہے۔ اقوال ائمہ دین (قال ابن عباس امام المفسرین) حضرت ابن عباس صحابی فرماتے ہیں کہ قادر مطلق جل شانہ نے اپنے نزدیک کسی ذات کو زیادہ تر گرامی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا نہیں کیا۔ یہی وجہ تھی کہ خلاق عالم نے آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و بقا کی قسم یاد کی ہے اور بجز ذات مستجمع صفات کسی دوسرے کی قسم یاد نہیں کی۔ جس کا باعث یہ تھا کہ حضرت سیدنا نور علیٰ نور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک گرامی و بزرگ و برگزیدہ عوالم تھے

زہے جناب کہ ہرگز کسے زانس و ملک ۔۔۔ نمی رسد بمقام تو۔ یَارَسُوْلَ اللہ

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ایزد متعال نے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی ہے لہذا جائز ہوا کہ ہم سرور کائنات علیہ الثنا والتحیات کی بقا کی قسم کھاویں۔ (امام احمد رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جو شخص قسم کھائے

بنی کریم کی حیات کی منعقد ہو جاتی ہے اُس پر یَمین۔ (قسم) اور واجب ہوتا ہے کفارہ حنث (گناہ دعہد شکنی) اس وجہ سے کہ حضرت فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکن ہیں منجملہ دو ارکان شہادت کے اور قسم کھانا حضرت جل و علا کا بصفت ربوبیہ منسوب ہے حضرت محبوب اللہ کی طرف فَوَرَبِّكَ یعنی قسم تیرے رب کی فَوَرَبِّكَ میں و قسمیہ ہے جس طرح فارسی میں ب ہوتی ہے بسرت بجانت اور ف حرف تعقیب ہے قسم کھائی حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ زیبا و زلف مشکین کی سورۂ والضحیٰ میں۔

وَالضُّحٰیۙ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰیۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰیؕ

قسم روز روشن و شب تاریک کی کہ نہیں چھوڑا اور نہ دشمنی کی تجھ سے تیرے رب نے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ جبرئیل امین چند روز تک وحی نہ لائے چنانچہ مشرکین مکہ نے طعن کرنا شروع کیا "کہ محمدؐ کے خدا نے اُس کو چھوڑ دیا اور دشمن بنالیا"۔ حضرت نبی کریم کو اس سے ملال خاطر ہوا۔ چنانچہ نزول وحی ہوا۔ ضحیٰ کے معنی وقت چاشت ہیں جبکہ آفتاب بلند ہو کر بخوبی روشنی دینے لگتا ہے۔ لیل۔ رات سجیٰ۔ تیرہ و تار (دیجور) دیکھئے والضحیٰ میں واو قسمیہ ہے یعنی قسم ہے روز روشن اور قسم ہے شب دیجور کی "کہ تیرے رب نے تجھکو نہیں چھوڑا"۔ صاحب کشف الاسرار لکھتے ہیں کہ مراد ضحیٰ سے چہرہ نورانی حضرت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسکو صانع بےمثال نے ایسا منور بنایا تھا کہ اندھیری رات میں مثل چاند کے چمکتا اور اشیاء کو روشن کر دیتا۔

(جامع الترمذی صفحہ ۵۰۳) عن ابی یونس عن ابی ھریرۃ قال ما رأیت شیئا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجھہ الخ

حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ نہیں دیکھی میں نے کوئی شئے (لفظ شئی ماسوا اللہ جملہ کائنات پر حاوی ہوتا ہے) حسین و خوبصورت زیادہ رسول اللہ سے گویا چہرہ میں سورج چمک رہا تھا۔ الخ

لیل سجیٰ سے کنایہ حضور پر نور کی زلف ہائے مشکین سے تھا۔ قرینہ و سیاق بھی اسی طور پر ہے کہ آگے ارشاد ہوتا ہے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی۔ کہ نہیں چھوڑا اور نہ دشمن بنایا تجھکو تیرے رب نے۔

لہذا حق تعالیٰ نے محبوب معظم کے چہرہ و زلف ہائے عنبرین کی قسم کھا کر شان محبوبیت ظاہر کر کے اطمینان حبیب کر دیا

فرمادیا کہ میں نے تم کو فراموش نہیں کیا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ بلکہ انجام اس کا آغاز سے بہتر ہوگا۔

مدینہ

عروج

اسماء

حرمت

موت

دعاء

فضائل

(رواہ البخاری و مسلم عن ابی ھریرہ) صحیحین بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابی ہریرہ رض سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ مجھکو ایسی بستی میں ہجرت کا حکم ہوا ہے جو سب بستیوں پر غالب ہے جس کو یثرب کہتے ہیں اور یہ بستی بڑے آدمیوں یعنی اہل شرک و کفار کا مسکن ہے لیکن جب قدوم میمنت لزوم سے شہر یثرب مالا مال برکات وطیبات ہوا تب اس طور پر فرمان صادر ہوا۔

حدیث مسلم۔ ان اللہ سمی المدینہ طابہ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس بستی کا نام طابہ رکھا۔

اُسی روز سے یثرب کہنے کی ممانعت ہوگئی حضور نور علی نے مدینہ طیبہ نام رکھا۔ قولہ تعالیٰ پ ۹ سورہ الانفال

کَمَآ اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ ط یعنی جنگ تبوک کیواسطے نکالا تم کو اے رسول تمہارے مکان سے

آیۃ شریف کے مطابق ۔بیت الرسول ۔ الحبیبہ ۔شہر محبوب۔

اخرج صحیح بخاری عن انسؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قدم من سفر فنظر الی جدرات المدینہ اوضع راحلتہ و ان کان علی دابۃ حرکھا من حبھا۔

صحیح بخاری حضرت انس سے روایت کی ہے کہ جب حضرت سلطان کونین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے مراجعت فرماتے اور مدینہ کے درو دیوار نظر پڑنے لگتے تو اپنی سواری کو تیز چلاتے اور اگر کسی جانور پر سوار ہوتے تب مدینہ کی محبت میں اُس کو تیز چلاتے۔

(حدیث ثانیہ عن انس رضی اللہ عنہ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلع لہ احد فقال ھذا جبل یحبنا ونحبہ اللھم ان ابراھیم حرم مکۃ وانی احرم مابین لابتیھا (بخاری جلد اول صفحہ ۴۷۷)

حضرت انسؓ صحابی سے دوسری روایت ہے کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سامنے جبلِ احد آیا کہا یہ پہاڑ ہمکو محبوب رکھتا ہے اور ہم اسکو عزیز رکھتے ہیں ۔ اے رب حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں اسجگہ کو حرم بتاتا ہوں جو اطراف مدینہ کے درمیان ہے۔"

حدیث اولیٰ سے ثابت ہوا کہ حضرت حبیب خدا کو مدینہ سے کس درجہ محبت تھی کہ جب دور سے اُس کے مکانات درو دیوار نظر آنے لگتے تو فورشوق سے سواری کو تیز چلاتے ۔ حدیث ثانیہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کے دشت وجبال سے بھی محبت تھی ۔

(صحیح بخاری عن ابی ھریرۃ حرم مابین لابتی المدینۃ علیٰ لسانی ۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری زبان سے حرام ہوگیا مدینہ کے دو پہاڑوں کے درمیان کا یعنی جسطرح مکہ حرم ہے اُسی طرح مدینہ شریف بھی ہوگیا

## دَارُالخِلَافَت

اللہ ورسول کا محبوب ترین شہر ۔ باوجود فتح ہوجانے مکہ کے حضور محبوب الہٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکونت مدینہ منورہ کو ترجیح دی (حدیث) تاقیامت حضرت رسول کریم مدینہ مطہرہ کے ساکن ہوئے ۔ (مناھج النبوۃ وغیرہ) حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت بردئے ہوا خطہ مدینہ پر گذرا ۔ دامن کوہ میں ایک سرسبز و شاداب خطہ نظر آیا جس کا منظر دلفریب تھا ۔ ایک مقام پر دیکھا کہ بڑے بڑے فرشتے قایم ہیں اور ٹوکریاں نور کی مخصوص قطعہ پر ڈال رہے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرشتوں سے باعث دریافت فرمایا تب اُونہوں نے جواب دیا کہ جب سے زمین پیدا ہوئی ہے خالق جل شانہ نے ہم کو اس خدمت پر مامور کر دیا ہے یہ وہ مقدس مقام ہے کہ حضرت خلیفۃ اللہ محبوب الہٰ خاتم الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر اس خطہ مقدس میں قیام فرماوینگے اور یہ قطعہ آراضی خاص مدفن گاہ آنحضرت ہوگی ۔

(الحدیث) ارشاد عالی ہے کہ روے زمین پر کوئی قطعہ آراضی مجھکو زیادتر محبوب نہیں مگر وہ جس میں کہ میری قبر ہوگی۔ اس کلمہ کو تکرار کے ساتھ تین مرتبہ فرمایا۔

## فضیلت مدینہ — دعائے برکت مدینہ — بیت الرسول

(بخاری جلد اول صفحہ ۲۵۳) عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰھم اجعل بالمدینہ ضعفی ماجعلت بمکۃ من البرکۃ

صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا اللہ مدینہ میں مکہ سے المضاعف برکت عطا کر۔

صحیح مسلم ص۴۴۲ عن ابی ھریرۃ۔ انہ قال کان الناس اذا راؤا اول الثمر جاؤا بہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا اخذہ رسول اللہ قال اللھم بارک لنا فی ثمرنا وبارک لنا فی مدینتنا وبارک لنا فی مدنا وصاعنا۔ اللھم ان ابراھیم عبدک وخلیلک ونبیک وانی عبدک ونبیک وانہ دعاک لمکۃ وانی ادعوک للمدینۃ بمثل مادعاک لمکۃ ومثلہ معہ (قال ثم یدعوا اصغر ولید لہ فیعطیہ ذلک الثمر)

صحیح مسلم ابوہریرہ سے روایت ہی کہ جب کوئی شخص پہلا پھل دیکھتا تو اُس پھل کو خدمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرتا پس رسول اللہ دست مبارک میں لیتے اور دعا کرتے الٰہی برکت دے ہمارے پھل میں برکت دے ہمکو ہمارے مدینہ میں اور برکت کر ہمارے صاع میں اور برکت دے ہمارے مُد میں الٰہی تحقیق ابراہیم علیہ السلام تیرا بندہ اور تیرا دوست و پیغمبر تھا اور تحقیق میں بھی تیرا بندہ و پیغمبر ہوں البتہ ابراہیم نے تجھ سے مکہ کے واسطے دعا کی تھی اور میں تجھ سے مدینہ کے واسطے دعا کرتا ہوں مثل اُسکے جو ابراہیم نے مکہ کے واسطے کی تھی اور اُسکے برابر ساتھ اُسکے اور بھی یعنی مکہ کی دونی برکت چاہتا ہوں حضرت یہ دعا فرماتے اور اپنے اہل بیت کے چھوٹے لڑکے کو طلب فرماتے اور اُسکو وہ پھل دے دیا کرتے۔ (فائدہ) صاع و مد کی برکت سے مراد غلہ کی برکت تھی حضرت ابراہیم نے مکہ کو پھلوں میں برکت کی دعا کی تھی کیونکہ وہاں اناج پیدا نہیں ہوتا تھا اور حضرت نے مدینہ کے پھلوں اور غلہ کیواسطے دعا کی تھی (مد چہارم ۱/۴ صاع کا ہوتا ہے بقدر تین پاؤ کے)۔

# عروج مدینہ

سرورکائنات صاحب التاج والعلم سید العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود تسخیر ممالک مدینہ کو دارالسلطنت قبۃ الاسلام بنایا۔ من بعد خلفاء راشدین بھی پایہ تخت مانتے رہے۔ دعای رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ کی خاک تک مقدس ومتبرک بن گئی اور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے الشافیہ موسوم فرمایا۔ تراہا شفاء من کل داءٍ یعنی مدینہ کی مٹی ہر مرض کے واسطے شفا ہے (حدیث ثانیہ) غبار المدینۃ شفاء من الجذام مدینہ کی گرد جذام کو اچھا کر دیتی ہے۔ المحروسات صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۲۵۲ عن ابی ہریرہ

قال- قال رسول اللہ علیہ وسلم علی انقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلہا الطاعون ولا الدجال

ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ مدینہ کی گلیوں کے سرے پر فرشتے نگہبانی کرتے ہیں تاکہ طاعون اور دجال اُس میں داخل نہ ہوسکے۔

ایک ایک خس وخار ہے خوشبو سے معطر
کس گل نے خدایا یہ بسایا ہے مدینہ

اخرج الدارمی والبیہقی وابو نعیم عن جابرؓ قال کان فی رسول اللہ صلی علیہ وسلم خصالٌ لم یکن یسلك فی طریقٍ فتبعہ احد الاعرف انہ قد سلکہٗ من طیب عرقہ او عرفہ ولم یکن بحجرٍ ولا بشجرٍ الا سجد لہ

دارمی، بیہقی، ابونعیم نے جابرؓ صحابی سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت سی خوبیاں تھیں منجملہ اُن کے ایک صفت یہ تھی کہ جس کوچہ سے سیدنا حبیب اللہ گذر جاتے خوشبوئے حضور سے وہ کوچہ مہک جاتا۔ لوگ پہچان لیتے کہ حضور پرنور ادھر تشریف لے گئے کوئی پتھر، درخت ایسا نہ ہوتا کہ جس کے پاس سے صاحب اعجاز گذرے ہوں اور اُس نے سجدہ نہ کیا ہو۔

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دئے ہیں

(روایت) کسی گستاخ نے کہا تھا کہ مدینہ کی مٹی ردّی یہ خراب ہے امام مالک نے فرمایا اے گستاخ بقعہ مقدس میں سردار کائنات سیدنا نور علی کا جسد اطہر منور مکنون ومخزون ہے جس کی وجہ سے اس قطعہ زمین کو کعبہ وعرش کرسی پر شرف حاصل ہے اور تو اُس کی مٹی کو جس میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم راحت فرما ہیں

غیر پاک کہتا ہے چنانچہ اس توہین آمیز کلمہ کی بنا پر اُس شخص کو تیس ۳۰ تازیانہ کی سزا دی گئی تھی۔
عن سعد رضی اللہ عنہ ارشاد حضور نبی کریم صلے اللہ وسلم ہے کہ مدینہ اُس کے باشندوں کے واسطے دنیا و آخرت میں بہتر ہے اگر لوگ اُس کی فضیلت سے واقف ہو جاویں تو ہرگز مدینہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ نہ جاویں۔ جو شخص مدینہ کو بے رغبتی سے ترک کریگا تو حق تعالیٰ اُس کی جگہ دوسرے بہترین شخص کو بھیجدیگا۔ یعنی ایسے شخص کے ترک سکونت سے مدینہ کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔ بلکہ تارک خود خاسر و محروم رہے گا۔

مرا مدینہ میں یارب قیام ہو جائے ۔۔۔ وہیں یہ عمر دوروزہ تمام ہو جائے
تیری جناب مقدس میں سرورِ عالم ۔۔۔ قبول میرا۔ درود و سلام ہو جائے
یہ آرزو ہے کہ اک بار زندگانی میں ۔۔۔ در حضور۔ یہ حاضر غلام ہو جائے

نبوت و رسالت کی مختلف صورتیں ہوتی رہی تھیں۔ مثلاً حضرت داود علیہ السلام و حضرت سلیمان علیہ السلام انبیا تھے اور سلطنت دنیاوی کے بادشاہ بھی ہوئے۔ حضرت یونس و حضرت یحییٰ علیہ السلام عابد و زاہد نبی تھے بہر نوع جو حالت بھی تھی اللہ عز و جل نے حضرات موصوف کو عظمت و عزت و غلبہ قوم پر عطا کیا تھا۔ اور امتیں بتوفیق باری تعالیٰ حضرات موصوفین کی فرماں برداری و انقیاد کرتی تھیں۔ یہ غلبہ انقیاد بمنزلہ جسم انسانی کے تھا اور عنایت الٰہی اُس میں بطور نفس ناطقہ کام کرتی تھی۔ یعنی جس طرح جسم آشیانہ نفس ناطقہ ہوتا ہے۔ اُسی طرح وجاہت و عزت و غلبہ انبیا علیہ السلام اور انقیاد (فرمانبرداری قوم) گویا جسم نبوت تھا۔ اور عنایت الٰہی و فتح و غیبی امداد۔ روح نبوت تھی بہترین انبیاء علیہم السلام کی نبوت بادشاہت و زہد کی جامع تھی۔ خصوصاً حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ابتدائی صورت اس طور پر تھی کہ مکہ معظمہ میں چند لوگ حضور کے پیرو پیدا ہو گئے تھے۔ اور بتدریج ترقی ہوتی گئی حتیٰ کہ آفتاب نبوت و اقبال روز بروز اطراف و جوانب میں تاباں ہوتا گیا۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ایک رئیس شہر کی صورت اختیار کر گئی۔ قبل از بعثت زمانہ کی یہ حالت تھی کہ کل عرب کفر و شرک میں مبتلا تھے انبیا متقدمین کے رسم و رواج کو فراموش کر چکے تھے اُن کو معاد کی کچھ خبر نہ تھی نہ مبدا کا علم۔ ایک دوسرے پر ظلم و جبر کرتے۔ حلال و حرام میں مطلقاً امتیاز نہ کرتے تھے جس وقت ماہ عرب والنجم طلوع ہوا۔ بہترین کتاب الٰہی (قرآن مجید) کا نزول ہونے لگا

لوگ اُس کی پیروی کرنے لگے۔ عرب میں علم و رشد پھیلنے لگا۔ برکات فیض رسالت اس طرح روز افزوں ہوے کہ گھر گھر روشنی علم سے منور ہو گئے حتیٰ کہ صحرا نشین لوگ علما و فضلا انسان کامل بن گئے۔

جب تک حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں فروکش رہے علوم الٰہیہ باران رحمت کی طرح قلب انور پر برستے رہے۔ وہ سب توحید عبادات۔ حالات معاد۔ اور قصص انبیا علیہ السلام تھے۔ اُس کے بعد جب آنحضرت کو حکم ہجرت صادر ہوا اور سرور عالم مدینہ طیبہ میں قیام پذیر ہوے اطراف و جوانب کے مسلمان بھی مدینہ طیبہ (دارالخلافت) کو ہجرت کر آئے۔ اور جمعیت مسلمین میں روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ اور مستقل دارالسلطنت کی صورت اختیار کرلی۔ جس طرح طفل شیر خوار ہر روز نشو و نما پاکر بڑھتا ہے۔ لمحہ لمحہ قوائے نفس ناطقہ قوت پاتے ہیں اسی طرح برکات نبوت و فیضان حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم متضاعف و متزاد ہوتے جاتے تھے صرف ایک درجہ ترقی کا باقی رہ گیا تھا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دار فانی سے کنارہ کشی فرمائی اور جو درجہ باقی رہا تھا وہ سلطنت ذوالقرنین تھی کہ جملہ سلاطین زمانہ اُس کے باجگذار مطیع و منقاد تھے۔ اور انھیں مراتب کی بارہا بشارت حضرت حبیب الرحمن صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگئی تھی لیکن وصال شریف سے اُن کا ظہور نہ ہونے پایا تھا تاہم حضرت عالم المغیبات صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کو اُن کی خوش خبریاں دی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے وہ امور موعود حضرات خلفاے راشدین کے ہاتھوں انجام کو پہونچائے فارس روم و شام وغیرہ اسلام کے مفتوحہ و باجگذار بن گئے۔ اور تمام خزانے مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ (لیکن کل نمایاں کام جو خلفا نے کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پلہ حسنات میں محسوب کئے جائیں گے۔) پس نعمت کامل ہوئی اور ترقیات و برکات نبوت وافر کا ظہور رہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانیکے ساتھ ساتھ ہی باب ہائے علوم کشادہ ہو گئے۔ حکم احکام بہ تفصیل نازل ہونے لگے۔ حضرت شارع علیہ السلام نے احکام صوم۔ صلوۃ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ واجبات و منہیات۔ نکاح۔ بیع و شرا۔ آداب معیشت اور سیاست مُدن بالکمل الوجوہ بیان فرمائے۔
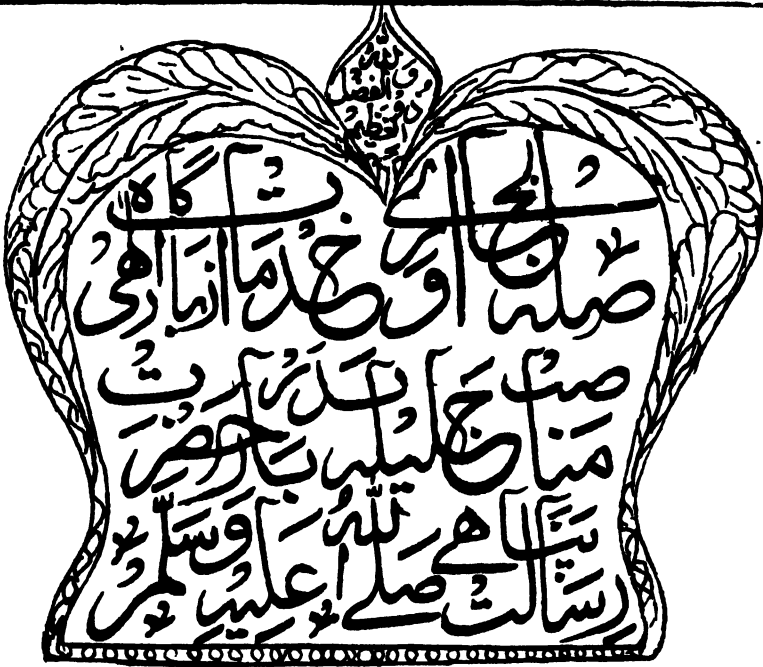
ترمذی۔ عن ابی سعید خدریؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلمؐ مامن نبی الا ولہ وزیران من اھل الارض ماوزیران من اھل السماء فجبرئیل ومیکائیل ؑ ماوزیران من اھل الارض فابوبکرؓ و عمرؓ

یعنی کوئی نبی ایسا نہیں کہ جس کے دو وزیر اہل آسمان اور دو وزیر اہل دنیا کے نہ ہوں۔ میرے وزراے آسمانی جبرئیل ومیکائیل ہیں اور وزراے دنیا ابوبکر و عمر ہیں۔

نجبا۔ او۔ ر فقاء

(جامع الترمذی ص ۵۴۶) عن علی بن ابیطالب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لکل نبی اعطی سبعۃ نجباء و رفقاء واعطیت انا اربعۃ عشر قلنا من ھم قال انا وابنائی وجعفرؓ وحمزہؓ وابوبکرؓ وعمرؓ ومصعب بن عمیرؓ وبلالؓ وسلمانؓ وعمارؓ والمقدادؓ وحذیفۃؓ وعبداللہ بن مسعود (ھذا حدیث حسن غریب)

ترمذی (سیدنا علی) سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو سات نجیب عطا کئے ہیں اور مجھکو چودہ نجیب مرحمت کیے گئے ہم نے پوچھا وہ کون ہیں فرمایا میں اور علیؓ اور میرے بیٹے حسنؓ حسینؓ اور جعفرؓ و حمزہؓ۔ ابوبکرؓ عمرؓ۔ مصعبؓ بن عمیر۔ بلالؓ ۔ سلمانؓ ۔ عمارؓ ۔ عبداللہ بن مسعودؓ مقدادؓ۔ حذیفہؓ۔

## خطیب

زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب صدیق رضؓ اور علی کرم اللہ وجہہ تھے۔

## محتسب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ محتسب (کوتوال) تھے اور خلاف شرع شخص کو تازیانہ کی سزا دیتے تھے۔

## کاتبان (میر منشی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ شرحبیل بن حسنہ۔

(بخاری ص۵۳۳) عن انسؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لکل امۃ امینا وان امین ھذہ الامۃ ابو عبیدۃ بن الجراح

(صحیح بخاری انس) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل امتوں میں امین ہوتے تھے اور میری امت میں۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح۔ امین الامۃ ہیں۔

## حواریان

مسلم عن ابن شیبہ۔ طبرانی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔

یا طلحہ یا زبیر ان لکل نبی حواری وانتما حواری۔

یعنی اے طلحہ اے زبیر ہر نبی کے لئے حواری (مددگار) ہوتے تھے اور تم میرے حواری ہو۔

## عہدہ قاضی۔ وامین

دعاء حضور پر نور۔ الٰہی میری امت پر رحم فرما کہ اس میں ابوبکرؓ ہیں اور اَشَدّ بِاَمْرِ اللہ عمرؓ اور سخت حیا پرور عثمانؓ ہیں۔ اور حلال و حرام میں اعلم معاذؓ ہیں۔ تمام امتوں میں ایک امین ہوتا ہے۔ میری امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں۔ ابن عمر نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ سب سے زیادہ قضیہ فیصل کرنیوالے علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

## محدث

بخاری عن - ابو هریرۃ قال انہ قد کان فیما مضی قبلکم من الامم محدثون وانہ ان کان فی امتی ھذہ فانہ عمر بن الخطاب -

البتہ تم سے اگلے لوگ ہو چکے ہیں اُن میں محدث ہوئے تھے تحقیق میری اس امت میں اگر کوئی ویسا محدث ہے تو عمر ابن الخطاب ہے۔

محدث اُس کو کہتے ہیں جس کو [illegible] کی عقل [illegible] محدث کی برابر نہیں ہو سکتا - چونکہ ہمارے نبی کریم سید المرسلین اور افضل پیغمبران ہوئے تو حضور کی امت بھی افضل الامم ہے جس طرح امت سابقہ میں محدث ہوئے اس امت محمدیہ میں افضل ترین محدث حضرت عمر رضؓ ہیں اور حضرت امیر المومنین کی کمال فضیلت مرتبہ محدث سے ثابت ہوئی -

## آداب دربار نبوی

جب سلطان محبوب الہ صلی اللہ علیہ وآلہ وازاجہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لاتے یا مراجعت فرماتے تمام حاضرین دربار نبوی تعظیماً دست بستہ مودب کھڑے ہو جاتے مہاجرین وانصار سر و قد تعظیم کرتے کسی شخص کی مجال نہ ہوتی کہ چہرۂ انور کی طرف دیکھے بجز حضرات ذوی الکرام صدیق اکبر و عمر فاروق کے جو باعث غلبۂ محبت واختصاص قربت حضور سراپا نور کے چہرۂ نورانی کا مشاہدہ کرتے فرط محبت سے خوش ہو کر مسکراتے اور حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یاران وفا شعار کو دیکھکر تبسم فرماتے - جب سید عالی جاہ بیٹھ جاتے اور حکم فرماتے اُس وقت جملہ اصحاب ہر چہار سمت مثل ہالہ چاند کے مودب بیٹھ جاتے -

مشکوۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجلس معنا فی المسجد - یحدثنا - اذا قام قمنا حتی نراہ قد دخل بعض بیوت ازواجہ -

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھتے اور کلام فرماتے اور جب کھڑے ہوتے ہم سب حاضرین تعظیماً قیام کرتے اور برابر کھڑے رہتے جبتک حضرت محبوب خدا نظر آتے اور نہ داخل ہو جاتے کسی بی بی صاحبہ کے مکان میں

رواہ حاکم فی مستدرک عن عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ قال کنا اذا قعد ناعند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم نرفع رؤسنا الیہ اعظاما لہ۔

حاکم نے مستدرک میں نقل کی ہے بحوالہ عبداللہ بن بریدہ۔ جنہوں نے بروایت اپنے والد کے بیان کیا ہے کہ جب ہم لوگ دربار نبوی میں حاضر ہوتے تو بلحاظ عظمت و تکریم کوئی شخص سب سر نگون مودب رہتے۔

قول اسامہ بن شریک ہے کہ میں نے دربار نبوی میں جاکر دیکھا کہ جملہ حاضرین اس درجہ مودب و ساکت سرنگون تھے کہ اُن کو مردہ سمجھ کر جانور سروں پر بیٹھ جاویں گے خواہ یہ کہ اُن کے سروں پر جانور بیٹھے ہیں کہ ذراسی جنبش سے اُڑ جاوینگے۔

# شان دربار سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم

دربار عالم پناہ کا انعقاد مسجد نبوی میں صبح سے دوپہر تک اور ظہر سے وقت عشاء تک قایم رہتا۔ دربار رسالت کے اندر کسی شخص کو کافر ہو یا مسلمان داخلہ کی ممانعت نہ تھی حتیٰ کہ عورتیں بھی برقعوں کے حجاب میں بلا روک ٹوک حاضر ہوتی تھیں علماء لکھتے ہیں کہ اراکین دربار یعنی صحابہ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی ہیبت و جلال و رعب نبوی اس درجہ ہویدا ہوتا کہ بڑے بڑے گردن کش کفار و مشرکین و مخاصمین جب پیش ہوتے مارے خوف کے لرزنے لگتے تاہم حضور عالی نہایت اخلاق و تلطف سے متوجہ ہوتے سیاح اجنبی و سفراے شاہان وقت جب حاضر ہوتے رعب جلال احمدی سے حواس باختہ ہو جاتے۔

مواہب لدنیہ۔

قال عروہ۔ اے قوم واللہ لقد وفدت علی قیصر و کسریٰ والنجاشی واللہ ان رایت ملکا قط یعظمہ اصحابہ مایعظم اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) واللہ ان تنخم

کہا عروہ نے اے قوم قسم ہے خدا تعالیٰ کی کہ میں نے بہت بادشاہوں کے دربار دیکھے اور قیصر و کسریٰ و نجاشی کے درباروں میں گیا لیکن جس قدر اصحاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور والا کی تعظیم کرتے ہیں کسی

نخامة الا وقعت فی کف رجل منهم
فدلک بها وجهه وجلده واذا امرهم
ابتدروا امره واذا توضأ کادوا یقتتلون علی
وضوئه واذا تکلم خفضوا اصواتهم

بادشاہ کی تعظیم ہوتے نہیں دیکھی خدا کی قسم جب وہ ناک
صاف کرتے ہیں آپ بینی لوگوں کی ہتھیلیوں میں ہوتا ہے
جس کو وہ لوگ اپنے مونہہ وجسم پر ملتے ہیں اور جب وہ
وضو کرتے ہیں تو اُس کے پانی پر اصحاب کا اس قدر
ہجوم ہو [illegible]
جب حضور والا کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو اُسکی تعمیل میں ہر
شخص سبقت لیجانا چاہتا ہے جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کلام فرماتے ہیں تو آوازیں اُن لوگوں کی بند ہو جاتی ہیں اور بوجہ
تعظیم وجلال کے کوئی شخص چہرہ انور کی طرف نہیں دیکھتا۔

زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے۔

قال عمرو بن العاص۔ ما کان احد احب
الی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ولا اجل فی عینی منہ وما کنت اطیق
ان املأ عینی اجلالاً لہ حتی لو قیل لی صفہ
ما استطعت ان اصفہ
(اخرجہ مسلم فی حدیث طویل)

مسلم شریف میں اور مواہب زرقانی نے عمرو ابن العاص سے
روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سے زیادہ کسی سے
مجھکو محبت نہ تھی اور نہ کسی کی عظمت اور بزرگی آپ سے زیادہ
میری آنکھوں میں تھی رعب جلال کی وجہ سے آنکھ بھر کر کبھی
میں حضور پرنور محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں
سکا اگر حلیہ مبارک مجھ سے کوئی دریافت کرے تو میں بیان نہ کرسکونگا
اس لئے کہ پورے طور پر دیکھا ہی نہیں۔

امر واقعی یہی ہے کہ مقربان بارگاہ نبوی کے دل ہی اُس عظمت کو جانتے تھے جس سے نگاہیں پست ہو جاتی تھیں

فی الشفاء قال البراء بن عازب رض قال
لقد کنت ارید ان اسئل رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عن الامر فاؤخر سنتین من هیبته

براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کوئی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے جو پوچھنا چاہتا تو ہیبت مجھ پر اس درجہ غالب
ہو جاتی کہ اُس بات کو دو سال تک نہ دریافت کرسکتا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سوائے تعظیم اختیاری کے جس کا امر حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا تھا منجانب اللہ صحابہ رضہ کے دلوں پر ہیبت و جلال حضور سرور عالم مستولی تھا اللھم صلی علی سید الکونین وآلہ وسلم

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ہر کہ خود را دید۔ او محروم شد

## نزول وحی در شان شیخین

پ سورۃ العمران ع - فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ

پس اللہ کی رحمت سے (اے نبی) تم رحم دل و نرم مزاج ان لوگوں کو ملے۔ اگر تم سخت خو بے رحم ہوتے تو البتہ یہ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے۔ پس درگذر کرو اُن سے اور اُنکے واسطے بخشش طلب کرو۔ اور اُن سے کاموں میں مشورت کیجئے (صلاح لیجئے)

رحمت الٰہیہ سے حضرت ابوبکر کو یہ حصہ ملا کہ جب کوئی مشورہ پیش آتا آپ اپنی فراست سے کام لیتے اور غور فرماتے یہاں تک کہ علم غیب کی شعاعیں آپ کے قلب پر پڑتیں اور حقیقت الامر منکشف ہو جاتا یہ لطیف شعاعیں آپ کے قلب کی بصورت عزیمت ظاہر ہوتیں۔ اور بصورت مکاشفہ آپ اپنے کلام کو بحالت غلبہ وسکر ادا کرتے۔ گرچہ آپ باتیں کم کرتے تھے لیکن جب کوئی بات کرتے تو وہ خطابانہ کرتے

حاکم۔ یا ابا بکر عطاک اللہ الرضوان الاکبر فقال بعض القوم وما الرضوان الاکبر یا رسول اللہ قال یتجلی للہ فی الاخرۃ عامۃ ویتجلی لابی بکر خاصۃ۔

حاکم۔ حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت سلطان المرسلین کے دربار میں موجود تھے۔ عبدالقیس قبیلہ کا ایک وفد آیا۔ حضور پرنور کی خدمت میں نہایت ادب و متانت سے گفتگو کی آنحضرت نے صدیق اکبر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ ابوبکر تم نے ان لوگوں کی گفتگو سنی آپ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ سنی اور بہت اچھی طرح سنی اور میں نے اُس کو سمجھ لیا۔ حضور نے فرمایا اچھا تم ان لوگوں کو اس کا جواب دو۔

چنانچہ حضرت صدیق نے نہایت متانت وسنجیدگی سے جواب دیا۔ جس سے آنحضرت مسرور ہوئے اور فرمایا۔ اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تمھیں رضوان اکبر عطا کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ رضوان اکبر سے کیا مراد ہے۔ فرمایا رضوان اکبر سے یہ مراد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عام تجلی فرمائے گا۔ اور ابوبکر کے واسطے خاص تجلی فرمائے گا۔

# نظام سیاسی۔ غیر مسلمین سے معاہدات

# کفار و منافقین کی ریشہ دوانی

## چراگاہ مدینہ پر حملہ

حضور سلطان دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کبار کے مشورے سے مضافات مدینہ کے صحرا نشین قبائل سے معاہدات کئے مراعات بلالحاظ اختلاف مذہب عطا کیں یہودی باشندگان مدینہ منورہ سے معاہدات کے ذریعہ رعایات کا سلوک فرمایا۔ غیر مسلمین سے جو معاہدات تحریر کرائے اُن کے قیود و شرائط وغیرہ حسب ذیل تھے (سیرۃ النبی) (۱) یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اُن کے مذہبی امور میں کوئی تعرض نہ کیا جاویگا (۲) یہود و مسلمانوں کو کسی سے اگر جنگ پیش آوے گی تو حلیف ایک دوسرے کی امداد کریں گے۔ (۳) کوئی فریق کفار قریش کو امان نہ دے گا۔ (۴) مدینہ پر حملہ ہوگا تو دونوں فریق ایک دوسرے کے شریک ہونگے۔ (۵) اگر کوئی فریق کسی دشمن سے صلح کرے گا تو دوسرا بھی اُس صلح میں شریک ہوگا۔ لیکن مذہبی جنگ اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

(۱) قبیلہ جہینہ۔ نواح مدینہ میں ذی اثر قبیلہ تھا اُس سے یہ اہم معاہدہ ہوا کہ وہ دونوں فریق کے ساتھ بے تعلق رہینگے (۲) ۲ھ ہجری میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی آخری سرحد مقام ابوا[1] تشریف لے گئے۔ بنی ضمیرہ کا ذی اثر قبیلہ وہاں آباد تھا۔ اُس کے سردار مخشی بن عمرو ضمری نے حسب ذیل تحریر

[1] ابوا میں حضرت بی بی آمنہ والدہ ماجدہ آنحضرت کا مزار ہے۔

کے ذریعہ معاہدہ کیا۔

هذا الكتاب من محمد رسول الله لبنى ضمرة انهم امنوا على اموالهم و انفسهم و ان لهم النصر على من رامهم الا ان يحاربون دين الله ......... وان النبى دعاهم لنصره اجابوه۔

یہ محمد رسول اللہ کی تحریر بنی ضمرہ کے واسطے ہے ان لوگوں کا جان و مال محفوظ رہے گا۔ اور ان پر حملہ ہوگا تو ان کیواسطے مدد بھیجی جاے گی سوائے اس صورت کے کہ یہ لوگ مذہب کے مقابلہ میں لڑیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کو مدد کے لئے بلائیں گے تو یہ مدد کو آئیں گے۔

اسی طرح بنو مدلج قبلیہ نے معاہدہ تحریر کیا۔ مخالفین اسلام انصاف کریں کہ اگر بزور شمشیر اسلام پھیلایا تو کیا اس قسم کے تحریری معاہدات کی ضرورت ہو سکتی تھی۔

## ابتدائی حملہ کفار قریش

سلسہ ہجری میں کرز ابن جابر فہری نے جو مکہ کے سرداروں میں سے تھا مدینہ کی چراگاہ پر چھاپا مارا اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے مویشی لوٹ کرلے گیا۔ اس کا تعاقب کیا گیا لیکن وہ ہاتھ نہ آیا۔

## دشمن کی دیکھ بھال

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کی اس حرکت کے بعد تین مہمیں[۱] دشمن کی دیکھ بھال کی غرض سے روانہ کیں اور یہ سب سے اول مدافعانہ وحفاظت وخود اختیاری کی جنگی کارروائیاں آنحضرت کی طرف سے وقوع میں آئی تھیں۔ چنانچہ ایک دستہ فوج کے سردار امیر حمزہ رض تھے۔ دوسرے کے حضرت عبیدہ ابن حارث اور تیسرے دستہ کے حضرت سعد ابن وقاص۔ مگر ان تینوں فوجی دستوں میں کسی سریہ کو کہیں دشمن سے مقابلہ نہیں ہوا۔

رجب سلسہ ہجری میں حضور سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معتمد رشتہ دار عبداللہ ابن جحش کو بارہ بہادروں کے ہمراہ دیکھ بھال دشمن کی غرض سے روانہ فرمایا ایک خط اُن کو حوالہ کرکے فرمایا تم بطن نخلہ

[۱] سیرۃ النبی۔

کی جانب روانہ ہو اور دو دن کے بعد مسافت طے کر کے اس کو کھول کر پڑھنا (بطن نخلہ یہ مقام طایف اور مکہ کے درمیان ہے) حضرت عبداللہ نے مقررہ میعاد کے بعد خط کھول کر پڑھا اُس میں تحریر تھا "قریش کے حالات کا پتہ لگا کر اطلاع دو" اتفاق سے چند آدمی قریش کے شام سے تجارت کا مال لئے ہوئے حضرت عبداللہ کو نظر پڑے اُن سے اور عبداللہ بن جحش سے لڑائی ہونے لگی۔ اہل قریش میں ایک شخص ابن عمر الحضرمی جو ایک معزز خاندان کا رکن تھا قتل ہوا۔ اور عثمان و نوفل نامی دو قریشی گرفتار ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن جحش مال غنیمت مع قیدیوں کے مدینہ لے آئے اور حضور سرور عالم میں پیش کر دئے" ارشاد ہوا کہ میں نے تم کو یہ اجازت نہیں دی تھی" اظہار ناخوشی فرمایا۔ قیدیوں کو رہا کر دیا اور مال بھی واپس دیدیا۔ ممکن ہے کہ حضرمی کا قتل باعث اشتعال کفار قریش ہوا ہو۔ لیکن کفاران مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے صحیح وسلامت مدینہ پہنچنے سے سخت صدمہ ہوا تھا اُدھر یہودیان نا بہبُود منافقین مدینہ اُن کی آتش حسد کو بھڑکا رہے تھے جس کا وہ ہمیشہ ........ اظہار بھی کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ کرز ابن جابر کا چھاپہ مارنا مقدمۃ الجیش تھا اور یہ غبار جنگ بدر کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔

## غزوہ بدر

مکہ کے کفار قریش و دیگر اقوام مشرکین نے مدینہ پر حملہ کا عزم مصمم کر لیا اُس وقت جناب باریتعالےٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اجازت جہاد عطا کی۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ سب سے اول جہاد کی اجازت میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

| | |
|---|---|
| البقرہ ع وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ۔ | جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم اللہ کی راہ میں اُن سے لڑو۔ |
| سورہ حج ع أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ۔ | صرف اس لئے (مسلمانوں کو) لڑائی کی اجازت دی جاتی ہو کیونکہ اُن پر ظلم کیا جاتا ہے اور اُنکی مدد پر اللہ یقینی ہے |

ان دونوں آیات میں اونھیں لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا تھا جو پیشتر سے مسلمین سے لڑتے آتے تھے اس طور پر صاف عیاں ہے کہ حفاظت خود اختیاری کی غرض سے وہ مدافعانہ جنگ تھی۔ پھر اس جنگ کا مقصود منشار دلی ظاہر فرمایا جاتا ہے

سورہ حج ع۶ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ اخر آیہ

(ترجمہ) وہ لوگ ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے اُن کا کوئی قصور نہ تھا بجز اسکے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا رب ہے اگر خدا بعض لوگونکو بعض سے دفع نکرتا تو البتہ ڈھا دئے جاتے خلوت خانے وعبادت خانے اور نمازیں و مسجدین جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ صاف تشریح ہوگئی کہ اگر قتال کی اجازت نہ دی جاتی تو مذہبی عبادت خانے کفار کے ہاتھوں منہدم ہوجاتے۔ الغرض جب عمرو ابن حضرمی مارا گیا تو اہل مکہ کو ایک اور بہانہ ہاتھ آگیا۔ ایک زبردست لشکر۔ شامی قافلہ تجارت کی حفاظت کے نام سے مرتب کرکے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ مکہ کا ایک زبردست تجارتی قافلہ ملک شام سے واپس ہوکر مع مال کثیر مکہ کو جارہا تھا اس قافلہ کا اصل راستہ سرحد مدینہ میں ہوکر تھا مہاجرین مسلمان چاہتے تھے کہ اپنے مال و اسباب کے معاوضہ میں اس قافلہ کو مال غنیمت بناویں۔ ابوسفیان بن حرب تجارتی قافلہ کا سردار تھا۔ لشکر کفار کی روانگی اور قافلہ شام کی آمد کی خبریں حضرت سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچیں۔ لہذا حضور والا نے اصحاب کا جلسہ طلب فرماکر اُن کو خبریں سنائیں اور مشورہ چاہا۔

(بحوالہ واقدی) حضرت ابوبکر صدیق سب سے اول کھڑے ہوئے اور بہترین تقریر فرمائی بعدہٗ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ یا رسول اللہ۔ واللہ یہ قریش ہیں کہ نہ ذلیل ہوئے جب سے عزت پائی اونہوں نے اور نہ ایمان لائے جب سے کافر ہوئے نہ اسلام لائیں گے کبھی اور یقینی لڑیں گے آپ سے پس مستعد ہوجائیے اُن کے مقابلہ کے واسطے۔ علامہ ابن اثیر اسد الغابہ میں لکھتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| اَتَیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما سار الیٰ بدر الخبر عن قریش وغیرھم ...... | جب کہ بدر کی طرف قریش کے کوچ کی خبر مشہور ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور قریش کے گروہ کو |

فاستشار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الناس ترجمہ روکنے کے متعلق آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا حضرت
فقال ابوبکر فاحسن فقال عمر فاحسن ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے عمدہ تقریریں کیں۔

اس مشورہ کے متعلق صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعودؓ نے اپنے دوست حضرت مقداد ابن اسود کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو بیان کی ہے کہ:۔

| | |
|---|---|
| اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یدعوا علی المشرکین فقال لا نقول کما قال قوم موسیٰ اذھب انت وربك فقاتلا ولکنا نقاتل عن یمینك وعن شمالك ومن بین یدیك وخلفك فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشرق وجھہ وسرہ (صحیح بخاری۔ کتاب المغازی) | نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے مشرکین پر چڑھائی کرنے کی (مسلمانوں کو) دعوت دی (حضرت مقداد ابن اسودؓ نے) کہا یا رسول اللہ ہم ایسا نہیں کہیں گے جیسا موسیٰ کی قوم نے کہا تھا کہ تو اور تیرا رب دونوں جا کر لڑو بلکہ ہم تیرے داہنے بائیں آگے پیچھے اور تیرے دونوں ہاتوں کے درمیان میں لڑینگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ خوشی سے آپ کا چہرہ چمک گیا۔ |

مہاجرین کا حال حضور کو معلوم ہوا کہ وہ کفار قریش کے دشمن ہیں۔ البتہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے دلی جذبات کا اندازہ کرنا چاہتے تھے جب حضور نے انصار کی جانب توجہ کی تو سعد ابن معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ لائے وہ حق ہے۔ یا رسول اللہ جو کچھ آنجناب کا ارادہ ہو حکم دیجئے اگر حضور دریا میں کودنے کا حکم کریں گے تو ہم حضور والا کے ساتھ دریا میں فوراً کود پڑیں گے۔ ہم لوگ دشمن کے مقابلہ سے ہرگز نہ ہچکچائیں گے ہمارے مقابلہ کی وقت جنگ تصدیق ہو جاوے گی اللہ سے امید ہے کہ حضور کامیاب ہوں گے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریریں کر مسرور ہو گئے لیکن صحابہ کی رائے میں تھوڑا سا اختلاف واقع ہوا۔ ایک فریق مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کفار کی رائے دیتا تھا۔ دوسرا فریق شہر میں رہکر مدافعت کی رائے دیتا تھا۔ بالآخر وحی سے دوسرے فریق کی تردید ثابت ہوئی اور حضور والا نے مدینہ شہر سے باہر مقابلہ کی رائے قایم فرما کر ترتیب لشکر اسلام فرمانی شروع کر دی چنانچہ فرمان عالی پر

ساٹھ سے زیادہ مہاجرین اور دو سو چالیس[۲۴۰] کے قریب انصار جہاد کے واسطے کمربستہ ہوگئے۔ اور اس تین سو[۳۰۰] مسلمین کی قلیل جماعت کو ہمراہ لے کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ رمضان ۲؁ھ ہجری کو مدینہ سے بدر کی طرف روانہ ہوئے اور ۱۷ رمضان المبارک کو بدر[۱] میں پہونچے خبر رسانوں نے خبر دی کہ دشمن نے وادی کے دوسری جانب مقام کیا ہے۔ آنحضرت نے وہیں فوج کا مقام بول دیا۔

نوٹ۔ چونکہ عین لڑائی کا موقع تھا اور جس طور پر عتبہ ابن ربیعہ سالار فوج دشمن مہاجرین کا تھا اُسی طرح ابوسفیان کا قافلہ تھا دونوں گروہوں میں ایسے لوگ موجود تھے جو مہاجرین کا مال و اسباب جائداد غصب کرچکے تھے اس بنا پر کچھ تعجب کی بات نہ تھی اگر بعض صحابہ کو خیال پیدا ہوا ہو کہ اولاً ابوسفیان کے قافلہ سے نبٹ لیں بعدہٗ عتبہ سے مقابل ہوجاویں۔ لیکن خدائے تعالیٰ کو دین کی شوکت اور اقتدار قایم کرنا تھا۔ لہٰذا ابوسفیان کا قافلہ براہ ساحل سمندر سے بچکر نکل گیا اور اہلِ اسلام کا مقابلہ کفار و مشرکین سے کرا دیا۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (قرآن مجید۔ سورۂ انفال)

اور جب اللہ تم سے دو گروہ میں سے ایک کا وعدہ کرتا ہے کہ تمھارے واسطے تم چاہتے ہو کہ بے شوکت والا گروہ تم کو مل جائے اور اللہ کا ارادہ ہے کہ حق کو اپنے حکم سے ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

ابو لبانہ ابن المنذر۔ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا حاکم مقرر فرما دیا تھا۔ عتبہ کی فوج میدان میں پہلے سے پہونچکر پانی کے موقع پر قابض ہوچکی تھی۔ غازیان اسلام کا پڑاؤ ایسی جگہ تھا جہاں پانی کا نام تک نہ تھا۔ ریت کی کثرت سے اونٹوں کے پاؤں دھنستے تھے۔ چنانچہ حباب ابن منذر کے مشورہ سے ذرا آگے بڑھکر ایک چشمہ پر قبضہ کرلیا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے باران رحمت برسایا جس سے میدان کا ریت جم گیا اور مسلمانوں نے جابجا حوض بنالئے آبِ باران اُن میں بھر گیا جو غسل و وضو کے واسطے کارآمد ہوا۔ رات میں مسلمانوں نے آرام کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام شب عبادت میں بسر کی بعد نماز صبح وعظ متعلق جہاد فرمایا۔

روضۃ الصفا نے بحوالہ واقدی روایت کی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کی

[۱] مکہ اور مدینہ کے درمیان وادی صفرا کے قریب ہی چشمۂ بدر پر لڑائی واقع ہوئی تھی یہاں سے سمندر ایک رات کے راستہ پر ہے۔

معرفت قریش کے پاس بطور قطع حجت پیام بھیجا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ اس لئے کہ ہم لڑائی کو روکنے کو دوست رکھتے ہیں۔ اس عمل سے تم ہمارے دوست ہو جاؤ گے اور تم لوگوں سے جنگ کرنے سے ہم لڑائی روکنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ قریش کی طرف سے حکیم ابن حزام[۱] نے حضرت رسول کے پیام پر توجہ کر کے بڑ زور دیا مگر شیطان ابوجہل نے کسی طرح نہ مانا۔ حکیم نے عتبہ بن ربیعہ سپہ سالار سے کہا کہ یہ سارا جھگڑا حضرمی کے قتل سے قایم ہوا ہے وہ تمھارا حلیف تھا تم اُس کا خونبہا دیدو کل جھگڑا ختم ہو جاویگا۔ عتبہ اس پر آمادہ ہو گیا اور ابوجہل کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا گیا۔ اُس نے سخت مخالفت کی۔ اور عتبہ پر الزام لگایا کہ وہ اپنے بیٹے حذیفہ کے سبب سے جان چراتا ہے۔ اُدھر ابوجہل نے حضرمی کے برادر عامر کو اوبھار دیا اور اُس نے تمام لشکر میں شور و غل مچا دیا اور ہیجان پیدا کر دیا۔ بالآخر مسلمانوں اور کفار کے افواج میں صف بندی شروع ہو گئی۔

صحابہ کرام نے حضرت **سعد بن معاذ** کی تجویز سے کھجور کی شاخوں کا ایک سائبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے طیار کیا۔ جب آنسرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سائباں کے اندر تشریف فرما ہوئے اُس وقت حضرت **ابوبکر صدیق** یارِ غار کو اُس نازک موقع پر حفاظت حضور کا خیال پیدا ہوا۔ فوراً تلوار برہنہ کر کے درِ سائبان (عریش) پر کھڑے ہو گئے (تعریف شجاعت حضرت ابوبکر صدیق) حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے زمانہ خلافت میں ایک روز لوگوں سے سوال کیا کہ تمھارے نزدیک شجاع ترین شخص کون ہے۔ حاضرین نے بالاتفاق عرض کیا "آپ"۔ شیرِ خدا نے فرمایا کہ میں برابر والے سے لڑتا ہوں یہ کوئی بہادری نہیں ہے۔ تم سب سے زیادہ شجاع کا نام لو۔ لوگوں نے کہا ہم کو معلوم نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ شجاع ترین شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ جنگ بدر میں ہم لوگوں نے شاخ ہائے کھجور کا عریش (سائبان) آنسرورِ کائنات علیہ الثنا والتحیات کے واسطے طیار کیا تھا تاکہ تمازت آفتاب سے آرام ملے۔ جب حضرت سلطان دو عالم صفوف جنگ آراستہ کرنے کے بعد سائبان میں تشریف لائے تب لوگوں کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ سائبان کے اندر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے واسطے کون رہے گا۔ تاکہ دشمنان مشرکین کو جو سائبان پر حملہ کریں مدافعت کر سکے۔ "پس خدا کی قسم" ہم میں سے کسی غازی کی آواز بلند نہیں

---

[۱] حکیم ابن حزام قریش میں ایک نامور اور نیک نفس شخص تھے جو بعد جنگ مشرف باسلام ہوئے۔ (روضۃ الصفا)

ہوئی نہ کسی کی ہمت ہوئی کہ اس اہم ترین خدمت گذاری کی ذمہ داری کرے۔ مگر یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق شمشیر برہنہ کرکے پہرہ دینے لگے اور جس کسی کافر نے سائبان کے قریب پہنچے اور حملہ کرنے کا ارادہ کیا حضرت صدیق نے ایک ہی ضرب میں اُس کے دو ٹکڑے کردئے۔ ملائکہ نے ایک دوسرے سے کہا دیکھو سائبان کے نیچے رسول اللہ کے پاس ابوبکر صدیق کھڑے ہیں۔

آنحضرت نے ابوبکرؓ و سیدنا علیؓ سے فرمایا تم میں سے ایک کے ساتھ میکائیلؑ اور دوسرے کے جبرئیلؑ ہیں۔ معہ فیہ ابوبکر الصدیق لیس معہ فیہ غیرہ۔ یعنی صرف ابوبکر صدیق آپ کے ہم نشین اُن کے سوا اور کوئی صحابی سائبان میں نہیں تھا۔ رسول کریم رؤف رحیم نے جب عریش سے فوج کفار کی کثرت اور فوج مجاہدین کی قلت معائنہ کی تو مسلمانوں کے واسطے قلب مبارک بے چین ہونے لگا۔ بکمال عجز و زاری بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوکر دعا فرمانے لگے۔ اسی حالت میں تھے کہ ابوبکر صدیق نے لپٹ کر عرض کیا یا حبیب اللہ بس کیجئے اسی قدر دعا ے حضور کافی ہے۔

لما کان یوم بدر نظر رسول اللہ الی المشرکین وھم الف واصحابہ ثلثمائۃ و تسعۃ عشر رجلا فاستقبل نبی اللہ القبلۃ ثم مد یدیہ فجعل یھتف بربہ اللھم انجزلی ماوعدتنی۔ اللھم آت ماوعدتنی اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض فما زال یھتف بربہ مادًا یدیہ مستقبل القبلۃ حتی سقط رداءہ عن منکبیہ فاتاہ ابوبکر فاخذ رداءہ فالقاہ علی منکبیہ ثم التزمہ من وراءہ قال یا نبی اللہ کفاک مناشدتک ربک فانہ سینجز لک ما وعدک فانزل اللہ

صحیح مسلم میں اس واقعہ کی کیفیت یوں بیان کی گئی ہے جنگ بدر کے دن رسول خدا نے کفار کو دیکھا تو وہ ایک ہزار اور آپ کے صحابی تین سو اُنیس تھے تب آپ نے قبلہ رُخ ہوکر دونوں ہاتھ پھیلائے اور پکار کر دعا کرنے لگے۔ یا خدایا جو وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے اس کو پورا کر اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوئی تو روئے زمین پر خدائے واحد کی پرستش نہ ہوگی آپ ہاتھ پھیلائے ہوئے یہی دعا کئے جاتے تھے۔ آپ کی چادر کندھوں پر سے گر پڑی ابوبکر نے اس کو کندھوں پر ڈال دیا اور پیچھے سے لپٹ کر فرمانے لگے۔ حضور آپ کی اتنی دعا کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ آپ سے کیا ہے اس کو پورا کریگا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ)

عز وجل اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین فایدہ اللہ بالملئکۃ (صحیح مسلم باب الجہاد)

یہ وقت تھا کہ تم اپنے پروردگار کے آگے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمھاری سُن لی اور فرمایا کہ ہم لگاتار ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کرینگے۔

حضرت علی نے بعد خلافت کوفہ میں خطبہ میں فرمایا کہ میں جس وقت کنوئیں سے پانی نکال رہا تھا ناگاہ ایسی تیز ہوا آئی کہ اُس کی مثل کبھی پیشتر نہ دیکھی تھی۔ جب وہ گذر گئی تو دوسری آندھی اُس سے سخت آئی پھر اُسکے بعد تیسری آندھی آئی پہلی آندھی میں جبرئیل مع ایک ہزار فرشتوں کی مدد کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے دوسری آندھی میں میکائیل ایک ہزار فرشتوں کی فوج کے ساتھ نازل ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدھی جانب استادہ ہوئے اور تیسری آندھی میں اسرافیل مع ایک ہزار فوج ملائک کے آئے اور استادہ ہوئے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب۔

روایت۔ سہیل بن عمرو سے کہ جنگ بدر میں میں نے لوگوں کو سفید لباس پہنے ابلق گھوڑوں پر معلق درمیان آسمان وزمین کے دیکھا کہ قتل کرتے تھے کفار کو۔ ایک شخص بنی غفار نے بیان کیا کہ جنگ بدر کے دن میں اور میرا برادر چچازاد تماشہ جنگ دیکھنے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ہم دونوں اوس روز مشرک تھے ناگاہ ایک ابر قریب آیا۔

پس سنی ہم نے آواز گھوڑوں کی اور ہتھیاروں کی اور کوئی شخص کہتا تھا اِقْدُمْ یَاحَیْزُوْم۔ میرے برادر کا دل اُس آواز کی ہیبت سے پھٹ گیا اور وہ مرگیا۔ اور اُن آوازوں کی دہشت سے میں بھی ڈر کر قریب المرگ ہوگیا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ وہ ابر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا اور لوٹ آیا۔ حالانکہ اُس ابر میں آوازیں نہ تھیں۔

حدیث۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس روز سے زائد شیطان کبھی ذلیل وحقیر وخوف زدہ نہیں دیکھا گیا۔ بسبب نازل ہونے فرشتوں کے امداد مسلمین میں۔

فرمایا حضور نورٌ علی نور نے کہ اوس روز جبرئیل بصورت دحیہ کلبی مع فوج ملائک آتے تھے۔ مدد دیگی

مجھکو باد صبا کے ساتھ اور ہلاک ہوئی قوم عاد باد و لبور سے۔ سعد سے مروی ہے کہ دیکھا میں نے دو شخصوں کو بدر میں حضور کے داہنے و بائیں تھے کہ قتل کرتے تھے کفار کو۔ اور حفاظت کرتے تھے حضرت سرور کائنات کی اور دیکھا تھا میں کہ رسول اللہ کبھی ایک کی طرف دیکھتے اور کبھی مسرت سے دوسرے کی جانب دیکھتے۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۞

جب حکم بھیجا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پس تم مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرو۔ (ثابت رکھو) میں ڈال دونگا کفار کے قلوب میں دہشت۔ پس مارو انکی گردنوں میں اور اعضا کے جوڑ جوڑ پر۔

خلاصہ یہ کہ جب فوجیں مقابل ہوئیں تو تین سو مسلمانوں کے مقابلہ میں فوج اشقیا تگنی سے زائد معلوم ہوتی تھی۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَاؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِؕ وَ اللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ

(قرآن مجید۔ آل عمران۔ ع۲)

حقیقت میں دو مقابل جماعتوں میں تمہارے لئے نشانی ہے ایک جماعت ہے کہ اللہ کی راہ میں لڑتی ہے اور دوسری کافر (مسلمان) اُن کی نظر میں دو گنے دکھائی دیتے ہیں اور جسکی اللہ چاہتا ہے اپنی مدد سے تائید کرتا ہے دیکھنے والوں کے واسطے اِس میں یقینی نصیحت ہے۔

عتبہ ابن ربیعہ شیبہ ابن ربیعہ ولید ابن عتبہ قریش کی طرف سے میدان میں نکلے۔ اور مسلمانوں سے مبارز طلب کئے عتبہ ابن ربیعہ چونکہ سپہ سالار لشکر تھا اس لئے اُس کے سینہ پر شتر مرغ کا پر بطور تمغہ لگا ہوا تھا۔ اِس طرف سے حضرت علی حضرت حمزہؓ حضرت عبیدہؓ ابن حارثؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مقابلہ کو نکلے۔ حضرت علی کا قول ہے کہ وہ سب سے اول راہِ خدا میں جہاد کرنے کو اسی جنگ بدر میں برآمد ہوئے تھے (گویا شیرِ خدا کی بہادری کے جوہر کا یہ پہلا نمونہ تھا) اول شیرِ خدا کا مقابلہ ولید ابن عتبہ سے ہوا اور وہ مارا گیا۔ سید الشہدا امیر حمزہ کے ہاتھ سے قریش کا فوجی سپہ سالار عتبہ ابن ربیعہ قتل ہوا۔ حضرت عبیدہ شیبہ ابن ربیعہ کے ہاتھ سے زخمی ہو کر ناکارہ ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے بڑھ کر شیبہ کا کام تمام کیا۔ اور حضرت عبیدہ کو کندھے پر اُٹھا کر پیش گاہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں پھونچایا۔

حضرت عبیدہ نے اپنی شہادت کی بشارت سنی اور ہمیشہ کے واسطے زمرۂ شہداء میں داخل ہوے۔ جب سپہ سالار و بہادران قوم قریش مارے گئے اُن کے بازو ٹوٹ گئے۔ اور گھمسان کی لڑائی لڑنے لگے۔ اسی اثناء میں معاذ و معوذ ہر دو برادران انصار نے قلب لشکر کفار میں گھس کر ابوجہل سے دنیا کو پاک کر دیا۔ ادھر ابوالبختری۔ عبیدہ ابن سعد۔ عامر حضرمی۔ امیہ ابن خلف اور اُس کا بیٹا زمعہ ابن اسود۔ عاص ابن ہشام۔ منبہ ابن حجاج۔ یہ سب نامی کفار مقتول ہو کر فی النار ہوئے بقیہ لشکر کے پیر اکھڑ گئے۔ روضۃ الصفا میں ہے مسلمانوں نے تین[۳] نامور قریش گرفتار کئے۔ عباس ابن المطلب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عقیل ابن ابطالب برادر سید نا علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ۔ ولید ابن ولید۔ عمر ابن عبداللہ الجمحی۔ سہیل ابن عمر۔ (عقبہ ابن ابی معیط۔ نضر ابن حارث بھی قتل کئے گئے تھے)

براء ابن عازب سے بخاری شریف میں روایت ہے کہ ستّر مشرکین قریش گرفتار ہوے اور اسی قدر مارے گئے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ مشاہیر قریش ۳۰ تھے بقیہ چالیس معمولی حیثیت کے تھے۔ قیدیان بدر کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق و عمر فاروق سے مشورہ کیا۔ حضرت صدیق نے عرض کیا کہ یہ لوگ ہمارے رشتہ کنبہ کے ہیں ان سے کچھ فدیہ لیا جائے۔ اور رہا کر دئے جاویں۔ اور حضرت عمر کی رائے اس کے خلاف تھی۔ مگر عمل ابوبکر صدیق کی رائے پر کیا گیا۔ اکثر مسلمان اسی کی طرف مائل تھے۔

(صحیح مسلم باب الجہاد) حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا حضور یہ ہماری برادری کنبہ کے لوگ ہیں میری رائے یہ ہے کہ کچھ فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے تاکہ ہم مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں طاقت ہو۔ اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی طرف ہدایت کرے۔ عمر فاروق کی رائے ان کے برخلاف تھی انہوں نے کہا کہ میں ابوبکر سے متفق نہیں ہوں۔ میری رائے یہ ہے کہ جو جس کا رشتہ دار ہے وہ اُس کے حوالہ کیا جائے تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کرے۔ عقیل کو علیؓ کے حوالہ کیجئے وہ اس کی گردن کو اڑا دوے اور میرا فلان عزیز مجھے کہ میں اس کو مار ڈالوں کیونکہ یہ لوگ کفر کے پیش رو ہیں۔ رسول خدا نے ابوبکر اور عمر دونوں کی رائے کو قابل وقعت سمجھ کر فرمایا کہ عمرؓ کی مثال انبیا میں سے نوحؑ اور موسیٰؑ کی ہے اور ابوبکرؓ کی مثال ابراہیمؑ

اور عیسیٰ کی نوحؑ نے کہا اے پروردگار کسی کا فرکو گھر بنانے والا زمین پر مت چھوڑ۔ موسیٰؑ نے کہا اے
خدا ان کے مالوں کو مٹادے اور ان کے دلوں کو سخت کر کہ وہ ایمان نہ لائیں گے جب تک عذاب دردناک
نہ دیکھ لیں - ابراہیم نے کہا جو میرا تابع ہو وہ مجھ سے ہے اور جو نافرمانی کرے پس تو بے شک بڑا گناہ بخشنے والا
اور مہربان ہے۔ عیسیٰ نے کہا اگر تو ان کو سزا دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو زبردست اور
صاحب حکمت ہے۔

عباس ابن عبدالمطلب بندش کی تکلیف سے تمام رات کراہتے رہے۔ عباس کے کراہنے سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند نہ آئی۔ لوگوں نے آپ سے نیند نہ آنے کا سبب دریافت کیا ارشاد ہوا کہ میرے
چچا عباس بندھن کی سختی سے گھبراتے ہیں اُن کے کراہنے کے سبب سے دل کو تکلیف ہوتی ہے اور نیند
نہیں آتی کسی شخص نے یہ سُن کر عباس کی بندش ہلکی کر دی جس سے وہ آرام میں آگئے اور اُن کے
کراہنے کی آواز رک گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز رک جانے کا سبب دریافت کیا معلوم
ہوا کہ بندش ڈھیلی کرنے سے آرام آگیا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ عباس ہی کی نہیں بلکہ تمام قیدیوں کی رسی
ڈھیلی کر دی جائے۔ یہ تھی رحم کی شان جو کسی فرد خاندان کے واسطے مخصوص نہ تھی بلکہ سب کے
واسطے یکساں تھی۔

چنانچہ سب قیدیوں کی بندش ڈھیلی کر دی گئی اور ارشاد ہوا کہ آرام سے رکھے جائیں۔ صحابہ نے
اُن کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ اُن کو کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجور کھا کر رہ جاتے تھے۔ ان قیدیوں میں
ابو عزیزہ بھی تھے جو حضرت مصعب ابن عمیر کے بھائی تھے ان کا بیان ہے کہ مجھکو جن انصاریوں
نے اپنے گھر قید رکھا تھا جب صبح و شام کا کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں
اُٹھا لیتے مجھکو شرم آتی اور روٹی میں اُن کے ہاتھ میں دیتا وہ ہاتھ بھی نہ لگاتے اور مجھی کو واپس
دیدیتے اور یہ اس بنا پر تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا
سلوک کیا جائے دشمن کے ساتھ انسانیت کے برتاؤ کی یہ بہترین تصویر ہے جو جنگ بدر میں ان
قیدیوں کے ساتھ سلوک کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی آیندہ فاتح قوموں کے واسطے

چھوڑی۔ لباس کے متعلق سیرۃ النبی میں لکھا ہے کہ اسیران جنگ کے پاس کپڑے نہ تھے آنحضرت صلی اللہ نے سب کو کپڑے دلوائے۔

روضۃ الصفا کی روایت کے بموجب حضرت عباس ابن عبدالمطلب نے اِسی موقع پر اسلام قبول کرلیا۔

بدر کے جنگی قیدیوں میں ابوالعاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد۔ آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے خالہ زادہ بھی تھے جن کو جبیر ابن نعمان نے گرفتار کرلیا تھا۔ اُن کے پاس فدیہ کی رقم نہیں تھی اس کی خبر مکہ کو بھیجی گئی حضرت زینب نے اپنے خاوند کے فدیہ میں اپنے گلے کا ہار جو اُن کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے دیا تھا بھیجدیا جب وہ ہار حضرت کے روبرو پیش کیا گیا آپ نے اُس کو پہچان لیا اور بی بی خدیجہ کی یاد تازہ ہوگئی۔

آنحضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ من بعد آپ نے فرمایا کہ اگر تم مناسب سمجھو تو زینبؓ کے قیدی کو رہا کردو۔ اصحاب نے فوراً ابوالعاص کو رہا کردیا اور وہ ہار واپس کردیا پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص کو طلب کرکے ارشاد کیا اے ابوالعاص تم کو اس شرط پر رہا کیا جاتا ہے کہ تم زینب کو مکہ پہنچنے کے بعد فوراً مدینہ بھیجدو گے۔ ابوالعاص نے اقرار کرلیا۔ چنانچہ زید بن حارثہ اور ایک مرد انصاری کو ابوالعاص کے ہمراہ جانیکا حکم فرمایا۔ اور ہدایت کی کہ تم دونوں ناجح میں قیام کرنا اور جب زینب وہاں پہنچے تو اپنی حفاظت میں لیکر مدینہ آجانا۔ چنانچہ ابوالعاص نے اس کی فوراً تعمیل کی اور اس طریقہ سے حضرت زینب مدینہ پہنچکر آغوش پدری میں رہنے لگیں۔

(مناہج النبوۃ) دو سال بعد ابوالعاص تجارتی مال قریش کے قافلہ میں روانہ ملک شام ہوا جب غازیان اسلام کو خبر ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو مطلع کیا گیا آنحضرت نے زید بن حارثہ کو ستر بہادروں کا سردار بناکر روانہ فرمایا مقام عیص میں قافلہ قریش ملا۔ سواران مدینہ نے قافلہ کے کچھ لوگوں کو قید کیا جن میں ابوالعاص بھی گرفتار ہوئے۔ اور کل مال مدینہ لے آئے۔ اس مرتبہ بھی ابوالعاص کو حضرت زینب نے پناہ دی اور آپ کی سفارش سے حضور والا نے اُن کو آزادی دیکر فرمایا اے ابوالعاص اگر تو مسلمان ہوجائے تو تیرا مال تجھکو حوالہ کردیا جائے۔ عرض کیا یا رسول اللہ مجھکو یہ طعن کفار کا گوارہ نہیں کہ ابوالعاص نے مال کی خاطر اسلام قبول کیا۔ البتہ اگر حضور اجازت دیدیں تو میں مکہ جاکر امانتی مال اُن کے مالکوں کو سپرد کردوں اور پھر

حاضر خدمت ہو جاؤں ۔ چنانچہ کل مال ابوالعاص کے حوالہ کر دیا گیا۔ ابوالعاص نے مکہ پہونچکر مالکوں کو مال حوالہ کر دیا اور کلمہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ ورد زبان کرتے ۷ ہجری میں داخل مدینہ ہو کر دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ اور درجۂ صحابیت پر فائز ہوئے۔

ابوالعاص کو زوجہ محترمہ سے بہت زیادہ اُنسیت تھی ابوجہل وغیرہ کفار نے آپ پر بہت زور دیا کہ محمدؐ کی بیٹی زینب کو چھوڑ دے لیکن ابوالعاص نے خود صعوبت برداشت کی لیکن بی بی زینب سے مفارقت گوارہ نہیں کی بی بی زینب نے مخفی طور پر مدینہ کی ہجرت کی تھی جب کفار کو معلوم ہوا تعاقب کیا اور ھبار بن اسود نے قریب پہنچکر اونٹ کے نیزہ مارا اور اونٹ گر پڑا بی بی زینب کا حمل ساقط ہو گیا۔ خون جاری ہو گیا۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان نزاع ہونے لگا کہ یہ لڑکی ہمارے خاندان کی ہے۔ (جامع الکبیر) میں ہے کنانہ ابوالعاص کا برادر آپکے ہمراہ تھا اُس نے تیر کمان میں رکھکر کہا کہ اب جو قریب آویگا مارا جاویگا۔ پس وہ لوگ ہٹ گئے۔ ابوسفیان سردار قریش نے کنانہ سے کہا کہ تیر نکال لو تو ہم فیصلہ کر دیں کنانہ نے تیر علحدہ کر دیا۔ ابوسفیان نے کنانہ سے کہا کہ یہ تو تم کو معلوم ہے کہ زینب محمدؐ کی بیٹی ہے جس نے ہم کو مصائب میں مبتلا کر رکھا ہے اگر تم علانیہ طور پر اُس کو نکال لے گئے تو ہماری کمزوری مشہور ہو گی۔ ہم کو زینب کے روکنے کی ضرورت نہیں۔ جب یہ شور و ہنگامہ فرو ہو جاوے اُس وقت مخفی طور پر تم اُس کو مدینہ پہنچا دینا کنانہ کو یہ رائے بہت پسند آئی اور مکہ واپس لے گئے۔ چند روز بعد جب زید بن حارثہ بطن ناجح میں پہنچے تو ایک چرواہہ لڑکی کی معرفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری اور اپنی تحریر حضرت زینب کے پاس بھیجدی چنانچہ کنانہ رات میں حضرت زینب کو بطن ناجح میں لے کر آئے اور زید بن حارثہ کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے اُسی وقت مدینہ کا راستہ لیا سلطان دو عالم نے بی بی زینب کی دیدہ بوسی فرما کر اظہار مسرت کیا اور فرمایا کہ زینب میری بیٹیوں میں سے بہترین بیٹی ہے کہ میری خاطر اوسکو مصیبت پہنچی ہے۔

---

# حالات اسلام حضرت عباس رضی اللہ عنہ

(مناہج النبوۃ) حدیث :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو شخص عباس ابن عبد المطلب سے میدان جنگ میں مقابل ہو۔ چاہئیے کہ اُن کو قتل نہ کرے اس لئے کہ وہ کراہت کے ساتھ کفار کے جبر سے مکہ سے باہر نکلے ہیں۔ خوشی سے نہیں آئے حضرت کے قبول اسلام میں مختلف روایات ہیں۔ ان پر غور کرنے سے صاف عیاں ہے کہ آپ کے دل میں ابتداء سے اسلام کی وقعت تھی اور مخفی طور پر ایمان رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔ مگر بمصلحت اظہار نہ کرتے تھے۔ جنگ بدر میں جب آنحضرت نے آپ کو فدیہ ادا کرنیکا حکم دیا تو حضرت عباس نے کہا کہ میں بیس اوقیہ سونا اپنے ہمراہ لایا تھا تاکہ میدانِ جنگ میں فوج کفار کو کھانا کھلاؤں گا۔ لیکن غازیان اسلام نے اُس کو مجھ سے چھین لیا۔ اور داخلِ مالِ غنیمت کر دیا۔ لہذا وہ طلا میرے فدیہ میں محسوب کرلیا جاوے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عباس وہ سونا ایسا تھا جس کو تم کفار کی اعانت کے واسطے مکہ سے لائے تھے لہذا اب وہ مال مسلمانوں کا ہوگیا ہے فدیہ میں مجرا نہیں کیا جاسکتا۔ پھر حضرت عباس نے عرض کیا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ یا رسول اللہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ تمھارا چچا گداگری کرے اور لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرے۔

آنحضرت نے فرمایا اے عباس مکہ سے نکلتے وقت تم نے اپنی زوجہ ام الفضل کو جو سونا سپرد کیا تھا۔ وہ کیسا موجود ہے۔ حضرت عباس متعجب ہو کر کہنے لگے یا حضرت اس کی خبر آپ کو کس نے کر دی جو راز مخفی تھا حضرت نے فرمایا اس کی خبر میرے پروردگار نے مجھکو کی تھی۔ جو علام الغیوب ہے۔ چنانچہ حضرت عباس نے فوراً کلمہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ پڑھا اور اسلام قبول کرلیا۔

حضرت عباس بلند قامت جسیم تھے اور جس شخص نے اُن کو گرفتار کیا اُس کا نام ابو الیسر تھا اور مرد

ضعیف و کوتاہ قامت۔ لوگوں نے دریافت کیا عباس آپ کو ابوالیسر نے کس طرح گرفتار کیا۔ فرمایا جس وقت وہ میرے مقابل ہوا تھا تو میری آنکھوں میں خندبہ (نام پہاڑ) کی مانند معلوم ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالیسر سے دریافت کیا کہ تم نے کس طرح عباس کو گرفتار کیا۔ عرض کیا یارسول اللہ جب میں عباس کے مقابل ہوا تو وہ مجھ سے بہت زیادہ بلند قامت وجسیم تھا فوراً ایک شخص میری مدد کو آگیا اور اُس نے عباس کو باندھ دیا اور میں نے کبھی اُس شخص کو پیشتر نہیں دیکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرشتہ کریم تھا جس نے اعانت کی تھی۔

# جنگ اُحد

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (قرآن مجید سورۂ آل عمران) ع

"اور سُست اور رنجیدہ مت ہو جاؤ اگر تم مومن ہو۔ تو تم سب بڑے ہو اگر تم کو کوئی زخم آئے تو اسی طرح کا زخم اُن لوگوں کو بھی پہنچا ہے۔ اور ایسے دن تو ہم لوگوں میں باری باری بہ نوبت لاتے ہیں۔ تاکہ اللہ ایمان والوں کو جان لے اور تم میں سے شہیدوں کو لے لے اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

بدر کی لڑائی میں فاش شکست کے سبب سے مکّہ کے مشرک قریش نہایت پیچ وتاب کھا رہے تھے اور برابر مسلمانوں سے اس شکست کا بدلہ لینے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ ابوسفیان کا قافلہ جو شام سے مال بیچ کر آیا تھا اور جس کا تذکرہ بدر کی لڑائی میں آچکا ہے اس کا راس المال جس کی مقدار ایک ہزار اونٹ اور ایک ہزار مثقال سونا بیان کیا جاتا ہے وہ مالکوں کو حوالہ کر دیا گیا اور اس کا منافع جس کی مقدار ہر تین دینار پر ایک دینار کہی جاتی ہے جنگ بدر کا بدلہ لینے کی تیاری میں صرف کر دیا گیا۔ اسی طرح مکہ کے مشرک مدینہ پر چڑھائی کرنے کے انتظام میں مصروف ہوگئے یہ دوڑ دھوپ لڑائی کے واسطے

---

[۱] روضۃ الصفا جلد دوم غزوۂ احد ۱۲۔

نہ صرف مکہ ہی میں ہو رہی تھی بلکہ گردونواح کے مشرک قبائل کو بھی اس میں شرکت کے واسطے اُبھارا جاتا تھا اور عمرو ابن عاص ، ابوالبختری ، ابن ابی لہب ، اور ابوعزہ جمحی جو مکہ والوں میں نامور مقرر تھے اس غرض سے مامور کئے گئے تھے کہ آس پاس کے مشرک قبیلوں کو اپنی تقریروں کے ذریعہ اس جنگ میں شرکت کے واسطے آمادہ کریں۔

مکہ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ کا ایسا جوش پھیلا ہوا تھا کہ اس لڑائی میں عملی حصہ لینے کو مشرک قریش کی عورتیں تک بے قرار تھیں اور صفوان ابن امیہ کی تحریک اور ہندہ ام معاویہ کی سخت سعی سے قریش کی سربرآوردہ عورتیں لشکر کے ساتھ رکھنے کا اسی غرض سے انتظام کیا گیا کہ بدر کے مقتولوں کا ماتم کرتی چلیں تاکہ لشکر میں مسلمانوں کے خلاف جوش پیدا ہوتا رہے مدینہ کا راہب ابو عامر جو کہ مکہ میں آ رہا تھا اُس کو اُس کے پچاس مریدوں کیساتھ لشکر میں اس غرض سے لے لیا گیا کہ اُس کا اثر مدینہ کے انصار پر پڑیگا اس طرح تین ہزار مرد۔ جن میں سات سو زرہ پوش تھے اور دو سو گھوڑے اور تین ہزار ونٹ تھے مدینہ پر چڑھائی کے واسطے تیار ہو گئے اور یہ لشکر کیل کانٹے سے درست ہو کر روانہ ہونے کو مستعد ہو گیا ان کے ساتھ پندرہ زنانہ ہودج بھی تھے جن میں مشرکین قریش کی نامور عورتیں سوار تھیں جن میں سے خاص عورتیں یہ ہیں۔

(۱) ہندہ ام معاویہ جس کے باپ عتبہ کو بدر کی لڑائی میں حضرت حمزہؓ نے قتل کیا تھا۔
(۲) ام حکیم عکرمہ ابن ابی جہل کی بی بی (۳) فاطمہ خالد کی بہن (۴) برزہ مسعود ثقفی کی بیٹی۔
(۵) خناس ام مصعب اور اس حشم و خدم کے ساتھ مکہ کے مشرکوں کا یہ لشکر مدینہ کی چڑھائی کیواسطے روانہ ہوا حضرت عباس ابن عبدالمطلب جو جنگ بدر کے بعد مدینہ سے مسلمان ہو کر چلے آئے تھے انھوں نے مکہ کے قریش کے ان سب انتظاموں کی اطلاع ایک تیز قاصد کے ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجدی جو مکہ سے مدینہ تین روز میں پہونچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس اور حضرت مونس دو صحابہ کو مشرکوں کے لشکر کی خبر لانے کیواسطے معین فرمایا۔ انھوں نے

---

لہ سیرۃ النبی جلد اوّل۔ غزوہ احد - ۱۲۔

آکر اطلاع دی کہ کفار کا لشکر عریض کی چراگاہ تک آگیا ہے اور یہاں اُن کے سب جانور گھاس میں پھیل گئے ہیں۔ آپ نے خباب ابن منذر کو لشکر کے مفصل حالات کی ٹوہ لگانے کے لئے مقرر کیا اُنھوں نے واپس آکر پورا حال حضور میں عرض کر دیا فتح الباری شرح بخاری کی تحقیقات کے مطابق غزوۂ احد ۳ سنہ ھجری کا واقعہ ہے۔ اُس قریش کے لشکر کی نسبت لکھا ہے کہ ”احد کے سامنے کی وادی میں اُترا تھا“ اُحد مدینہ کے پاس ایک پہاڑ ہے جہاں یہ معرکہ پڑا تھا اور اُسی کی مناسبت سے اس لڑائی کا نام جنگِ اُحد ہوا۔ سیرۃ النبی میں بُدھ کے دن مشرکوں کی آمد لکھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی شب میں خواب دیکھا کہ ہوا تیز چل رہی ہے۔ گائے ذبح ہو رہی ہے اور آپ کی ذوالفقار میں سوراخ ہو گئے ہیں اور آپ مضبوط زرہ پہنے ہوئے ایک گروہ کے تعاقب میں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تعبیر پوچھی گئی تو آپ نے جواب دیا کہ گائے سے مراد ہم میں سے کوئی ہے اور جماعت سے دشمن کی جماعت مراد ہے۔ زرہ سے مراد مدینہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی انتظام کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا اس مشورہ میں عبداللہ ابن ابی ابن سلول کو پہلی دفعہ شریک کیا گیا جو بدر کی لڑائی کے بعد مسلمانوں کے خوف سے مسلمان ہو گیا تھا۔ اس مشورہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رائے دی کہ ”مدینہ ٹھہر کر دشمن کا انتظار کرو اگر وہ لوگ یہاں چڑھ کر آئیں گے تو ہم اُن سے لڑیں گے اور اپنی چھتوں سے اُن پر تیر برسائیں گے۔“ عبداللہ ابن ابی بن سلول نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کی تائید کی۔ مگر اکثر لوگوں نے اس سے اختلاف کیا اور عرض کیا کہ ہم تو اس دن کی تمنا رکھتے تھے اور زور دیا کہ ہم کو مدینہ سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیئے جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ اور زرہ پہن کر گھر سے تشریف لائے اور مدینہ سے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کرنے کا اعلان فرمایا مشورہ کے وقت جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے اختلاف کیا تھا اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان سے ندامت ہوئی اور عرض کیا کہ جیسا کہ مشورہ کے وقت حضور نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ میں ٹھہر کر دشمن کا انتظار کرنا چاہیئے۔ اُسی پر عمل درآمد ہونا مناسب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نبی کو زیبا نہیں کہ جنگی لباس پہن کر بغیر لڑائی کے اتار دے۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

"اسوہ حسنہ" سے متعدد اخلاقی سبق ملتے ہیں۔ مثلاً

(۱) امورات میں باہم مشورہ کرنا۔ (۲) مخالف رائے کو تسلیم کرکے اُس پر کھلے دل سے کاربند ہوجانا۔ (۳) ارادہ کرکے پورے استقلال اور مضبوطی سے اُس پر کاربند ہوجانا۔ اور یہ سب "اسوہ حسنہ" انسانی نسل کے واسطے ابد الاباد تک فائدہ بخش سمجھی جائیں گی غور سے دیکھو تو یورپ میں جنگی کونسل بھی اسی اصول پر مبنی ہے۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ مکہ کی مشرک فوج کے مقابلہ کے واسطے مدینہ سے باہر نکلے مگر اِس جمعیت میں سے عبداللہ ابن ابی بن سلول اپنے تین سو آدمیوں کے ساتھ یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے مشورہ کے مطابق مدینہ میں ٹھہر کر دشمن کا انتظار نہیں کیا۔ ابن ابی کے گروہ کی واپسی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج میں صرف سات سو آدمی رہ گئے اُن میں ایک سو زرہ پوش تھے مگر لشکر میں گھوڑا کوئی بھی نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے ہمراہ عورتیں تھیں۔ (صحیح بخاری) میں حضرت عائشہ اور ام سلیم انس کی (والدہ) کا نام آیا ہے کہ وہ احد کی لڑائی میں پائنچے اُکسائے ہوئے جس سے اُن کے پاؤں کا زیور نظر آتا تھا اور کندھوں پر مشک تھی مسلمانوں کے لشکر کو پانی پلاتی پھرتی تھیں۔ مشک کا پانی ختم ہوجانے پر اور پانی بھر لاتی تھیں اسی طرح ایک اور بی بی ام سلیط کا نام بھی آیا ہے کہ وہ بھی لشکر کے پانی کا انتظام کرتی تھیں حضرت فاطمہ رضہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہوجانے پر اُن کے زخم دھوئے تھے۔ اور پٹی وغیرہ باندھنے کا انتظام کیا تھا۔

ان روایتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ احد کی لڑائی میں موجودہ اصطلاح کے مطابق نرسوں کا انتظام بھی تھا جس میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضہ اور آپ کی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضہ شریک تھیں ان حالات کے ہوتے ہوئے یورپ یہ فخر نہیں کرسکتا کہ فوجوں میں نرسوں کا انتظام اُس کا نکالا ہوا ہے اور اِس مفید طریقہ سے عورتوں سے کام لینے کا سہرا اُس کے سر ہے۔ بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے کہ آپ نے احد کی لڑائی میں عورتوں سے یہ اعلیٰ اخلاقی کام لیا۔

رسول اللہ صلی نے مسلم لشکر کا علم حضرت مصعب ابن عمیر کو عنایت فرمایا۔ دشمن کی روک کے واسطے

اُحد کی گھاٹی کی طرف آپ نے پچاس تیر اندازوں کا دستہ متعین فرمایا جس پر حضرت عبداللہ ابن جبیر کو افسر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ لڑائی کا نتیجہ کچھ بھی ہو تم لوگ اس موقع سے آخر تک ہرگز مت ہٹنا۔ حضرت حمزہؓ لشکر کے ہر دو پیش حصہ پر افسر مقرر کئے گئے تھے۔

مکہ کی فوج کی صف بندی بھی نہایت احتیاط سے کی گئی۔ اُن کے لشکر کا علم طلحہ ابن عثمان کے پاس تھا۔ قریش کے نامور لوگ عکرمہ بن ابوجہل۔ صفوان ابن امیہ۔ عبداللہ ابن ربیعہ فوج کے مختلف حصوں کی افسری پر معین کئے گئے تھے۔ لڑائی کی ابتدا مشرکوں کی فوج کی طرف سے کی گئی۔ جنگی باجے کے ساتھ قریش کی عورتوں نے لشکر میں جوش پیدا کرنے کے واسطے گانا شروع کیا جس میں فوج کو اُبھارنے کے واسطے بہادری کی ترغیب دی تھی مشرکین کے لشکر میں سے ان کا علمبردار طلحہ نکل کر مسلمان لشکر سے مبارز طلب ہوا اور حضرت علی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اُس کا علم اُس کے بیٹے عثمان نے لیا اور مقابلہ کے واسطے مسلمانوں کو للکارا اور حضرت حمزہؓ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اب گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی اور حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ مشرک فوج کے دل میں گھس پڑے اور کشتوں کے پشتے لگا دئے۔ حضرت ابو دجانہ ایک صحابی تھے اُنکو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص اپنی تلوار عطا فرمائی، وہ بھی دندناتے ہوئے دشمنوں میں چلے گئے اور حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ کے ساتھ شریک ہو گئے اور بہت سے دشمنوں کو آخرت کا راستہ دکھایا۔ اتفاق سے ہندہ اُن کے سامنے آگئی اُس کے سر پر تلوار رکھ کر اُٹھا لی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار عورت پر نہیں آزمائی جاسکتی بدر کی لڑائی میں طعیمہ ابن عدی جبیر ابن مطعم کا رشتہ دار حضرت حمزہ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ جبیر نے اپنے غلام وحشی سے وعدہ کیا تھا کہ اگر حضرت حمزہ کو شہید کر دے تو وہ غلامی سے آزاد ہو جائے گا وحشی اسی تاک میں مشرک لشکر کے ساتھ احد کی لڑائی میں آیا اُس میں اتنی ہمت تو نہیں تھی کہ وہ حضرت حمزہ جیسے بہادر کا مقابلہ کر کے اُن پر ہاتھ چھوڑے اس لئے وہ حضرت حمزہ کی تلاش میں ایک کمین گاہ میں چھپا رہا۔ سباع ایک مشرک نے نکل کر مسلمان فوج سے مبارز طلب کیا حضرت حمزہ اُس کے مقابلہ کو نکلے اور اُس کو قتل کر دیا۔ حضرت حمزہؓ کو خبر بھی نہ تھی کہ وحشی اُن کی تاک میں ہے۔ جیسے ہی حضرت حمزہ اس پتھر کے پاس سے نکلے جس کے نیچے وحشی چھپا ہوا تھا کہ یکایک وحشی نے نکل کر حربہ جو حبشی غلاموں کا خاص

ہتیا رہوتا ہے پھینک کر حضرت حمزہ کے مارا جو اُن کی ناف کے پار ہو گیا۔ اور حضرت حمزہؓ اس بزدلانہ حملہ سے شہید ہو گئے۔ لڑائی نہایت شدّت سے ہو رہی تھی مشرکوں کے علمدار ایک کے بعد دوسرے لڑ لڑ کر مارے جا رہے تھے۔ جنکی تعداد سات یا نو تک پہنچ چکی تھی۔ آخری علمدار صواب کے ہاتھ سے علم گرا اُس وقت لڑائی کی صورت یہ تھی کہ مشرکین کا لشکر جی ہار چکا تھا اور قریب تھا کہ یہ بھاگ کھڑا ہو اکہ مشرکوں میں سے ایک بہادر عورت عمرہ بنت عاقمہ نے بڑھ کر گرا ہوا علم اُٹھا لیا علم کو دیکھ کر مشرک پھر اُس کے گرد اکٹھے ہو گئے تاہم لڑائی کا رُخ مسلمانوں کی طرف بھاری تھا۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابو دجانہ کی بے پناہ تلوار مشرکوں کی صفوں کی صفیں چیر رہی تھیں۔ ابو عامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا اُس کے بیٹے حنظلہ جو مسلمان ہو چکے تھے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باپ سے لڑنے کی اجازت مانگی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آدمی کو اخلاق سکھانے آئے تھے یہ منظور نہ فرمایا۔ اور حنظلہ کو باپ کا مقابلہ کرنے سے منع فرمایا اس سے مایوس ہو کر حنظلہ مشرک فوج کے سپہ سالار تک پہنچ گیا اور قریب تھا کہ سپہ سالار کا کام تمام کر دے کہ مشرکوں کی طرف سے ابو حنظلہ پر ایک کاری ضرب لگی اور وہ شہید ہو گئے مسلمانوں کی طرف سے اس قدر زور پڑ رہا تھا کہ مشرکوں کی عورتیں جو رجز سے لڑنے والوں کو ابھار رہی تھیں اُن کے پیر اُکھڑ گئے مگر پاؤں کے زیور کے سبب سے وہ بھاگ نہ سکیں۔ تیر اندازوں کا جو دستہ عبداللہ ابن جبیر کی ماتحتی میں پہاڑ کی پشت پر روک کیلئے مقرر کیا گیا تھا اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ لڑائی کا نتیجہ کچھ بھی ہو وہ اپنے مقام سے نہ ہٹے اُس دستہ کی نظر مشرک عورتوں کی گھبراہٹ اور اُن کے پاؤں کے زیور پر پڑی لڑائی کی موجودہ حالت سے وہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمان جیت گئے مشرک عورتوں کو دیکھ کر غنیمت، غنیمت کا شور مچاتے ہوئے یہ تیر انداز اپنا مقام چھوڑ کر عورتوں کی طرف بھاگے تاکہ اُن کا زیور وغیرہ چھین لیں اُن کے افسر عبداللہ ابن جبیر نے اُن سے بہتیرا کہا کہ کیا تم اپنا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھول گئے یہاں سے مت ہٹنا اور اُن کو ہر طرح روکا مگر یہ لوگ غنیمت کے لالچ میں ایسے بھرا گئے تھے کہ ان لوگوں نے اپنے افسر کے حکم کی ذرا بھی پرواہ نہ کی اور وہ مقام جہاں وہ مقرر تھے اس کو خالی چھوڑ دیا۔ کفار کے لشکر نے جو دیکھا کہ اب روک ہٹ گئی ہے

[۱] صحیح بخاری "غزوۃ الاحد" [۲] فتح الباری "غزوۃ الاحد"

تو اُن کا لشکر اُدھر ہی ٹوٹ پڑا، اور مسلمان تو اِدھر سے غافل تھے یکایک اُن پر تلواریں پڑنے لگیں اور اُن کے شہیدوں کے ڈھیر ہونے لگے۔ دونوں لشکر اس قدر بھڑ گئے کہ دوست دشمن کی پہچان نہ رہی خود مسلمانوں کے ہاتھ سے بدحواسی میں مسلمان مارے گئے۔ مسلمان لشکر کے علمبردار حضرت مصعب ابن عمیر بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ وہ پہلے مسلمانوں اور پہلے مہاجروں میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے سے پہلے اُن کو مدینے والوں کو تعلیم دینے کی غرض سے بھیج دیا تھا۔ اتفاق سے حضرت مصعب کی شباہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی مشرکوں کے لشکر کا ایک سپاہی عمرو بن قمیۃ اللیثی حضرت مصعب کے مقابل ہوا اور حضرت مصعب اُس کے ہاتھ سے شہید ہو گئے وہ سمجھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بس اُس نے ایک دم اپنے لشکر میں غل مچایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا۔ لڑائی کی یہ حالت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ مسلمان جی ہار رہے ہیں اور عنقریب مشرکوں کا غلبہ ہوا جاتا ہے۔ اُسی وقت آپ نے وہ ہتیار استعمال کیا جس کا وار خطا نہیں جاتا وہ کیا ہتیار تھا وہ دعا تھی جو آپ نے بارگاہ رب العزت میں کی، آپ نے فرمایا:۔

اللّٰهم لا یعلون علینا۔ خداوندا عالم ان کو ہم پر غلبہ مت دے۔

آپ کی دعا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تسکین اُتری:۔

ولا تهنوا ولا تحزنوا انتم الاعلون ان کنتم مومنین ○ ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثله وتلك الايام نداولها بين الناس۔ قرآن مجید آل عمران۔ ع ۱۴

اور تم لوگ سُست اور غمگین مت ہو تم ہی بڑھے چڑھے ہو اگر تم مومن ہو۔ اگر تم کو زخم لگا ہے تو یقیناً اُن کو بھی ویسا ہی زخم لگا ہے اور یہ دن ہم نوبت بہ نوبت لوگوں میں لاتے رہتے ہیں۔

اس دعا اور تسکین کے نازل ہونے کے وقت یہ حالت تھی کہ مسلمانوں کی فوج میں ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ اُن کی لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں تیراندازوں کے دستے کے افسر حضرت عبداللہ ابن جبیر شہید ہو چکے تھے۔ لشکر میں بھگدڑ پڑ رہی تھی کچھ مسلمان میدان چھوڑ کر مدینہ کی طرف بھاگ گئے تھے۔ کچھ پہاڑ میں جا چھپے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد و پیش صرف گیارہ آدمی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کو چلا

چلا کر روک رہے تھے ۔ مشرکوں کے لشکر میں عتبہ ابن شہاب اور ابن قمئہ یہ نظارہ دیکھ رہے تھے موقع دیکھ کر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چڑھ دوڑے اور آپ پر حملہ کر دیا اور ابن قمئہ کی پتھر کی ضرب سے آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ آپ کے سامنے کے چاروں دانت ٹوٹ گئے۔ نیچے کا ہونٹ اور رخسار زخمی ہو گیا آپ کے زخموں سے خون بہنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے خون روکتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ "اگر اس میں سے کچھ بھی زمین پر گریگا تو آسمان سے اُن پر عذاب آ ویگا" اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے رحمۃ للعالمین کی شان نمودار ہوئی اور آپ نے دعا کی کہ :-

اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون۔ الٰہی میری قوم کو معاف فرمادے، حقیقت یہ ہے کہ وہ جانتے نہیں ہیں"

(فتح الباری شرح صحیح بخاری)

اِدہر یہ ہو رہا تھا اور اُدھر مسلمانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ پھیل گئی اس سے مسلمانوں کا اور بھی دل چھوٹ گیا۔ حضرت عمرؓ نے انتہائی مایوسی میں ہتیار پھینکدیئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو شہید ہو چکے اب ہم کیا لڑیں۔

انس ابن نضیر کے حواس بھی درست رہے اُنھوں نے نہایت استقلال سے کہا کہ "اے قوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہرگز شہید نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تم اسی پر برابر لڑتے رہو جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑتے تھے،، اسی کے متعلق یہ آیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُتری۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا

"اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بس ایک رسول ہیں اس سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دئے جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو کوئی اُلٹے پاؤں پھر جائیگا وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا"

قرآن مجید۔ آل عمران پ۴ع۶

غرض انسؓ ابن نضیر مذکورہ الفاظ کہہ کر تلوار لے کر دشمن کے لشکر میں گھس گئے اور سعد ابن معاذ اُن کے سامنے پڑ گئے۔ انسؓ نے کہا سعد انس کے رب کی قسم ہے۔ کہ جنت یہ ہے احد کے پیچھے اور مجھے اس کی خوشبو

---

۵؎ اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ حالات انس ابن النضیر۔

خوشبو آرہی ہے۔ اب انس ابن نضیر نے بہادری کے جوہر دکھانا شروع کر دیئے اور دشمن کے لوگوں کو قتل کرتے ہوئے خود بھی شہید ہو گئے۔ اُن کے بھتیجے انس کا قول ہے کہ ابن نضیر کے اس لڑائی میں کم و بیش اسّی زخم تلوار اور تیر وغیرہ کے لگے تھے اُن کی لاش زخموں کی کثرت سے پہچانی نہیں جاتی تھی۔ ان کی بہن ربیع بنت نضیر نے بڑی مشکل سے اُن کی اُنگلی سے لاش کی شناخت کی۔

صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اُس وقت رسول خدا کے پاس صرف سات انصار دو قریش رہ گئے اور باقی سب صحابہ اِدھر اُدھر متفرق ہو گئے اور رسول کریم زخمی ہو کر ایک گڑھے میں گر پڑے۔ اس حالت میں جب صحابہ کو پتہ لگا تو آپ کی طرف دوڑے۔ جو لوگ آپ کی مدد کے واسطے گڑھے پر پہنچے اُن میں ابوبکر بھی شامل تھے۔ ابن ہشام کا بیان ہے۔

| | |
|---|---|
| فلما عرفوا المسلمون رسول الله نهضوا به ونهض معهم نحو الشعب معه ابوبكر الصديق وعمر ابن الخطاب وعلى بن ابيطالب وطلحة بن عبيد الله والزبير بن العوام والحارث بن الصمه ورهط من المسلمين۔ (ابن ہشام) | جب مسلمانوں نے رسول کریم کو پہچانا تو آپ کو اُٹھایا اور اور آپ ان کے ساتھ درہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اُس وقت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ طلحہ بن عبید اللہ۔ زبیر بن العوام۔ حارث بن الصمہ اور مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ تھی۔ |

حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کی مرہم پٹی کی حضرت علی پانی لاتے جاتے تھے اور حضرت فاطمہؓ زخم دھوتی جاتی تھیں جب کہ حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا خون نہیں رُکتا تو اُنھوں نے اونٹ کے پالان کا ایک ٹکڑا جلا کر زخم پر اُس کی راکھ برک دی خون تھم گیا اِس مجمع کی طرف ابوسفیان کا گذر ہو گیا اُس نے کہا کیا اس گروہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟" آپ نے حکم دیا کوئی جواب مت دو۔ پھر اُس نے کہا کیا اس گروہ میں ابوقحافہ ہیں" پھر آپ نے سکوت کا ارشاد فرمایا پھر ابوسفیان نے کہا کہ "کیا اس گروہ میں ابن الخطاب ہیں" اور پھر کہا کہ "کیا یہ سب کے سب مارے گئے۔ اگر ہوتے تو مجھکو ضرور جواب دیتے" اب حضرت عمر سے ضبط نہ ہو سکا اور اُنھوں نے ڈانٹ کر کہا کہ "اے اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے تجھکو اللہ نے ذلیل ہونے کے لئے باقی رکھا ہے" ابوسفیان نے شیخی میں آکر کہا "ہبل اونچا ہو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اب اس کا جواب دو اور کہو کہ "اللہ اعلیٰ اور ہمیشہ رہنے والا ہے"
چنانچہ یہی جواب دیا گیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ "ہمارے پاس عزیٰ ہے اور عزیٰ تمھارے واسطے نہیں ہے"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا جواب دو کہ "اللہ ہمارا مولا ہے اور تمھارا کوئی مولا نہیں ہے۔"
ابوسفیان نے کہا "آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ لڑائی میں ہم بڑھے ہوئے ہیں۔ میں پاتا ہوں
کہ مردوں کے ناک کان کاٹے گئے ہیں۔ میں نے اس کا حکم نہیں دیا مگر ممانعت بھی نہیں کی۔"

حضرت حمزہؓ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو مشرک لشکر کی ہمراہی عورتوں میں ہندہ جس کا باپ عتبہ
حضرت حمزہ کے ہاتھ سے بدر کی لڑائی میں مارا گیا تھا اپنی ساتھن عورتوں کو لے کر مسلمان شہیدوں کی
لاشوں میں گھس گئی اور مردہ لاشوں کے ناک کان کاٹ کر اُن کو ڈورے میں پرو دیا اور اُن کے ہار اور بازو بند
بنائے اور یہ خونی زیور ہندہ نے خود پہنا۔ اور اپنی ساتھنوں کو پہنایا۔ ہندہ نے ایک اور شقاوت کی کہ
حضرت حمزہؓ کی لاش تلاش کر کے اُن کا پیٹ چاک کیا اور حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چاب گئی مگر یہ وحشیانہ
خونی غذا اس کے حلق سے نہ اُتر سکی اس سبب اُس کو تھوک دینا پڑا۔ یہ واقعہ تھا جس کی طرف مشرک فوج
کے سپہ سالار نے اشارہ کیا اور کہا کہ گو اُس نے حکم نہیں دیا تھا مگر اُس کو ناپسند بھی نہیں کیا۔ یہ تو تم مشرکین
قریش کی عورتوں کی نفرت انگیز قساوت دیکھ چکے اب ذرا مسلمان فوج کی بی بیوں کا حال سنو۔ جب کہ
مسلمانوں کے لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشرک لشکر کی طرف سے ابن قمئہ حملہ
آور ہوا اُسی وقت **ام عمارہ** ایک مسلمان خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تک جا پہونچیں
اور آپ کو ابن قمئہ کے حملہ سے بچانے کے واسطے اس بہادر خاتون نے دشمن کا مقابلہ کیا جس سے ام عمارہ کے کندھے پر
زخم سے غار پڑ گیا۔ اس دلیر خاتون نے بھی ابن قمئہ پر تلوار کا حملہ کیا مگر وہ زرہ پہنے تھا اس لئے اس وار کا
ابن قمئہ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ بچ کر بھاگ گیا۔

حضرت حمزہؓ کی بہن حضرت **صفیہؓ** جب مسلمانوں کی ہزیمت اور حضرت حمزہؓ کی شہادت کی
خبر مدینہ پہونچی تو گھبرا کر میدان جنگ کو آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کی کہ بہن بھائی کی
لاش نہ دیکھیں، مگر بہادر بہن نے کہا کہ اللہ کی راہ میں یہ بڑی قربانی ہے اور لاش پر جانے کی اُن کو اجازت

ملنی چاہئے۔ چنانچہ حضرت صفیہ اپنے شہید بھائی حضرت حمزہ کی لاش پر گئیں اور لاش کے ٹکڑے ٹکڑے دیکھ کر بے اختیار رہو گئیں۔ تاہم وعدہ کے مطابق نہایت مضبوطی اور صبر سے کام لیا۔ انّا للّٰہ وانا الیہ راجعون کہ کر بھائی کی مغفرت کی دعا کی اور واپس چلی آئیں۔ ایک انصاریہ بی بی کے باپ بھائی اور خاوند کی لڑائی میں شریک تھے اور یہ سب شہید ہو گئے جب اُن کو اپنے عزیزوں کی شہادت کی خبر پہونچی تو اس بہادر خاتون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا جب اُن کو حضور کی خیریت کی خبر ہوئی تو زیارت کو میدانِ جنگ میں تشریف لائیں اور آپ کا چہرہ دیکھ کر بے اختیار پکار اُٹھیں "آپ کے ہوتے سب مصیبتیں ہیچ ہیں" ذرا مشرک قریش بی بیوں کے اخلاق سے ان مسلم دینی خاتون کے اخلاق کا مقابلہ کرو حالانکہ یہ سب بی بیاں ایک ہی خاندان ایک ہی قوم اور ایک ہی ملک کی رہنے والی تھیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلامی تعلیم کا مسلمان خاتون پر ایسا اثر ہوا کہ وہ دلیر متحمل بردبار اور صابر بی بی بن گئیں جن میں نہ وہ قساوت رہی نہ وہ درندگی اور بہیمیت رہی اور نہ وہ شقاوت جو اُحد کی لڑائی میں مشرک قریش کی بی بیوں سے سرزد ہوئی کیا اسلام کی اخلاقی تعلیم کا معجزنما اثر نہیں ہے۔ مسلمان لشکر کے شہیدوں کے ساتھ یہ وحشیانہ اور بہیمانہ سلوک صرف کفار مشرک عورتوں ہی کی طرف سے نہیں کیا گیا بلکہ مشرک لشکر نے بھی ان شہیدوں کے ناک کان اور اُن کی پیشاب گاہیں کاٹ کر جدا کر دیں اُن کے پیٹ چاک کئے اور اعضا جدا جدا کر ڈالے۔ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب پر قریب تیس صحابہ آپ کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ اُن میں حضرت ابن ابی وقاص، حضرت طلحہ اور حضرت سہیل ابن حنیف تیر بازانی میں مشہور و قادر انداز تھے اُن میں سہیل وہ بہادر تھے جنھوں نے اِس جنگ میں موت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور بھگدڑ میں بہت سے تتر بتر ہو گئے تھے مگر جو چند نفوس اس وقت بھی برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر رہے اُن میں سہیل تھے صرف ان تیس آدمیوں نے مشرک فوج کی مدافعت شروع کر دی اور ان تیر اندازوں نے تیروں کا مینہ برسا دیا۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص کے سامنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ترکش ڈال دیا اور فرمایا کہ تیر مارے جاؤ[۵۲]۔ ان تیر اندازوں کے حملہ سے کفار کے لشکر کے جمے ہوئے پیر اُکھڑ گئے۔

---

۵۱ ۔ ۵۲ صحیح بخاری "باب اذہمت طائفتان"

اور اُنھوں نے راہِ فرار اختیار کی اور اپنا اسباب وغیرہ باندھ کر چلنے لگے۔ سعد ابنِ ابی وقاص جو مشرکوں کی تعاقب میں چلے گئے تھے اُنھوں نے اطلاع کی کہ دشمن کا لشکر جاتا ہوا دیکھا گیا ہے اس سے مسلمانوں میں خوشی اور اطمینان ہوا۔ اور اُنھوں نے اپنے شہیدوں کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ یہ شہدا خون میں تربتر اُنھی کے کپڑوں میں جو اُن کے بدن پر تھے ایک ایک قبر میں دو دو دفن کر دیئے گئے۔ دفن میں حافظوں کو مقدم رکھا جاتا تھا۔ اِن شہیدوں میں حضرت مصعب ابن عمیر جن کو یہ شرف حاصل تھا کہ نبوی سرکار سے اُحد کے اسلامی لشکر کا ان کو علم عطا کیا گیا تھا۔ اُن کی لاش بھی تھی۔ حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف جن کی دولت مندی کا تذکرہ کسی دوسری جگہ کیا گیا ہے۔ حضرت مصعب کے دفن کے واقعہ کے صحیح بخاری میں راوی ہیں ان کی روایت ہے کہ دفن کے وقت حضرت مصعب کے بدن پر اتنا مختصر کپڑا تھا کہ مُنہ ڈھکتے تھے تو پاؤں کُھل جاتے تھے اور پاؤں ڈھکتے تو سر کُھل جاتا تھا۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اُن کا سر کپڑے سے ڈھک دیا گیا اور پاؤں اذخر گھانس سے چُھپا دئے گئے۔ اس طرح اُحد کے افسر کو خاک کے سپرد کیا گیا۔

اپنی روایت میں دولت مند عبد الرحمٰن مفلس ابن عمیر کو کہتے ہیں کہ وہ مجھ سے بہتر تھا حضرت ابن عمیر کے افلاس کی حالت بیان کر کے عبد الرحمٰن ابن عوف کہتے ہیں کہ پھر ہمارے واسطے دنیا کھول دی گئی۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ہماری نیکیاں ہمارے واسطے جلد جلد لائی جا رہی ہیں۔

اُحد کے مسلمان شہیدوں کی تعدا کچھ اوپر ستر تھی جن میں نامور لوگ۔ حضرت حمزہ ابن عبد المطلب۔ النضر ابن انس وسلمان۔ عبد اللہ ابن جبیر۔ سعد بن ربیع۔ مالک بن سنان۔ اویس ابن ثابت۔ حنظلہ ابن ابی عامر۔ خارجہ ابن زید۔ عمر ابن الجموع۔ اور حضرت مصعب ابن عمیر تھے۔

فتح الباری میں لکھا ہے کہ اُن شہیدوں میں سے ہر ایک کے خاص خاص کارنامے مشہور ہیں۔ جب کہ میدان سے مشرک لشکر فرار ہوگیا اور مسلمان تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے تو اس خیال سے کہ مبادا دشمن پلٹ نہ پڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کے تعاقب میں کون جاتا ہے۔ اس پر ستر صحابہ کا لشکر

---

سلے صحیح بخاری باب غزوۃ الاحد۔

دشمن کے تعاقب کے واسطے تیار ہوگیا۔ جن میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت عمارؓ ابن یاسر حضرت طلحہؓ سعدؓ بن ابی وقاص عبدؓ الرحمن ابن عوف ابو عبیدہؓ خدیفہ اور ابن مسعودؓ وغیرہ تھے۔ ان لوگوں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوگئے اور ابوسفیان مشرکوں کا لشکر لے کر روحا کے مقام پر پہنچا تو مشرکوں نے ایک دوسرے پر ملامت کی کہ وہ کام ادھورا کیوں چھوڑ دیا گیا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) قتل کئے جا سکے نہ تمہارے ہاتھ قیدی آئے۔ اُن کا مشورہ ہوا کہ واپس چلیں مگر اُن کو اطلاع ہوئی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر اُن کے تعاقب میں آرہا ہے اس سے مشرکوں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور وہ مکہ کو واپس چلے گئے اور حمرا الاسد تک آکر یہ معلوم کر کے کہ مشرک دور چلے گئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مدینہ کو واپس تشریف لے گئے۔

احد کی لڑائی میں لشکر والوں کی بعض بے عنوانی کے سبب جس کی تفصیل گذر چکی ہے مسلمانوں کو بہت سے جانی نقصان کے بعد فتح تو حاصل ہوگئی اور دشمن بھاگ گیا۔ مگر جن کے عزیز اقربا شہید ہوئے اُن کے گھروں میں ماتم برپا ہوگیا۔ اور چونکہ مدینہ میں اس وقت تک مسلمانوں کی آبادی تھوڑی سی تھی اس نسبت سے ان کے زیادہ آدمی شہید ہوئے اسی سبب سے گزرے ہوؤں کی یاد کی آواز ہر گھر سے آتی تھی۔ حضرت حمزہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور آپ کے دودھ شریک بھائی تھے بچپن میں آپکو اُن سے خاص انس تھا اس سبب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ کی شہادت کا اور ایک بہادر عزیز کی جدائی کا نہایت رنج تھا لوگوں کا ماتم سن کر آپ سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ نے نہایت درد سے فرمایا "لیکن حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں"۔ انصار پر آپ کے ان الفاظ کا نہایت اثر ہوا۔ انہوں نے اپنی بی بیوں کو حکم دیا کہ حضور کے یہاں جا کر حضرت حمزہؓ کا ماتم کریں چنانچہ یہ بی بیاں حضور کے دولت کدہ پر حاضر ہوئیں اور حضرت حمزہؓ کا ماتم کرنا چاہا رسول اللہ صلعم نے ان بی بیوں کا شکریہ ادا کیا اور اُن کے حق میں دعا کر کے فرمایا کہ مرے ہوؤں پر ماتم کرنا جائز نہیں ہے۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص عزیزوں کے واقعات سے متاثر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ مگر ایسی حالت میں بھی صبر، ضبط، اور تحمل کو آپ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔

# غزوہ خندق

یہ لڑائی خاص مدینہ طیبہ میں ہوی ۵ھ ہجری میں بنائے مخاصمت یہ تھی کہ ۴ھ ہجری میں یہود بنی نضیر اپنی بدعہدی کی بنا پر مدینہ سے خارج البلد کر دئے گئے تھے اور اُن کی جائداد وغیرہ پر اسلامی قبضہ ہو گیا تھا۔ اُن کے چند سردار بنی وائل کے چند رئیسوں کے ہمراہ مکہ پہونچے ابوسفیان کو مدینہ پر حملہ کرنے کے واسطے اُبھارا۔ ابوسفیان چار ہزار آدمی لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں **غطفان کنانہ** دیگر قبائل کے لوگ اُس کے ساتھ شریک ہو گئے دس ہزار کے قریب لشکر کی جمعیت ہو گئی۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر کے باہر جا کر لڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ سلمان فارسی نے مشورہ دیا کہ گرد شہر مدینہ خندق کھودی جاوے اور اُس میں سے لڑائی کی جاوے۔ اہل عرب خندق کی لڑائی سے واقف نہ تھے اور **سلمان** فارس میں جنگ خندق دیکھ چکے تھے اور اُس میں تجربہ کار تھے چنانچہ آنحضرت نے ہر جماعت کے واسطے حصہ زمین کھودنے کا کام مقرر کر دیا۔ مہاجرین و انصار میں جھگڑا ہونے لگا ہر ایک فریق حضرت سلمان[1] کو اپنے گروہ میں لینا چاہتا تھا۔ آنحضرت نے اس کا فیصلہ اس طور پر فرمایا کہ سلمان میرے اہل بیت میں ہے۔ الغرض کھودائی خندق میں سلمان کے ساتھ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کام کرتے تھے۔ کھودائی میں ایک سخت پتھر نکلا جو کسی طرح کدال سے نہ ٹوٹا۔ چنانچہ آنحضرت نے کدال دست مبارک میں لے کر ضرب لگائی پس پتھر پاش پاش ہو گیا۔ اور اُس پتھر سے امر عجیب دیکھا اور بجز آنحضرت اور سلمان فارسی کے اُسکو اور کسی نے نہیں دیکھا۔ جب لوگوں نے اُس پتھر کو نکالا تو آنحضرت نے فرمایا تحقیق دیکھا میں نے کہ جب میں نے پتھر پر ضرب اول لگائی تو عجیب امور نظر پڑے سلمان نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھکو بھی عجائبات نظر آتے تھے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل کی۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرب اول میں میں نے شہرہائے یمن کو دیکھا۔ اور دوسری ضرب میں قصر ابیض مداین کا دکھلائی دیا۔ اور تیسری ضرب میں شہرہائے ملک شام نظر پڑے۔ پس وحی نازل ہوئی مجھ پر کہ اے رسول خوشخبری ہو تم کو کہ یہ سب شہر تم

[1] سلمان قدآور دلیر اور قوی آدمی تھے

فتح کر دوگے۔ اس بشارت کو سُن کر سلمانان بہت خوش ہوئے۔ جب خندقیں طیار ہو گئیں اور لشکر اسلام اُن پر تعینات ہو گیا تو تب کفار نے پہاڑ و میدان میں اپنے خیمے ڈال لئے اور چاروں طرف سے شہر کو محصور کر لیا۔ منافقین کو یہ محاصرہ شاق گذرا اور گستاخی کے کلمات کہنے لگے کہ آنحضرت نے ہم سے وعدہ کیا تھا محلات فارس و شام روم و یمن کی فتح کا اب ہماری یہ حالت ہے کہ ہم پاخانہ کو بھی باہر نہیں جا سکتے۔ ایک انصاری معیت نامی بھی اُن کے ساتھ ہو گیا اور خلاف ادب کہنے لگا جسکی خبر کلام مجید میں دی گئی ہے۔

وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا

جب منافق اور وہ لوگ جن کے دل میں روگ ہے کہنے لگے کہ جو وعدہ اللہ اور اُسکے رسول نے کیا تھا سب زعم بیجا اور فریب تھا

اہل سیر نے لکھا ہے کہ دو جماعتیں **بنی حارثہ** اور **بنی مسلمہ** انصار کی تھیں کہ اونھوں نے قصد کیا اپنے مقاموں سے چلے جانے کا تو اس طرح آنحضرت سے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے گھر خالی ہیں ہم کو چوروں کا ڈر ہے۔ وحی نازل ہوئی۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

یعنی جب قصد کیا دو جماعتوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا اُنکا اور اللہ پر چاہئے کہ مسلمین بھروسہ کریں۔

پس اس وحی کو سن نے کے بعد اون لوگوں نے کہا کہ جب اللہ تعالےٰ ہمارا معین و ناصر ہے تو اب ہم یہاں سے جانا پسند نہیں کرتے اور اپنے مقامات خندق میں مستعد جنگ رہے۔ (قریش) نے تین لشکر اپنی فوج کے جمع کئے۔ ابن اعور اسلمی اوپر کی طرف سے جانب وادی اپنا لشکر لایا۔ اور حارث بن عوف مزنی جماعت بنی سعد و بنی دینال کے ساتھ آیا۔ عتیبہ بن حصن بنی فزارہ اور اسد کو لے کر مقابل ہوا۔ بنی اسد کا افسر طلیحہ بن خویلد تھا۔ ابوسفیان نے خندق کے مقابلہ میں خیمے کھڑے کئے تھے۔ پس لڑے مشرکین تمام دن غروب آفتاب تک۔ اور نماز عصر سے باز رکھا مسلمانوں کو۔

بعد غروب نوفل بن عبد اللہ بن مغیرہ اپنے گھوڑے پر قریب نشیب خندق آیا۔ گر پڑا وہ مع گھوڑے کے خندق میں اور چور چور ہو گئیں ہڈیاں اُس کی اور اُس کے گھوڑے کی۔ ابوسفیان نے آنحضرت کے پاس سفیر بھیجا کہ بالعوض نعش عبد اللہ کے ہم سو اونٹ دیتے ہیں اگر آپ پسند کریں نعش عبد اللہ کا دینا

اُس کے جواب میں کہلا بھیجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عبداللہ اور اُس کی دیت دونوں نجس ہیں۔
اُسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے باہر مشرکوں پر شدید حملہ کیا اور ہلا دیا فوج کفار کو
اُس کے بعد فوج کفار نے اپنے لشکر میں آگ روشن کی اور پہرہ دینے لگے۔ پھر تشریف لائے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اپنے قیام گاہ فوج میں آواز دیکر پکارا "یہاں خذیفہ ہے"۔ مگر جواب نہ ملا حضور کو۔ یہاں تک حضور والا
خذیفہ کے قریب پہونچے اور اُنکو بھی اُنکو ٹھوکر مار کر فرمایا کیا تو نے میری آواز نہیں سنی۔ خذیفہ نے عرض کیا آواز
حضور کی مینے سنی تھی لیکن بوجہ شدت سردی کے میں اُٹھ نہ سکا اور اس لئے جواب بھی نہیں دیا تھا۔ فرمایا
کھڑا ہو ساتھ نام اللہ کے۔ پس کھڑے ہوئے خذیفہ اور آنحضرت نے اُن کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور وہ شدت
سردی زائل ہوگئی پھر حکم دیا اے خذیفہ جاؤ لشکر کفار میں اور میرے لئے خبریں لاؤ اور کسی سے اُنکو
ظاہر نہ کرنا چنانچہ فوراً خذیفہ روانہ ہوے۔ حضور نے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ احْفَظْ حُذَیْفَۃَ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ

اے خدا حفاظت کر خذیفہ کی اُسکے سامنے اور اُسکے پیچھے سے اور اُس کے داہنے اور بائیں سے۔

خذیفہ کو سردی کا اثر نہ معلوم ہوتا تھا یہانتک کہ ایک جماعت کے قریب جا پہونچے جو آگ کے گرد بیٹھے تھے۔
اور اُنھوں نے خذیفہ کو اپنا فوجی آدمی تصور کیا۔ خذیفہ آگ کے قریب اون لوگوں میں جا بیٹھے۔ اُس وقت
ایک آدمی ابوسفیان کا آیا۔ اُن لوگوں نے اُس سے دریافت کیا کہ کیا خبریں لائے ہو۔ اُس شخص نے کہا تم سب
لوگ آپس میں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لو تاکہ یہ شناخت کر لی جائے کہ کوئی غیر ہم میں نہیں ہے[۲] اب تو ہم سے
خبریں بیان کر۔ اُس شخص نے کہا کہ ہمارے یہاں ابولبابہ بنی قریظہ (یہود) اور حُیَیّ دونوں آئے تھے
اور اُنھوں نے سپہ سالار ابوسفیان سے فرمائش کی کہ ستر بہادر جنگی یہود کی طرف بھیجو تب قوم بنی قریظہ
آنحضرت سے لڑنے کے واسطے نکلے گی۔ پھر اُس شخص سے دریافت کیا اُنھوں نے۔ کہ یہ کب ہوگا۔ اُس نے کہا کہ
تیسری رات کو ایسا ہوگا۔ من بعد خذیفہ اُن لوگوں کے پاس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور چلنے لگے اور اتفاقاً
آپ کا گذر ابوسفیان کے قریب سے ہوا جو آگ سے اپنی پشت سینک رہا تھا۔ پس خذیفہ کے دل میں آیا کہ
اُس کی پیٹھ میں تیر رسید کریں۔ فوراً ہدایت یاد آگئی ہاتھ روک لیا۔ اور لوٹ کر داخل لشکر رسول اللہ صلی اللہ

[۲] لوگوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے خذیفہ نے بھی اپنے پاس والے کے ہاتھ پکڑ لئے وہ لوگ کہنے لگے۔

علیہ وسلم ہوئے حضور نے حذیفہ کو اپنے خیمہ کے اندر طلب کیا اور فرمایا اے حذیفہ مجھ سے خبر بیان کر۔ حذیفہ نے
کہا عہد شکنی کی یہود نے اور کل قصہ بیان کر دیا۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ واپسی میں مجکو ابوسفیان ملا تھا جو اپنی
کمر سینک رہا تھا۔ اگر حضور کی ہدایت نہ ہوتی تو میں ضرور اُس کی پشت کو تیر سے زخمی کر دیتا۔ پھر آنحضرت نے
عبداللہ بن رواحہ سعد بن معاذ اور خوات بن جبیر کو بنی قریظہ کی طرف واسطے قایم رکھنے صلح کے بھیجا لیکن بنو
قریظہ نے حضرت کی شان میں گستاخانہ جواب دئے اور کسی طرح رضامند نہ ہوئے۔ چنانچہ تینوں .....
حضرات واپس آئے اور عرض کیا واللہ بنو قریظہ نہایت شریر اور گستاخ لوگ ہیں۔
چنانچہ حضرت نے اونکو ممانعت کی کہ وہ صحیح حالات کسی سے نہ کہیں۔ اور فرمایا کہ لڑائی دھوکہ ہے
پھر بلند کی آں جناب نے تکبیر اور حضور کے ساتھ صحابہ نے بھی تکبیر بلند کیں اسی طرح تین مرتبہ
آنحضرت نے مع اصحاب کے تکبیر بلند کیں اُس کے بعد اصحاب نے دریافت کیا کہ کیا خبر پہونچی آپ کو جسکی
وجہ سے تکبیریں بلند کی گئیں۔ آنحضرت نے اُن تینوں اصحاب کو حکم دیا کہ مطلع کرو اپنے بھائیوں کو عبداللہ
بن رواحہ نے کھڑے ہوکر کہا کہ "تمھارے حلیف یہودیوں نے مشرکوں سے کہلا بھیجا ہے کہ وہ منتخب
ستر بہادر ہمارے قلعوں میں بھیجدیں جب وہ لوگ قلعوں میں داخل ہو جاویں تو یہود اُن کی گردنیں ماریں
اور ہمارے ساتھ ہوکر قریش سے جنگ کریں اور مدد دیں لشکر اسلام کو" اُس وقت مشرکین کا ایک جاسوس
نعیم بن مسعود موجود تھا جب اُس نے یہ بات سنی تو فوراً لشکر ابوسفیان کی طرف روانہ ہوا، وہاں اُس کا انتظار
ہو رہا تھا۔ نعیم نے کہا یقینی فریب کیا یہود نے تم سے تاکہ تمھارے باقی ستر سردار قتل کر دیں۔ بھیجا تھا
آنحضرت نے تین شخصوں کو پاس بنو قریظہ کے تاکہ دیکھیں وہ لوگ قریش کی طرف ہیں یا ہماری طرف۔
پس اُن لوگوں نے آکر حضرت کو خبر دی ہے۔ ابوسفیان سن کر کہنے لگا۔ بڑا رنج ہوا، اس خبر سے۔
قسم ہے لات وعزیٰ کی فریب کیا یہود نے۔ لعنت کرے اللہ اُن پر۔ اور اُس کے ستر آدمیوں نے کہا ہم
ہرگز یہود کے قلعوں میں نہ جائیں گے۔ پھر قاصد بھیجا ابوسفیان نے ابولبابہ سردار بنو قریظہ کے پاس اور کہلا
بھیجا کہ ہمارا محاصرہ دراز ہو چکا، اب تم کل مدد بھیجو ہم کو تاکہ لڑائی لڑیں کل کے روز خاتمہ کی۔ ابولبابہ نے
کہلا بھیجا کہ کل ہفتہ کا روز ہوگا ہم اپنے مذہب کے مطابق لڑائی نہیں لڑ سکتے۔ پھر واپس بھیجا قاصد کو

ابو سفیان نے اور کہلا بھیجا کہ اور دن ہفتہ کر لینا۔ ہم کل ضرور جنگ کریں گے۔ اگر تم نے ہماری مدد نہ کی تو البتہ ہم تمھارے عہد سے بری ہو جائیں گے۔ جب قاصد نے ابولبابہ کو یہ پیغام پہنچایا تو وہ سخت غصہ ہوا اور کہنے لگا کہ ہماری ایک قوم نے ہفتہ کے دن سرکشی کی اور حکم نہ مانا اللہ تعالیٰ کا اس نافرمانی سے وہ بندر سور بنائے گئے لہذا ہم حد سے تجاوز نہ کرینگے۔ جب قاصد نے یہ جواب پہنچایا تو ابو سفیان نے آواز کہا یا معشر قریش اور حاضرین خبردار ہو جاؤ کہ اب ہم بندر اور سوروں کے بھائیوں سے مدد نہیں طلب کریں گے اور بنو قریظہ کے معاہدہ سے الگ ہوتا ہوں چلو تم لوگ صبح کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی لڑنے کو۔ نہ جدا ہو خندق سے یہاں تک فیصلہ ہو جاوے جنگ کا یہ خبر جب مسلمانوں کو پہنچی تو شکست ہو گئے دلوں میں اور سچ جانا منافقوں نے۔ پھر مدد بھیجی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے لشکر کو فرشتوں کی اور تسکین قلب ہوئی مسلمانوں کو۔ اور لشکر کفار پر آندھی شدید بھیجی پس گر گئے خیمے اُن کے اور بجھ گئیں آگیں اُنکی۔ اور سنی مشرکین نے اپنے لشکر میں تکبیریں فرشتوں کی بھاگ نکلے جانور اُنکے۔ پس پکارا ہر ایک سردار مشرکین نے کہ محمد آپڑے تمھارے اوپر لشکر کے ساتھ قریب کے اور رعب طاری ہو گیا فوج مشرکین پر اور کوچ کر دیا فوجوں نے اور چھوڑ بھاگے مال و اسباب زاید۔ حضرت صدیق اپنے مورچہ پر نہایت بہادری سے کفار سے لڑتے رہے۔ بعدہٗ اُس موقع پر بیادگار حضرت صدیق ایک مسجد تعمیر کی گئی۔

## صلح حدیبیہ

حدیبیہ ایک گاؤں کا نام ہے۔ جو مکہ سے ایک پڑاؤ کی مسافت پر ہے۔ رسول خدا حج کے ارادہ سے مکہ کو جاتے تھے اور چودہ سو صحابی آپکے ہمراہ تھے۔ جب حدیبیہ پر پہنچے تو قریش دخول مکہ سے مزاحم ہوئے اور تفحص حالات کے واسطے عروہ بن مسعود کو آپ کے پاس بھیجا۔ اُس نے رسول خدا کے سامنے کچھ بیباکانہ گفتگو شروع کی اور کہا۔

| | |
|---|---|
| اجتمعت اوشاب الناس ثم جئت بھم الی | حرب کے اوباش فراہم ہوئے ہیں اور تو اُن کو اپنے کنبہ کی |
| بیضتك لتفضھا بھم انھا قریش قد خرجت | بربادی کے واسطے لایا ہے وہ بھی قریش ہیں جو بال بچوں اور |
| معھا العوذ المطافیل قد لبسوا جلود النمور | عورتوں سمیت نکلے ہیں اور جنہوں نے چیتوں کی کھالیں پہن لی ہیں |

يعاهدون الله لا تدخلها عليهم عنوة — اور خدا سے عہد کیا ہے کہ تو جبراً مکہ میں کبھی داخل نہ ہوسکے گا

ابداً - وايم الله لكانى بھولاء قد انكشفوا — خدا کی قسم میں تو ان اوباشوں کو کل ہی تم سے علیحدہ ہوتے

عنك غداً - (ابن ہشام جلد ۲) — دیکھونگا -

ابوبکر صدیق رضہ اس تقریر کے سُننے سے غضبناک ہوگئے اور جواب میں کہا تو لات کا بظر چوس ہے

أنحن نفر عنه وندعه — کیا ہم رسول خدا کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے -

اگرچہ یہ فقرہ ایک گونہ خلاف تہذیب تھا مگر اس سے عروہ پر بڑا اثر ہوا اور مسلمانوں کے جوش کو بھی ترقی ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی گرم جوشی کا حال جب عروہ نے واپس جاکر قریش سے بیان کیا تو ان کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت بہت کچھ چھا گئی اور صلح پر آمادہ ہوگئے -

# فتح مکہ

صلح حدیبیہ ۶ھ ہجری میں یہ قرار پایا تھا کہ جو قومیں چاہیں اس صلح میں رسول کریم کے ساتھ شامل ہوجاویں اور جو قومیں پسند کریں وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرلیں - چنانچہ بنو خزاعہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرلیا اور بنو بکر نے قریش کے ساتھ لیکن پورے دو سال بھی نہ گذرے تھے کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ کے ساتھ اپنی قدیمی عداوتوں کی یاد کو تازہ کرنا شروع کردیا اور قریش نے برخلاف شرائط معاہدہ بنو بکر کو ہتھیار بھیجنے شروع کردئے اور بعض سرداران قریش تبدیل لباس خود بھی جنگ میں شریک ہوگئے اور ان سب نے مل کر بنو خزاعہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا اور بیحد تنگ کیا چنانچہ بنو خزاعہ میں سے عمر بن سالم خزاعی مع چالیس سواروں کے چل کر مدینہ آیا اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض حالات کرکے مدد خواہان ہوا - ارشاد ہوا کہ میں ضرور تم کو مدد دونگا - اور تقویت و تسلی فرمائی ان لوگوں کی - اُس وقت ایک ابر آسمان پر تھا - آنحضرت نے اُس کو دیکھکر فرمایا کہ یہ ابر بھی فریاد کرتا ہے اور بنی کعب کی خبر دیتا ہے - اب تم لوگ مطمئن ہوکر اپنے وطن کو واپس ہو اور مطلق غم نکرو فتح و نصرت کے دن قریب آپہنچے ہیں - اور اصحاب سے فرمایا کہ دیکھتا ہوں کہ ابوسفیان آیا ہے طلب تجدید معاہدہ اور افزونی

ـــــــــــ

۱ معجزہ

مدت کی کوشش میں یعنی نئے سرے سے صلح کرنا چاہتا ہے مگر محروم و خاسر واپس لوٹ کر جاتا ہے۔ من بعد
حضرت کے حکم سے منادی نے مدینہ میں اعلان کر دیا کہ سب لوگ لشکری طیار ہو جاویں چنانچہ مہاجرین
و انصار طیاری کرنے لگے۔ حاطب بن ابی بلتعہ ایک مہاجر تھے جو آل عوام بن تویلہ کے حلیف تھے۔ اونہوں نے
ایک خط میں لکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوج جرار آراستہ کی ہے اور میرا گمان ہے کہ وہ مکہ کا ارادہ رکھتے
ہیں پس تم کو اپنا بچاؤ سوچنا لازم ہے۔ اور سارہ نامی لونڈی ایک آزاد شدہ بنی ھاشم کو
وہ خط دیا۔ اور تاکید کر دی کہ اُس کو چھپوا ں مکہ پہنچا دے اُس لونڈی نے نامہ اپنے بالوں میں چھپا لیا اور روانہ
طرف مکہ ہوئی۔ جبرئیل امین نے نازل ہو کر اس قصہ سے آنحضرت کو مطلع کر دیا۔

حضور پر نور نے حضرات علیؓ و زبیرؓ کو طلب کرکے حکم دیا کہ تم خاخ کے روضہ پر جاؤ وہاں ایک عورت سارہ
آوے گی ایک ہودج پر سوار اُس سے نامہ چھین لاؤ۔ چنانچہ حضرات علی و زبیر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ اور
اُس عورت کو جا پکڑا اور اُس خط کا حال دریافت کیا اُس نے قسم کھائی ساتھ اللہ کے نہیں میرے پاس
خط نہ میں تمھاری خبر پہنچانے کی کچھ حاجت رکھتی ہوں۔ پھر تلاشی لی گئی لیکن خط نہ نکلا۔ اور دونوں حضرات
نے اُس کو چھوڑ دینے کا قصد کیا۔ اُس کے بعد کہنے لگے کہ آنحضرت کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے ہیں۔

چنانچہ دونوں حضرات نے تلواریں کھینچ لیں۔ اور ڈرایا دھمکایا۔ جب اُس نے دیکھا کہ اب نوبت
جان تک پہنچی تو کہنے لگی کہ آپ مجھ سے عہد و پیمان کریں کہ جب میں آپ کو نامہ دیدوں تو آپ مجھکو قتل
نہ کریں اور نہ لے جاویں مجکو مدینہ بلکہ آزاد کر دیں جہاں چاہوں چلی جاؤں دونوں حضرات نے اُسکا
اطمینان کر دیا۔ بعدہ اُس نے اپنی چوٹی سے وہ خط نکال کر دیا۔ حضرت علی و حضرت زبیر نے سارہ سے
کہا کہ اب تو اپنا راستہ لے اور خود مدینہ شریف پہنچکر نامہ حضور سرور عالم میں پیش کر دیا۔ پس حضرت نے
حاطب بن ابی بلتعہ کو طلب کرکے نامہ دکھایا اور فرمایا اے حاطب کیا وجہ تھی کہ تونے ڈرایا ہمارے
دشمن کو ہم سے اور ہماری خبر دینی چاہی۔

حاطب نے دست بستہ عرض کی یا رسول اللہ مجھکو معاف فرمائیے ضرور مجھ سے قصور ہوا۔ قسم ہے
رب العزت کی جب سے میں نے آپ کو محبوب بنایا ہے کبھی آپ کی جانب عداوت کا خیال نہیں کیا۔ اور

جب سے آپ کو سچا سمجھا کبھی جھوٹا تصور نہیں کیا۔ نہ کفر کیا ہے میں نے ساتھ اللہ کے۔ نہ ساتھ دیا میں نے مشرکین کا جب سے اون سے علٰحدہ ہوا ہوں یا رسول اللہ سچ جانئے میرے کلام کو میں مومن ہوں نہ کہ منافق اصل وجہ یہ ہے کہ میں قریش کا حلیف ہوں لیکن قریش نہیں ہوں اور میرے بہت مال و اسباب تھا پس میں ڈرتا ہوں کہ میرا وہاں کوئی یار و معاون نہیں۔ جو لوگ میرے یار و معاون تھے وہ ہجرت کرکے مدینہ آ گئے۔ پس گمان کیا میں نے کہ مطلع کروں قریش کو حضور کے ارادہ سے تاکہ وہ میرے احسان مند ہو جاویں اور میرے اعزا کو نقصان نہ پہنچائیں میرا مال غصب نکریں اور یہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ اون پر اد بار و پھٹکار پڑنے والی ہے میری اس اطلاع سے وہ بچ نہیں سکتے ارشاد ہوا کہ حاطب سچا ہے۔ اور فرمایا کہ نصیحت کی جاوے مسلمانوں کو کہ آیندہ حاطب کی طرح عمل نہ کیا جاوے۔

الغرض جب کہ اہل مکہ کو خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت زبردست فوج کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی غرض سے روانہ ہونے والے ہیں تب اہل مکہ نے ابوسفیان پر زور ڈالا کہ تو آنحضرت کی خدمت میں جاکر عذر کر کہ بنو خزاعہ کا حادثہ ہمارے مشورہ سے نہیں ہوا تب ابوسفیان نے کہا کہ مجکو معلوم نہیں کہ حضرت لڑائی کے ارادہ سے آتے ہیں یا صلح کی اور ابوسفیان کی ہمت قاصر ہوئی۔ چونکہ ابوسفیان کی زوجہ نہایت زشت خو اور دشمن جانی رسول اللہ کی تھی اُس نے ابوسفیان کو ڈانٹا اور کہا تجھکو قوم بھیجتی ہے اور امید رکھتی ہے اُس کام کی اور تو ایسا شخص ہے کہ نہیں دوست رکھتا محمد کو اور اگر یا دیگا محمد کو قتل کر دے گا اُس کو اے آل غالب مار ڈالو اس احمق کو اور ابوسفیان کی داڑھی کھینچنے لگے غرض بہت کچھ ذلیل کیا۔

پس روانہ ہوا ابوسفیان مدینہ کی طرف۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روانگی سے قبل چند مرد قبیلہ مزینہ کے تیر انداز مکہ کو روانہ کئے اور فرمایا تھا کہ شاید قتل کرو کسی مشرک کو مکہ سے باہر چنانچہ یہ تیر انداز شہر مکہ سے باہر نالوں میں چھپ بیٹھے تھے۔ اُن کے قریب سے ابوسفیان تنہا گذرا۔ اور اُس کے پاس ہتھیار و سامان کچھ نہ تھا۔ تیر اندازوں نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا۔ اور آمادہ ہوئے ابوسفیان پر تیر چلانے کے واسطے۔ پس مل گئے ابوسفیان کو عباس بن مطلب۔ اور دیکھ لیا تیر اندازوں کو اور منع کیا تیر مارنے سے۔

تحقیق میں نے ذمہ داری کرلی ہے ابوسفیان کی چنانچہ تیر اندازوں نے تیر روک لئے اور ابوسفیان سے فرمایا کہ یہ لوگ تجھکو قتل کرڈالیں گے اب تو باآواز لا الہ الا اللہ کہہ دے۔ چنانچہ بخوف جان ابوسفیان نے لڑکھڑاتی آواز سے کلمہ پڑھا۔ اور تیر اندازوں نے اُس کو سلامت چھوڑ دیا۔ اور حضرت عباس ابوسفیان کو اپنے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں لے گئے۔ اور عرض کیا۔ ابوسفیان آپ کے پاس مسلمان ہوکر آیا ہے۔ پس پناہ دیجئے اس کو۔ فرمایا آنحضرت نے کہ لوٹا لیجاؤ ابوسفیان کو اپنے فرودگاہ کی طرف حضرت عباس نے ایک سفید خچر پر جو آنحضرت کا تھا ابوسفیان کو سوار کراکر اپنی سواری کے ساتھ لشکر آنحضرت میں گشت کرایا کہ ابوسفیان کے دل پر ہیبت لشکر طاری ہو۔ اُس وقت تک تو ہزار اہل اسلام کا لشکر جمع ہو چکا تھا۔ پھر شب بسر کی ابوسفیان نے فرودگاہ عباس میں اور صبح کو حاضر ہوئے۔ دربار نبوی میں آنحضرت نے دریافت کیا اے ابوسفیان تو کیا چاہتا ہے۔ اُس نے عرض کیا:" اے محمدؐ تو نے اُن لوگوں کو عوام سے اپنے واسطے منتخب کیا ہے اور تو چاہتا ہے کہ مباح کردے اُن کے لئے عورتوں کو اپنی قوم کی" ارشاد ہوا کہ بے شک راضی ہوں میں اُن لوگوں سے جنھوں نے مجھکو پہچانا اور میری نبوت کی تصدیق کی، مجھکو اپنے گھروں میں جگہ دی اور میری مدد کی، اور میرے عیوض میں اپنی قوم کی تکذیب کی لیکن جھٹلایا مجکو میری قوم نے جسمانی اذیت و تکالیف پہونچائیں اور خارج کردیا مجکو میرے وطن سے۔ بلاشبہہ انتقام لونگا۔ مشرکین کفار سے۔ اور تو نے جو عورتوں کی نسبت کہا ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ خود تو نے بسبب شرک و کفر کے اللہ و رسول کو جھٹلایا لہٰذا وہ مباح ہوگئیں مسلمین کے واسطے۔

فرمایا حضرت عباس نے اے ابی سفیان قبول کر اسلام کو اُس نے جواب دیا کہ کیونکر قبول کروں عزیٰ کے مقابلہ میں۔ خیمے کے پیچھے جلیل القدر صحابہ مستعد کھڑے تھے جب یہ قول سُنا حضرت عمر نے فوراً خیمہ میں داخل ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ اجازت دیجئے میں اس مشرک کی گردن ماردوں۔ پھر مخاطب ہوئے طرف ابوسفیان کے اور فرمایا اے ابوسفیان تو آنحضرت کے پاس بیٹھا ہوا ہے ورنہ بخدا تیرا سر علحدہ کردیتا ابوسفیان نے کہا اے ابن الخطاب تحقیق تو بہیر دلیر ہے۔ واللہ میں تیری طرف نہیں آیا ہوں نہ تجھ سے کچھ ترغیب رکھتا ہوں البتہ آیا ہوں میں پاس اپنے چچا کے بیٹے رسول اللہ کے

اشھد یا محمد ان لا الٰہ غیرہ وانک عبدہ ورسولہ وانی قد کفرت باللات والعزیٰ۔

یعنی گواہی دیتا ہوں اے محمدؐ نہیں کوئی مستحق عبادت کا بجز خدا کے بے شک تو بندہ اُس کا اور رسول اُس کا ہے اور تحقیق منکر ہوا میں لات وعزیٰ کی پرستش سے۔

پس تکبیر کہی حضرت عباس نے اور تھی قرابت وخویشی عباس وابوسفیان میں اور زمانہ جاہلیت میں دوستانہ مصاحبت رکھتے تھے۔(مدارج النبوۃ) میں ہے کہ آیا ابوسفیان اول روز اپنی دختر نیک اختر ام حبیبہ کے گھر مدینہ میں جو آنحضرت کی اہلیہ تھیں پس ارادہ کیا بستر رسول اللہ پر بیٹھنے کا۔ اُم حبیبہ نے فوراً بستر لپیٹ دیا ابوسفیان نے کہا اے بیٹی بستر کیوں علٰحدہ کر دیا۔ اُم المومنین اُم حبیبہ نے کہا کہ یہ بستر مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ علیہ وسلم ہے اور تو بوجہ کفر وشرک نجس ہے اس قابل نہیں کہ بیٹھ سکے۔ ابوسفیان غضب ناک ہوکر حضرت کے پاس گیا اور ہر چند صلح کی گفتگو کی مگر جواب نہ پایا۔ وہاں سے اُٹھ کر حضرت صدیق کے پاس گیا۔ اور ابوبکر نے بھی کچھ التفات نہ کی، بعدہٗ عمر فاروق کے پاس گیا اور بدنیل مرام واپس ہوکر حضرت فاطمہ زہرا کے دروازہ پر پہنچا اور عرض کی اے بنت رسول تمہاری بہن زینب نے ابوالعاص کو پناہ دی محمد نے اُن کی امان کو بحال کیا۔ حضرت خاتون جنت نے فرمایا اس امر میں مجھے کچھ اختیار نہیں پھر حضرت علی کے پاس گیا اور وہاں سے بھی مایوس پھرا۔ اور مکہ واپس چلا گیا۔ اُس کے بعد حضرت عباس کے ساتھ حاضر دربار نبوی ہوا اور اسلام قبول کیا۔

الغرض دسویں رمضان یوم چہارشنبہ کو بعد عصر ۸ہجری میں۔ امام احمد کے نزدیک ۱۸ یا ۱۹ ماہ رمضان تھی اور یہ قول صحیح تصور کیا جاتا ہے شہر مدینہ کے باہر لشکر کی موجودات کا شمار کیا گیا۔ سات سو مرد مہاجرین کے جن میں سے گذرے اُن میں تین سو گھوڑے۔ انصار سے چار ہزار جن کے لشکر میں پانچ سو گھوڑے تھے۔ پھر قبایل اسلم۔ غفار۔ جہنیہ۔ اشجع وسلیم وغیرہ گذرے جن کے ساتھ چار سو پانچ سو ہزار تک گھوڑے تھے کچھ لوگ راہ میں ملے اور اس طور پر کل تعداد فوج دس ہزار بعضوں نے بارہ ہزار بیان کی ہے۔ اور شہر مدینہ میں ابن ام مکتوم کو خلیفہ بنایا تھا اور جب لشکر کدید پر پہنچا جو نام ایک چشمہ پانی کا ہے مابین قدید وعسفان کے علم مرتب کرکے اصحاب کو سونپے۔ روزہ کے افطار کا حکم فرمایا (یعنی سفر میں قضا کرنے کا

روایت ہے کہ چند اہل مکہ بھی بقصد ہجرت مدینہ روانہ ہوئے اُن میں حضرت عباس عم رسول اللہ مع اہل وعیال کے شامل تھے۔ منزل سقیا خواہ جحفہ اور ایک قول سے ذوالحلیفہ میں لشکر ظفر پیکر کو ملے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور حکم دیا اے عباس اپنے اہل ومتاع کو مدینہ روانہ کرو اور تم ہمارے ہمراہ مکہ چلو اور فرمایا کہ ہجرت تمھاری آخر ہجرتوں کی ہے۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، ابن عم پیغمبر خدا عبداللہ بن امیہ حضرت کی پھوپی (عاتکہ بنت عبدالمطلب) کی بیٹی جنہوں نے آنحضرت کو بہت ایذا پہونچائی تھیں اثنائے راہ میں ملے۔ آنحضرت نے اُن کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ مگر ام المومنین ام سلمہ کی سفارش سے اُن کی خطائیں معاف فرماکر داخل اسلام کرلیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُن کو فہمائش کی کہ تم حضرت کے سامنے آکر اس طرح پر کہو جیسے کہ حضرت یوسف کے برادران نے حضرت یوسف کے سامنے عرض کیا تھا۔

تاللہ لقد اثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین جب ان لوگوں نے اس طرح عرض کیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا لاتثریب علیکم الیوم ط یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین روایت ہے کہ بعد قبول اسلام حضرت ابوسفیان بن حارث نے پھر مدت العمر آنحضرت صلعم کے سامنے سر بلند نہیں کیا۔

پھر لشکر نبوی مرالظہر پہنچا وہاں سے مکہ ۳ یا ۴ فرسنگ فاصلہ پر رہگیا تھا۔ اور اب اُس مقام کو وادی فاطمہ کہتے ہیں۔ پس قیام کا حکم دیا حضور پرنور نے اور فرمان ہوا کہ اپنے خیموں کے آگے آگ روشن کریں لہٰذا دس بارہ ہزار جگہ آگ روشن کی گئی قریش کو آنحضرت کی آمد کی خبر نہیں تھی لیکن خوف زدہ ہورہے تھے۔ پس ابوسفیان سے کہا کہ جاکر تفحص حالات کر۔ اور اگر محمد سے ملاقات ہوجائے تو ہماری طرف سے امن وامان طلب کرنا۔ چنانچہ ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا شہر مکہ سے باہر نکلے اونہوں نے دیکھا کہ تمام وادی آگ سے پر ہے۔ حیران ہوکر لوگوں سے پوچھا اونہوں نے کہا کہ لشکر اُترا ہوا ہے اس نے آگ سُلگائی ہے اور گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنی ہیں۔ اُس طرف حضرت عباس نے غور کیا کہ اگر آنحضرت اس لشکر قاہر کے ساتھ دفعتاً قریش پر جا پڑیں تو سب تباہ وبرباد ہوجاویں گے۔ حضرت عباس کا قول ہے کہ میں اپنے اونٹ پر سوار ہوکر لشکر سے باہر نکلا اس تلاش میں کہ اگر اہل مکہ سے کوئی مل جاویگا تو اُس کو مطلع کردوں

اُسی حالت میں جا رہا تھا کہ ناگاہ آواز ابی سفیان کی سنی میں نے اور کہا میں نے یا ابا الحنظلہ اُس نے میری آواز پہچان لی اور کہا یا ابا الفضل میں نے کہا ہاں ہوں۔ ابوسفیان نے کہا میرے والدین تجھپر فدا ہوں یہ کیا ماجرا ہے میں نے کہا کہ رسول خدا دس یا بارہ ہزار فوج لے کر تم لوگوں پر آتا ہے۔ ابوسفیان نے کہا اے عباس ہمارے پاس کچھ چارہ ہے۔ عباس نے کہا کہ میرے بھتیجے اونٹ پر سوار ہو لے میں تجکو رسول اللہ کے پاس لیجاؤں اور تیرے واسطے طلب امان کروں۔ پس وہ میرے پیچھے سوار ہو لیا۔ بدیل بن ورقا اور حکیم بن حزام مکہ واپس چلے گئے جب ابوسفیان کو حضرت عباس حضور میں لے گئے تو ابوسفیان نے کہا یا رسول فداک امی آپ کریم وحلیم میں حتی الوسع آپ کے ساتھ جفائیں کیں لیکن اب جانا میں نے آپ بے انتہا رُوف و رحیم ہیں اور کلمہ شہادت پڑھا۔ حضرت عباس نے کہا یا رسول اللہ ابوسفیان ایسا مرد ہے کہ فخر اور شرف اور جاہ کو دوست رکھتا ہے اُس کو ایسے مرتبہ سے سرفراز کیجئے کہ اہل مکہ میں وہ ممتاز و سربلند ہو جاوے۔

فرمایا حضور نے من دخل دار ابی سفیان فھو امن (جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے وہ امن میں ہوگا) جو شخص ہتھیار ڈال دیگا وہ امن میں ہوگا۔ جو کوئی مسجد حرام میں داخل ہوگا وہ امن میں ہوگا۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب کفاران مکہ نے آنحضرت کو ابتدائے نبوت میں بہت زیادہ ستایا تو ابوسفیان آپ کو اپنے گھر لے گئے تھے۔ اُس روز کا آنحضرت نے یہ صلہ عطا کیا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا وہ محفوظ رہیگا۔ ابوسفیان روانہ ہونے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ ابوسفیان کو روک رکھو اور تنگ گذرگاہ پر بٹھاؤ تاکہ وہ جاہ و حشم لشکر اسلام کو دیکھے اور نخوت عناد و تکبر اُس کے دل کا رفع ہو جاوے۔ چنانچہ عباس نے آواز دے کر ابوسفیان کو روک لیا۔ بس ابوسفیان ڈر گیا اور پوچھا کیا کوئی غدر کرنا چاہتے ہو۔ عباس نے کہا اہل نبوت غدر و بے وفائی نہیں کرتے۔ چنانچہ حضرت عباس ابوسفیان کو ایک تنگ گذرگاہ میں لے گئے اور کھڑا رکھا یہاں تک کہ لشکر اسلام فوج فوج ساتھ عزت و شوکت کے گذرنے لگا۔ اور عباس ہر ایک سردار کی تعریف ابوسفیان سے کرنے لگے۔ اور اُس سے دل کو آتش حسد و غیرت سے سلگانے لگے۔ سپاہ شوکت و ظفر پیکر حضرت خالد بن الولید اُس مقام سے گذری جسمیں ہزار آدمی بنی سلیم سے تھے اور اُس لشکر میں دو علم تھے ابوسفیان نے

عباس سے کہا یہ کون ہے کہا خالد ابن الولید جب خالدرا ابوسفیان کے مقابل پہونچے تو تین سو یار مع کل لشکر کے
باآواز بلند تکبیر اللہ اکبر کہی اور ابوسفیان کی جان میں لرزہ پڑ گیا۔ اُن کے پیچھے زبیر بن العوام مع پانچسو مردان
دلاور تکبیر بلند کرتے گذرے۔ ابوسفیان نے دریافت کیا یہ کون ہے حضرت عباس نے جواب دیا کہ تمہارا
بھانجہ ہے۔ اُن کے بعد تین سو جوانمرد بنی غفار سے برآمد ہوئے علم اُن کا ابوذر غفاری کے ہاتھ میں تھا
اور تکبیر کہتے گذر گئے۔ عباس نے تعریف اس قبیلہ کی کی۔ ابوسفیان نے کہا مجھکو اس قبیلہ سے کام نہیں۔
بنو کعب کے پانچسو سوار گذرے علم بردار اس فوج کا بشیر بن سفیان تھا۔ ابوسفیان نے اس کا حال دریافت
کیا حضرت عباس نے کہا یہ حلفائے آنحضرت میں ہیں۔ اس کے بعد ایک ہزار شخصوں کا لشکر قبیلہ بنی فریبہ
سے گذرا اور اُن کے درمیان تین علم تھے۔ مِن بعد قوم جہینہ کے بہادر آٹھ سو کی تعداد میں گذرے اور چار
علم اُس لشکر میں تھے۔ اول علم کے پیچھے تین سو شخص اشجع کے جب عباس نے اُن لوگوں کی تعریف کی تو
ابوسفیان بولا کہ سب سے زیادہ دشمن یہ لوگ محمد کے تھے۔ حضرت عباس نے کہا حق تعالیٰ نے محبت اسلام
ان کے دلوں میں ڈالدی ہے مِن بعد عسکر نبوی خاص جناب سرور انبیا علیہم السلام کا گذرا۔ اور حضور
سلطان المرسلین اپنے خاص ناقہ قسوا نامی پر سوار تھے اور پانچہزار کے قریب اعیان مہاجرین و انصار تمام
وکمال اسلحہ سے مزین۔ جس طرح ماہتاب کے گرد ستارے گرد و پیش رکاب فلک فرسا میں آراستہ و
پیراستہ تکبیر گویا پہنچے ایک ہاتھ کی طرف، حضرت ابوبکر صدیق اور دوسرے ہاتھ کی طرف اسید بن حضیر
تھے اور دونوں حضرات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکلم فرماتے ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے جب یہ
حشمت وشوکت اور عظمت جاہ وجلال دیکھا چشم عقل اُس کی خیرہ ہوگئی ٹکٹکی بندھ گئی۔ حیرت زدہ ہوگیا۔
ہوش وحواس کافور ہوگئے۔ اور کہنے لگا یا عباس ملک تیرے برادرزادہ کا بے نہایت قوی اور عظیم ہوا۔ عباس
نے جواب دیا ویحک یا ابا سفیان۔ یہ رسالت اور نبوت ہے اس کے سامنے ملک وسلطنت کی کیا بساط
ہے۔ اُس روز سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں علم انصار تھا۔ ہزار شخص انصار سے آگے و پیچھے چلے آرہے تھے۔
جب ابوسفیان کے قریب آئے تو کہا۔

یا ابا سفیان الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل — یعنی اے ابوسفیان آج کا دن قتل کرنیکا ہے۔ آج کا

الکعبۃ الیوم اذل اللہ قریشا — آج وہ روز ہے کہ حلال کی جاتی ہے حرمت حرم کی۔ آج کا وہ روز ہے کہ حق تعالیٰ ذلیل کرتا ہے قریش کو۔

یہ کہکر اپنے یاروں کی طرف مونہہ کرکے کہا اے گروہ اوس وخزرج کی جنگ کا کینہ قریش سے لو۔ جب سعدؓ کی اس گفتگو نے ابوسفیان کو وہم میں ڈالا تب ابوسفیان نے فریاد کی یا رسول اللہ کیا آپ نے اپنی قوم کے قتل کا حکم دیا ہے حضور نے فرمایا نہیں۔ یہ بات سعد نے خود کہی ہوگی۔ آج کا دن لطف و مرحمت کرنیکا ہے۔ آج کا روز وہ روز ہے کہ باری تعالیٰ قریش کو عزت دے گا۔ آج کا وہ روز ہے کہ باری تعالےٰ اپنے گھر (خانہ کعبہ) کی تعظیم زیادہ گردانتا ہے۔ اپنی خاطر جمع کرو۔ ایمان لاؤ۔ اُس وقت ابوسفیان کی جان میں جان آئی۔ اور عرض کیا اے سرور کونین تو ہی تکو کارتمام نکوکاروں سے زیادہ ہے اور تو رحیم و کریم و شفیق ہے اور اُس قرابت کا واسطہ دیتا ہوں جو جناب کو قریش کے ساتھ ہے کہ آپ اس کے خون سے درگزر فرماویں گے۔ پس رافت و رحمت کے ساتھ داخل ہو جئے شہر مکہ میں۔ بعد اوسکے حضرت عباس نے ابوسفیان سے کہا کہ تجھکو جلدتر مکہ میں جا کر کفار قریش کو ڈرانا چاہئے تاکہ وہ مسلمان ہو جاویں۔ اور قتل و اسیری سے بچیں۔ پس ابوسفیان اپنے تیز رو اونٹ پر سوار ہوکر مکہ میں داخل ہوا۔ اور کہا کہ رسول اللہ نے حکم دیا ہے کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر داخل ہوگا۔ جو ہتھیار ڈال دیگا۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے۔ جو شخص حرم میں داخل ہو جاویگا۔ امن دیا جاویگا۔ قریش نے کہا ویحک اللہ۔ یعنی بُرا کرے تیرا اللہ۔ قریش کو معلوم نہ تھا کہ پیچھے کون آرہا ہے۔ جب لشکر کا گرد و غبار دیکھا تو پوچھا اے ابوسفیان یہ کیسا گرد و غبار ہے۔ ابوسفیان نے کہا افسوس تمھاری حالت پر کہ محمد الٰہی سپاہ لیکر پہونچا ہے کہ طاقت مقابلہ کی اوس سے نہیں ہوسکتی۔ یہ لوگ اسی گفتگو میں تھے کہ کوکب سلطان کونین شہر میں داخل ہوگیا۔ بہت سے شقیا تاب مقابلہ نہ لا سکے، پہاڑوں پر بھاگ گئے اور سواری حضور مسجد الحرام میں داخل ہوئی۔ اُس مکان کو آنجناب نے اپنے نور سے منور کیا اور حجر اسود کو مجن سے کہ نام ایک چھڑی کا تھا جو اکثر حضور کے ہاتھ میں رہتی تھی مس کیا اور استلام کیا (بوسہ دیا) اور تکبیریں بلند کیں۔ بعد فراغت بیت اللہ، خانہ معظم کو بتوں کی نجاست سے پاک و صاف فرمایا۔

حضرت عمرؓ نے خانہ کعبہ کی دیواروں سے تصاویر مٹا دیں جب رسول اللہ اندر تشریف لے گئے تکبیریں بلند فرمائیں بعد برآمد ہونے کے کلید خانہ کعبہ طلب فرما کر عثمان بن طلحہ کو سپرد کر کے فرمایا جو کنجی تم سے چھینے گا ظالم ہوگا۔ چنانچہ کلید برداری کا منصب آج تک عثمان بن طلحہ کے خاندان میں چلا آتا ہے۔

خانہ خدا سے جب حضور سراپا رحم و کرم باہر نکلے تو تمام سردار اور بڑے بڑے لوگ قریش کے جمع تھے جنہوں نے اسلام کی حتی الوسع مخالفت کی تھی اور حضور نبی کریم کو اذیت پہونچا کر مکہ سے جلاوطن کر دیا تھا۔ اُن کو حضور والا نے مخاطب فرما کر ارشاد کیا "تمھارا کیا خیال ہے میں تمھارے ساتھ کیا برتاؤ کرونگا" وہ سب لرزنے لگے عرض کیا حضور ہمارے شریف برادر ہیں اور شریف بھائی کے صاحبزادے ہیں۔ دریائے رحم و کرم جوش زن ہوا۔ ارشاد ہوا "تم سب آزاد ہو۔ تم سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جاویگا" (یہ شان ہے حریص علیکم بالمومنین روف الرحیم کی) اہل مکہ و سرداران قریش کو اس رحم و کرم کی کبھی توقع نہ ہو سکتی تھی۔ اسی وجہ سے بعض رؤسا مکہ سے فرار ہو گئے تھے۔ جب یہ مژدہ جاں بخشی حضرت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا بیعت اسلام کے لئے فوراً بڑھے ہزارہا اُسی وقت دولت ایمان سے مالا مال ہوے اولاً حضور سراپا رحم و کرم نے مردوں سے بیعت لی بعدہٗ مستورات سے انہیں میں ھند زوجہ ابو سفیان جنہوں نے کلیجہ حضرت حمزہؓ چبایا تھا اور مردوں میں وحشی غلام بھی شامل تھا جس نے حضرت سید الشہدا امیر حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ لیکن آنحضرت سراپا رحم و کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے سخت مجرموں کو بھی محروم نہ رکھا۔ صرف دو مرد اور ایک عورت قتل ہوئی تھی۔ مقتولین میں سے عبد اللہ بن خطل اسلام لے آیا تھا۔ مگر اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کر کے مرتد بن گیا تھا اس جرم میں سزایاب ہوا تھا۔

دوسرا مقیس بن صبابہ کا ایک بھائی ایک انصاری کے ہاتھ سے مارا گیا۔ آنحضرت نے اس کا خونبہا ادا فرمایا۔ مقیس اسلام لے آیا۔ اور دھوکہ سے ایک انصاری کو قتل کر کے مکہ بھاگ آیا تھا۔ اور مسماۃ قریبہ جو ابن خطل کی باندی تھی وہ بھی شریک جرم قتل تھی لہذا قصاص کے طور پر یہ تینوں قتل کرائے گئے تھے۔

**مفرورین۔۱۔** عکرمہ بن **ابوجہل** روپوش ہوگیا تھا۔ اولاً ملک یمن پہونچا۔ وہاں سے کنارہ سمندر پہونچکر جبشی ملاحوں سے کہا کہ اُس کو کسی ایسے جزیرہ میں پہونچا دیں کہ جہاں پر کوئی نہو۔ محصول ٹھہرا کر سوار ہوا اور لات و عزیٰ کو پکارنے لگا۔ جبشی ملاحوں نے کہا کہ جب تک اللہ وحدہ لاشریک کا نام نہیں لیا جاتا ہماری کشتی نہیں چلتی وہ خاموش ہوگیا۔ جب کشتی چلی تو سمندر کی لہریں اوٹھیں اور ہر ایک سے صدائے وحدہ لاشریک لہٗ کی آوازیں عکرمہ کے کانوں میں آئیں کہنے لگا کہ **محمد** نے سمندر پر بھی جادو کردیا ہے۔ مچھلیاں سر نکالکر صدائے لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ دیتی تھیں۔ غرضکہ کشتی ایک تباہ شدہ جزیرہ میں پہونچی وہاں عکرمہ کشتی سے اوترا قریب ہی کھنڈر آبادی کا تھا جب اُس میں قدم رکھا تو ہر در و دیوار منہدم سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدائیں آنے لگیں عکرمہ نے کہا کہ جب محمد کا جادو بحر و بر میں جگہ اثر کرچکا ہے تو اب ایسے تباہ ویران جزیرہ میں رہنا مناسب نہیں وطن واپس چلنا چاہیئے چنانچہ کشتی والوں کے پاس آیا اور منت و سماجت سے کہا کہ مجکو جہاں سے لائے تھے وہیں پہونچا دو اور اپنا محصول لو۔ الغرض اہل کشتی نے اُس کو ساحل یمن پر پہونچا دیا! ور عکرمہ بھیس بدلے آوارہ دشت و جبل پھرتا رہا بالآخر کسی گاؤں میں ایک جھونپڑی میں مقیم ہوگیا۔ عکرمہ کی زوجہ نے دست حضور سراپا اعجاز صلی اللہ پر اسلام قبول کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے خدا میں اس قدر طاقت ہے کہ وہ میرے خاوند کا قصور معاف کردے حضور نے فرمایا اے عورت ناقص العقل اُس کو سب طرح کی قدرت ہے پھر اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ کا خدا عکرمہ سے راضی ہوجاوے تب آپ بھی اوس سے راضی ہوسکتے ہیں فرمایا اے بیوقوف عورت جس سے میرا خدا راضی ہو میری کیا مجال کہ میں اُس سے ناخوش ہوں۔ چنانچہ عکرمہ کی زوجہ نے عرض کیا کہ حضور معافی نامہ لکھدیں تاکہ میں عکرمہ کو حاضر خدمت کروں۔ سرکار دو عالم نے معافی نامہ لکھوا کر دیدیا۔ زوجہ عکرمہ فوراً تلاش میں روانہ ہوئی چونکہ عرب کی مستورات کو ملکہ خاص حاصل تھا کہ وہ اپنے خاوند کے نقش قدم کو پہچان کر جس جگہ وہ موجود ہوتا پہونچ جاتی تھیں لہذا زوجہ عکرمہ اُس گاؤں میں عکرمہ کے پاس جا پہونچیں اور اوس کو فہمایش کی کہ اے عکرمہ تجھکو حضرت کی مخالفت سے باز آنا چاہیئے

معجزہ

ورنہ روئے زمین پر کہیں تجھکو پناہ نہیں مل سکتی اور تمامی سرگزشت اہل مکہ کی بیان کی اور اطمینان دلایا کہ حضرت رحمت مجسم نے تیرا قصور معاف کر دیا ہے۔ اب میرے ساتھ چل چنانچہ عکرمہ جو اپنی جان سے عاجز ہو چکا تھا۔ بی بی کے ہمراہ برقع اوڑھکر حاضر دربار ہوا اور آنحضرت نے دور سے ہی فرمایا اے عکرمہ اسلام کیوں نہیں قبول کر لیتا عکرمہ نے برقعہ پھینکدیا اور دوڑ کر قدم ہائے مبارک پر سر رکھکر عفو تقصیرات چاہی اور مسلمان ہو گیا۔ آنحضرت کو عکرمہ کے اسلام لانے کی بیحد خوشی ہوئی۔

معجزہ

(۲) عبد اللہ بن زبعری۔ قرآن شریف پر اعتراض اور حضرت رسول اللہ کی ہجو کرتا تھا نجران بھاگ گیا تھا جب عفو و کرم کا شہرہ سنا نجران سے واپس آیا اور مشرف باسلام ہو گیا۔

(۳) صفوان بن امیہ جدہ بھاگ گئے تھے۔ حضرت عمیر بن وھب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کے واسطے امان چاہی سراپا رحم و کرم نے اپنا عمامہ عطا فرمایا۔ چنانچہ صفوان واپس گئے اور غزوہ حنین کے بعد داخل اسلام ہوئے۔ تاریخ اسلام بتلارہی ہے کہ ابوسفیان۔ عکرمہ۔ وحشی جیسے مخالفین نے اسلام کے دائرہ میں داخل ہو کر کیسی کیسی جانفروشیاں اور کارہائے نمایاں کئے اور اپنی جانیں حمایت و توسیع اسلام میں نثار کر دیں تھیں۔ مکہ فتح کرنے کے بعد حضور سلطان المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم شریف کے خزانوں کو بدستور محفوظ رکھا۔ اہل مکہ کے مال و اسباب سے کوئی تعرض نہ کیا۔ بلکہ مہاجرین کو جن کے گھر بار پر اہل مکہ نے قبضہ کر رکھا تھا یہی نصیحت فرمائی کہ وہ اُن سے دست برداری کر دیویں۔ اب تمام عرب کو نظر آگیا کہ اسلام نہایت سچا مذہب ہے۔ بعض اس بات کے منتظر تھے کہ وہ قریش اور مسلمانوں کا انجام اور نتیجہ دیکھ لیں۔ اس لئے کہ قریش طاقتور تھے اور مذہبی حیثیت سے اُن کو برتری کل ملک عرب پر حاصل تھی فتح مکہ کے بعد جنگ کی فضا امن میں تبدیل ہو گئی اس لئے کفار کو مسلمانوں سے ملنے کا موقع ملا اور اسلام کی سچی تعلیمات اُن کے کانوں میں پہونچیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و جود رحم و کرم کے واقعات سنے تو وہ جوق جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔

**غزوہ حنین:**۔ قریش کے مغلوب ہو جانے کے بعد ہوازن و ثقیف کے دو طاقتور جنگجو قبیلے رہ گئے جب اُن کو معلوم ہوا کہ قریش نے اطاعت قبول کر لی تو غضبناک ہو گئے قبائل ہوازن اپنی پوری طاقت کے ساتھ جنگ کے واسطے بڑھے مکہ اور طایف کے درمیان جو وادی ہے اُس کا نام حنین ہے وہاں پڑاؤ کیا۔ یہ چار ہزار تعداد میں تھے۔ جب آنحضرت کو خبر معلوم ہوئی تو روانگی کا حکم نافذ فرمایا۔ **صفوان بن امیہ**۔ مکہ کے سردار و رئیس اعظم نے سو زرہیں عاریتاً دیں اور **عبد اللہ بن ربیعہ** نے تیس ہزار درہم قرض دئے جب سامان طیار ہو گیا تو چھٹی شوال ہجری کو سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار فوج کے ساتھ روانہ حنین ہوئے ان میں تو مسلموں کے علاوہ مکہ کے دو ہزار غیر مسلم بھی تھے وادی حنین میں مقابلہ ہوا۔ اہل ہوازن تیر اندازی کے ماہر تھے اس قدر تیر مارے کہ لشکر اسلام جم نہ سکا پہلے ہی معرکہ میں شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ آنحضرت کے پاس صرف چند صحابہ رہ گئے تھے **مالک بن عوف النصری** ہوازن کا سپہ سالار تھا اور اُس نے قرب و جوار سے کمک طلب کر لی تھی۔ بہت سے لشکری مکہ کی طرف فرار ہوئے۔ **ایمن ابن ام ایمن مولی رسول کریم** مع چند اصحاب کفار سے جوہر جوانمردی دکھلا رہے تھے۔ آنحضرت۔ جوش شجاعت میں اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا رہے تھے۔ تاکہ خود میدان میں پہنچکر کفار سے مقابلہ فرماویں لیکن موجود الوقت اصحاب حضور کو منع کر رہے تھے حتی کہ **ابو سفیان ابن حارث بن عبد المطلب** نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور **حضرت عباس رض** رکاب پکڑے ہوئے تھے بقیہ جانبازاں جماعت ثقیف سے ہر چہار جانب جنگ کر رہے تھے حضور نے حضرت عباس کو جو بلند آواز تھے حکم دیا کہ پکارو لشکریان اسلام کو حضرت عباس نے باواز بلند پکارا

**یا معشر الانصار الذین آووا و نصروا** اے گروہ انصار کہ جگہ دی اور مدد کی اور اے گروہ **یا معشر المهاجرین الذین بایعوا تحت الشجرة ان محمداً حی فهلموا**۔ مہاجرین کہ بیعت کی درخت کیکر کے نیچے بیشک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں پس لوٹو تم۔

پس مہاجرین و انصار دوڑے ہوئے واپس آئے نزدیک رسول اللہ کے اور کفار سے زبردست جنگ کی اور بقیہ فوج بھی شامل ہو گئی کثرت سے قتل واقع ہوا۔ ۷۱ کفار قتل ہوئے اور چند مسلم شہید ہوئے

شکست کھا کر ایک گروہ کفار اوطاس میں دریبد بن الصمہ کے پاس جمع ہو گیا۔ اور باقی گروہ مالک بن عوف کے ساتھ طائف کو بھاگ گیا حضور سرور عالم نے کچھ فوج ابو عامر اشعری رضہ کے ساتھ اوطاس روانہ کی اور بذات خاص طائف کا محاصرہ فرمایا۔ پس حضرت ابو عامر اشعری نے اہل ہوازن کا مقابلہ اوطاس میں کیا اور بہت کفار مارے گئے اور ابو عامر بھی شہید ہو گئے تب ابو موسی اشعری نے علم لے لیا اور شکست کھائی ہوازن قبیلہ نے پس قید کر لائے اُن کی کل عورتیں اور بہت سا مال غنیمت لائے آنحضرت نے اون عورتوں کو مہاجرین و انصار میں تقسیم کر دیا۔

آنحضرت صلعم نے مال غنیمت میں خمس نکالا اور بہت اونٹ اور بکریاں غنیمت میں آئی تھیں۔ دریبد بن الصمہ قتل ہوا۔ مختصر یہ کہ اوطاس میں ۲۴ ہزار اونٹ ۴۰ ہزار بکریاں چار ہزار اوقیہ چاندی بھی ہاتھ آئی۔ چھ ہزار سے زائد مرد عورت گرفتار ہوئے جعرانہ میں مال غنیمت جمع تھا وہاں تشریف لائے اور چند روسائے عرب میں سے مثلاً ابو سفیان بن حرب سہیل بن عمرو۔ اقرع بن حابس الحنظلی عیینہ بن حصین الفزاری کو سو سو اونٹ دئے حکیم بن حزام بن خویلد القرشی کو ستر اونٹ عطا کئے پس اظہار ناخوشی کیا حکیم نے دس اونٹ اور دئے لیکن حکیم نے اُن کو قبول نہ کیا خلاصہ یہ کہ حکیم بن حزام کو جب پورے سو اونٹ عطا کئے تب عرض کیا حکیم نے یارسول اللہ اب رضامند ہوا میں آپ کے عطیہ سے۔ پھر اہل ہوازن کے چند سردار حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کیا اور قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی اور یوں عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہے اس لئے ہم کو آپ سے بہت امیدیں ہیں۔ ارشاد ہوا مجکو اپنا اور اپنے خاندان کا اختیار ہے۔ تم لوگ نماز کے بعد کہنا اوسوقت سب مسلمان جمع ہوں گے میں سفارش کروں گا۔ چنانچہ بعد نماز اون لوگوں نے پھر وہی درخواست کی۔ آنحضرت نے فرمایا میں اپنا اور بنو مطلب کا حصہ تم کو بخشتا ہوں یہ سُننا تھا کہ مہاجرین و انصار نے اپنا اپنا حصہ بھی بخشدیا مکہ والوں نے اسبات کو گوارہ نہیں کیا تو حضور والا نے اُن کو نقد دے کر قیدی آزاد کرا دئے چونکہ مال غنیمت میں آنحضرت نے زیادہ اہل مکہ کو دیا تھا یعنی تازہ اسلام قبول کرنے والوں کو تاکہ اُن کی تالیف قلوب ہو۔

یہ بات انصار کو ناگوار معلوم ہوئی اور اندیشہ ہوا کہ شاید آنحضرت اپنی قوم کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہیں اس لئے مہاجرین اور اپنی قوم کو زیادہ تر بخششیں کیں ہیں۔ جب رسول اللہ کو یہ خبر پہونچی کہ انصار اسبات سے غمگیں ہیں کہ سب مال آنحضرت نے قریش کو دیدیا حالانکہ ابھی تک ہماری تلواریں اُن کے خون سے رنگین ہیں۔ پس تشریف لے گئے حضور سراپا رحم و کرم حضرت سعد بن عبادہ کے پاس اور حکم دیا کہ اپنی قوم کو جمع کرو انصار جب جمع ہوگئے آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے خطاب کیا۔ تحقیق سنا میں نے کہ تم میری بخششوں سے اندوہگیں ہوگئے ہو۔ اپنے دلوں میں اے گروہ انصار کیا تم کو یاد نہیں ہے کہ میں تمھارے پاس آیا تھا اس حالت میں کہ نہیں سوار ہوے تھے تم گھوڑے پر نہ نکلے تھے تم مدینہ سے امان دینے کے واسطے پھر آج کے دن تم افضل ہو اُن لوگوں سے جو حاضر ہیں تمھارے روبرو۔ جب آپ کی تقریر کا انصار نے کچھ جواب نہ دیا۔ فرمایا تم جواب کیوں نہیں دیتے مگر خاموش رہے انصار پھر فرمایا کیوں جواب نہیں دیتے تم مجکو۔ انصار نے عرض کیا راضی و خوش ہوے ہم اللہ اور اُس کے رسول سے۔ ارشاد کیا۔ کیوں نہیں کہتے کہ آیا تو نکالا ہوا اور جگہ دی ہم نے تجکو اور آیا ڈرایا ہوا۔ اور مدد دی ہم نے تجکو۔ آیا تو فقیر کی حالت میں اور شریک کرلیا ہم نے تجکو مال میں۔ انصار نے کہا راضی ہوے ہم اللہ اور اُس کے رسول سے پھر فرمایا اے انصار کیا اس بات سے تم راضی نہیں ہو کہ لوگ لے جاویں اونٹ اور بکریاں اور لیجاؤ تم مجھکو ساتھ اپنے گھروں کو۔ یہ تقریر پر اثر سُن کر انصار اس قدر روے کہ ان کی داڑھیاں تر ہوگئیں، اور عرض کیا یا رسول اللہ اس کثرت بخشش و عطا کرنے سے ہم کو فی الواقع یہ گمان ہوگیا تھا کہ حضور والا اپنی قوم کی طرف پلٹ جاویں گے۔ پس یہ صدمہ ہم کو لاحق ہوا تھا۔ اور گران گذرا ہم پر۔ اب جب اطمینان ہوگیا ہمارا حضور کی تسلی دہ تقریر سے کہ آپ ہمارے ساتھ مراجعت فرماویں گے طرف مدینہ کے تحقیق ہم کچھ پرواہ نہیں رکھتے کسی شے کی۔ جس طور پر چاہیں مال میں تصرف فرماویں۔ فرمایا حضرت رحمت مجسم نے کہ اگر چلے جاویں لوگ کسی وادی یا گھاٹی میں اور چلے جاؤ تم لوگ کسی دوسری وادی یا گھاٹی میں تو واللہ جاؤں گا میں تمھاری گھاٹی میں۔

پھر حضور نے فرمایا کہ میں نے اہل مکہ کو تالیف قلوب کے طور پر اس قدر مال عطا کیا تھا جب سردار

کائنات صلعم خطبہ سے فارغ ہوگئے گروہ انصار حضور کے پاس آئے اور دست مبارک کو بوسہ دینے لگے۔

# جنگ طائف

بعدہٗ تشریف لے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قلعہ طائف کی طرف جس میں ہزیمت خوردہ قبائل ثقیف پناہ گزیں تھے جو اپنی شجاعت کی وجہ سے تمام ملک عرب میں امتیاز رکھتے تھے یہاں کا قلعہ بھی بہت مضبوط تھا اور سامان رسد اُس میں کافی تھا۔ بیس روز تک محاصرہ قایم رہا۔ چند مرد دلیر قوم ثقیف قلعہ سے نکلے اور اصحاب کے ہاتھوں قتل ہوگئے۔ پھر حکم دیا حضرت سرور عالم نے اپنے لشکریوں کو کہ ہر شخص پانچ پانچ درخت انگور کاٹے۔ لشکر اسلامیہ میں ایک مرد ثقیف ابومُرادِم نامی تھا پس چلا وہ درخت کاٹنے راہ میں اسکو عیینہ بن حصین (قوم ثقیف) ملا اور دریافت کیا اُس نے کہاں چلے ابومرادم نے جواب دیا کہ حکم دیا آنحضرت نے اپنے ہر شخص کو پانچ درخت انگور کاٹنے کا (چوں کہ طائف میں باغات فواکہات بہت ہیں اور وہیں سے ہر روز میوہ جات و ترکاریاں مکہ کو جایا کرتی تھیں اور اہل طائف اُس تجارت سے خوش حال تھے) عیینہ نے جب یہ خبر سنی کہ حضرت نے باغات کے کاٹنے کا حکم دیا ہے بہت گھبرایا اور حاضر دربار نبی کریم ہوا۔ اتفاقاً آنحضرت کی پس پشت ام المومنین ام سلمہ بنت ابی امیہ بیٹھی ہوئی تھیں عیینہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ یہ کون عورت ہے۔ آپ نے فرمایا یہ اُم سلمہ ہیں عیینہ نے کہا کہ مجکو گمان ہے کہ یہ غزوات میں آئی ہے اگر آپ کی خواہش ہو تو میں جوان حسین عورتیں قوم مضر کی جو از روے حسب و شکل و شمائل برترین ہوں پیش کروں۔ اور اس عورت کا بدلہ آپ اُن عورتیں سے کرلیں۔ پس ہنسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس اوٹھ کھڑا ہوا اور چلا گیا۔ عیینہ ام سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص تھا فرمایا یہ ایک احمق تھا جو اپنی قوم کا مطیع ہے پھر محاصرہ کیا طائف کا۔ جب ذیقعدہ کا ہلال دیکھا تو مراجعت فرمائی آنحضرت نے مکہ میں اور نیت عمرہ کئے ہوئے تھے اور چند رات مکہ میں اقامت فرمائی اور خلیفہ مقرر کیا حضرت معاذ بن جبل انصاری کو مکہ میں ہدایت فرمائی کہ لوگوں کو

تعلیم کریں اور سکھلاویں قرآن اور بیان کریں احکام الٰہیہ حرام و حلال کے مسائل تعلیم کریں۔ پھر مراجعت فرمائی طرف مدینہ طیبہ کے اور حکم دیا کہ بعد اختتام حرمت والے مہینوں کے ہم پھر طائف پر چڑھائی کریں گے۔ جب اہل طائف کو یہ خبریں پہونچیں تو بہت زیادہ خائف ہوے اور ایلچیوں کو بغرض صلح آنحضرت کے حضور میں بھیجا پس اُن کے ایلچی مدینہ میں حاضر ہوے اور قوم کی طرف سے پیام سُنایا کہ ایک سال تک ہم کو لات و عزی کی پرستش کرنے دیا جاوے۔ نہ ہم سے جزیہ لیا جاوے نہ زکواۃ نہ ہم کو نماز پر مجبور کیا جاوے ان شرائط کو حضور نے نامنظور کر دیا۔ ایک مرد حارثہ بن النعمان انصاری کھڑا ہوا اور ایلچیوں سے کہا کہ جلاتے ہو ساتھ ذکر لات و عزی جلادے اللہ تعالیٰ کلیجے تمھارے تحقیق آنحضرت نہ قایم رکھیں گے بتوں کی پرستش کو سرزمین اسلام میں۔ پس ڈرو تم اللہ سے اور اسلام کو خالص کر دانواپنے واسطے۔ اون ایلچیوں نے کہا کہ ہم لات اپنے ہاتھوں سے نہ توڑینگے۔ اور جس کا دل چاہے وہ توڑ ڈالے پس اختیار دیا آنحضرت نے مغیرہ بن شعبہ بتوں کے توڑنے کا۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا یا حضرت کیا حکم فرماتے ہیں کہ اہل طائف سے محصول نہ لیا جاوے۔ فرمایا نبی اللہ نے تحقیق میں نے لکھوا دیا آخر صلح نامہ میں کہ جو نفع مسلمان کے واسطے ہے اوس سے وہ استفادہ مند ہوں اور جو مسلمان پر منع ہے وہ اُن پر منع ہے۔ شہر اُن کا امن والا ہے۔ حرام ہے مانند حرمت بیت اللہ کے شکار اُس کا۔ اور بڑا درخت خاردار اُس کا تحقیق شان یہ ہے کہ جو شخص ایسے کام کرے اُس کا لباس چھین لیا جاوے اور دُرّے مارے جاویں اُس کو۔ یہ صلح نامہ خالد بن سعید بن العاص نے لکھا تھا۔

# وفود کی آمد

فتح مکہ کے بعد عرب کے سب مشہور قبائل مثلاً دوس۔ ثقیف۔ عبد القیس۔ طے۔ ازد۔ همدان۔ بنو اسد۔ غسان۔ بنو حنیفہ۔ بنو فزارہ۔ نے اپنے وفود دربار نبوی میں بھیجکر اظہار اطاعت و عقیدت کیا یہ وفد سیاسی و ملکی مصلحتوں کے علاوہ تھے۔ ان وفود کے آنے کا

زمانہ ۸ھ و ۹ھ ہے۔ اہل وفد حاضر دربار ہو کر مشرف باسلام ہوتے اور واپس جاکر اپنی قوم کو مشرف باسلام کرتے۔ بعض بعض وفود کے ہمراہ آنحضرت سرور عالم صلعم نے صحابہ فقہا کو تعلیم اسلام کی غرض سے روانہ کیا تھا۔ وفود کے آنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ تھوڑی مدت میں تمام ملک عرب اسلام سے منور ہوگیا۔

## غزوہ تبوک

تبوک ایک قصبہ شام اور وادی القریٰ کے درمیان ہے۔ سرحد شام کے غسانی عیسائی اُس پر حکمران تھے اور ہرقل شاہ روم کے ماتحت تھے غزوہ موتہ کے بعد سے وہ مدینہ پر حملہ کی تیاری کر رہے تھے۔ رومیوں نے بہت کثرت سے فوجیں جمع کی تھیں عیسائیوں کے بہت سے قبیلے اُن کے شریک تھے۔ ہرقل نے علاوہ اسلحہ کے ایک سال کی رسد دی تھی۔ اہل مدینہ ان خبروں کو سن کر خائف ہو رہے تھے حضرت سرور کائنات علیہ الثناء والتحیاۃ نے فراہمی فوج کا حکم جاری فرمایا۔ ستر ہزار مجاہدین ممالک محروسہ اسلامیہ کے جمع ہو گئے چونکہ مدینہ میں قحط سالی تھی اُس کے طیاری سامان میں مشکلات پیش آئیں لیکن جان نثاروں نے بہت جلد سامان مہیا کرلیا۔ معتمد روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان غنی نے نصف لشکر یعنی پینتیس ہزار فوج کو سواری کے جانور رسد و ہتھیار مہیا فرمائے حضرت عمر فاروق نے نصف مال پیش کیا حضرت صدیق اکبر نے اپنا کل مال حضور سلطان عالم کے سامنے لاکر رکھدیا جب آنحضرت نے دریافت کیا کہ اے ابوبکر تم نے اپنے اہل وعیال کے واسطے کس قدر مال چھوڑا۔ عرض کیا اللہ اور اُس کے رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ یہ جواب سن کر حضرت فاروق نے اپنے دل میں کہا کہ میں حضرت صدیق پر کبھی سبقت نہیں لیجا سکتا۔ الغرض رجب ۹ھ ہجری میں حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم لشکر ظفر پیکر کے ہمراہ روانہ تبوک ہوئے۔ بیس یوم تبوک میں قیام فرمایا۔ (واقدی لکھتے ہیں) کہ ہرقل نے فوج نبوی کا ایک قلعہ سے معاینہ کیا تو جہاں تک نگاہ جاتی تھی لشکر اسلام سے جنگل بھرا نظر آتا ہرقل نے اپنے جاسوسوں سے کہا کہ تم نے تو یہ خبریں دی تھیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقیرانہ حالت رکھتے ہیں معدودے چند غربا و فقرا ان کے معاون ہیں۔ اب دیکھو یہ ستر ہزار کا لشکر جرار کہاں سے آگیا۔ چنانچہ

وہ اپنی قوم پر ناراض ہوا۔ اور اُسی روز روم چلا گیا۔ حضرت صدیق اس جنگ میں علم بردار لشکر تھے۔ کفار پر ایسا رعب طاری ہوا کہ غسانی و شامی فوجیں مقابلہ کو نہ نکلیں اور ایلہ کے حاکم یوحنا نے حاضر خدمت سرکار دو عالم ہو کر جزیہ دینا قبول کر لیا۔ اذدح کے عیسائیوں نے بھی جزیہ دینا قبول کر لیا۔

دومۃ الجندل کا حاکم شاہ اکیدر قلعہ بند ہو گیا۔ قلعہ نہایت مستحکم تھا۔ ایک شب کو چاند کامل نکلا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء اور جاں نثاروں میں سیر ماہتاب فرما رہے تھے حضرت خالد سیف اللہ کو حکم دیا کہ اے خالد کچھ کام خدا کا کرلو۔ تاکہ اتنا دور دراز سفر بے کار ثابت نہ ہو۔ خالد نے عرض کیا کہ حکم فرمایا جاوے غلام اُس کی بجان و دل تعمیل کرے گا۔ ارشاد ہوا کہ تم مسلح ہو کر تنہا مخفی طور پر قلعہ کے قریب جا بیٹھو۔ بادشاہ اکیدر نصف شب خود سفیل قلعہ پر پہرہ دیگا۔ اُسی وقت جانوران شکاری ہرن نیل گاے وغیرہ جوق جوق جنگل سے نکل کر دیوار قلعہ سے نکل کر اپنی کمر کھجاویں گے اکیدر چونکہ بیحد شکار کا شوقین ہے اون جانوروں کو دیکھ کر چور دروازہ سے نکل کر شکار میں مصروف ہوگا تم فوراً اس کی مشکیں باندھ لینا اور یہاں لے آنا۔ اُس کی باتوں سے فریب نہ کھانا۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ نہایت خوشی خوشی قلعہ کی طرف روانہ ہوے اور چھپتے چھپاتے دیوار قلعہ کے نزدیک پہونچکر چھپ کر مستعد بیٹھ گئے۔ حسب فرمان عالی جب نصف شب گذری جانوران شکاری ہر قسم کے جنگل کی طرف سے آکر دیوار قلعہ سے متصل ہو گئے۔ اکیدر والی قلعہ بخوف عربوں کے خود سپاہیانہ وضع میں متصل قلعہ پہرہ دے رہا تھا جب اُس نے جانوران شکاری کو دیوار قلعہ سے کمر رگڑتے دیکھا فوراً نیچے اوترا اور قلعہ کا چور دروازہ کھول کر باہر نکلا اتفاق سے حضرت خالد سیف اللہ اُس کے قریب چھپے ہوے تھے جست کر کے اکیدر کے پیچھے سے حملہ آور ہوئے اور اُس کو گرفتار کر کے کمند سے ہاتھ پاؤں جکڑ لئے اکیدر نے کہا ہم سنا کرتے تھے کہ عرب نہایت عاقل ہیں مگر ہم نے تو اُس کے خلاف دیکھا اے شخص عربی تو شاہ اکیدر کے دھوکہ میں مجھ معمولی سپاہی کو گرفتار کرتا ہے اگر تجکو بادشاہ کو گرفتار کرنا ہے تو میرے ساتھ قلعہ میں چل وہ اپنے محل میں سو رہا ہے۔ حضرت خالد نے کہا اے اکیدر تو جھوٹ بولکر رہا ہونا چاہتا ہے قسم خدا کی اگر کل اہل قلعہ بحلف یہ بیان کریں کہ تو اکیدر نہیں ہے میں کبھی یقین

نکرونگا اس لئے کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہرگز جھونٹ نہیں ہوسکتا اُس کے بعد آپ نے اکیدر کو کمر پر لادھکر لشکر عرب کا رُخ کیا اور آنحضرت کے روبرو جا کرکھڑا کیا۔ اکیدر نے حضور پرنور کا جمال وجلال دیکھکر ہیبت سے عرض کیا حضرت مجکو کھلوا دیا جاوے حضور کے اشارہ سے اکیدر کی بندش علیحدہ کردی گئی کیدر انے فوراً قدمبوسی کی اور کلمہ شہادت پڑھکر اسلام قبول کرلیا۔ اور عرض کیا کہ میں اپنی قوم کوبھی ترغیب اسلام دونگا۔ اب مجکو امان دی جاوے چنانچہ حضور والا نے اُسکو امن عطا کی۔ اُسکے دوسرے روز اہل قلعہ کی جماعت کثیر نے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ بعدہٗ حضرت نے مع لشکر مراجعت مدینہ فرمائی۔

حضرت معاذ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چشمہ (خواہ تالاب تبوک) پر اولاً وارد ہوے اُس میں کچھ کچھ پانی چمکتا تھا پس صحابہ نے چلوؤں کے ذریعہ کچھ پانی جمع کیا حضرت صلعم نے اُس میں اپنا ہاتھ اور مونھ دھویا اور پھر اُس کو تالاب میں ڈلوادیا۔ فوراً وہ تالاب بھرگیا۔ لوگوں نے اپنی ضرورتیں رفع کیں۔ (لمالك مطولا) اور ستر ہزار فوج تقریباً ایک ماہ تک اُس کا پانی استعمال میں لاتی رہی۔ ایک حاجی لکھتے ہیں کہ اس تالاب کی میں نے زیارت کی۔ چوراسی ہاتھ کے دور میں ہے۔ اور تاحال اُس میں پانی کی کثرت بہ برکت حضور باقی ہے۔

## ۹ سنہ ہجری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا چونکہ حضور کو معلوم ہوگیا تھا کہ کفار عرب زمانہ قدیم کے رسومات کے مطابق برہنہ طواف کرتے ہیں۔ لہذا حضور نے ارادہ ملتوی کرکے اور ان رسومات جاہلیت کی انسداد کی غرض سے حضرت ابوبکر صدیق کو امیر الحاج مقرر فرمایا۔

(ابن اثیر) معه عشرون بدنة لرسول الله صلى الله عليه وسلم ولنفسه خمس بدنات وكان فى ثلثمائة رجل فلما كان

حضرت ابوبکر کے ساتھ بیس ۲۰ اونٹ حضرت کی طرف سے اور پانچ اپنی طرف قربانی کے واسطے تھے۔ اور تین سو ۳۰۰ آدمی ہمراہ تھے۔

بذی الحلیفة ارسل رسول اللہ فی اثرہ علیا وامرہ بقرأة سورة البراءة علی المشرکین فعاد ابوبکر وقال یارسول اللہ انزل فی شیٔ قال لا ولکن لا یبلغ عنی الا انا او رجل منی الا ترضی یا ابابکر انک کنت معی فی الغار وصاحبی علی الحوض قال بلیٰ۔ فسار ابوبکر امیرا علی الموسم فاقام الناس الحج وحجت العرب الکفار علی عادتھم فی الجاھلیة (ابن اثیر)

مقام ذوالحلیفہ تک پہونچے تھے کہ آنحضرت نے علی مرتضی کو حکم دیکر اُن کے پیچھے روانہ کیا کہ خانہ کعبہ میں جاکر سورہ براۃ کی چند آیتیں مشرکین کو سنادیں یہ حال دیکھ کر حضرت ابوبکر آنحضرت کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کیا یا حضرت میرے متعلق کوئی نیا حکم صادر ہوا ہے حضرت نے فرمایا نہیں مگر بات یہ ہو کہ احکام پہونچانے کا میرا ذمہ ہے اگر میں نہ ہوں تو کوئی شخص میرا قریب ہو اُسکو ادا کرے کیا تم اس فضیلت پر رضامند نہیں ہو کہ تم غار میں میرے رفیق تھے اور حوض کوثر پر میرے ہمراہ ہو گئے حضرت صدیق نے کہا سچ ہے۔

پھر ابوبکر بدستور امیر الحج ہوکر روانہ ہوگئے لوگوں کو حج کرایا اس قصہ سے اہل تشیع کا قیاس ہے کہ علی مرتضیٰ کی روانگی سے ابوبکر کی معزولی مقصود تھی لیکن واقعات بتلا رہے ہیں کہ اس موقع پر دو کام تھے۔

(۱) امامت حج جس کا انصرام ابوبکر صدیق کے متعلق تھا۔

(۲) تبلیغ احکام الٰہی مندرجہ سورہ براۃ جو علی مرتضیٰ کو تفویض کیا گیا تھا۔ پس دونوں صاحبوں نے اپنی اپنی خدمات رسول خدا کے حکم کے موافق انجام دیں۔

(بحوالہ ابن خلدون جلد دوم) حضرت علی نقیب اسلام کی خدمت پر مامور تھے آپنے سورہ توبہ کی چالیس آیتیں پڑہیں اور اعلان فرمایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حرم کعبہ میں داخل نہ ہوسکے گا نہ کوئی برہنہ ہوکر طواف کرنے پاویگا۔ آج سے چار ماہ کے بعد مشرکین سے تمام معاہدے کالعدم ہوجاویں گے۔

# حجۃ الوداع سنہ ہجری

سنہ ہجری میں سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا قصد ظاہر فرمایا عام طور پر منادی کرادی گئی تاکہ تمام قبائل حضور کے قدموں میں شرف حج حاصل کریں سلطان المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی جماعت کثیر کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر اس سفر میں ہمرکاب تھے۔ دونوں صاحبوں کا سامان سواری و باربرداری مشترک تھا۔ راستہ میں دیگر قبائل کے حاجی شریک ہوتے گئے۔ ذوالحلیفہ سے حضور والا نے احرام باندھا اور تمام اقوام عرب کے ہمراہ مکہ میں داخل ہوئے مقام عرفات میں ڈیڑھ لاکھ کے قریب مسلمانوں کے مجمع میں خطبہ پڑھا اور فرمایا اس کے بعد میں اور تم پھر کبھی یہاں جمع نہ ہوں گے آج میں جاہلیت کی سب رسموں کو پامال کرتا ہوں جاہلیت کے خون اور سود آج مٹاتا ہوں تم لوگ عورتوں کے حقوق کا پاس کرو اور اس امر میں خدا سے ڈرتے رہو۔ تمھارے پاس قرآن چھوڑتا ہوں اُس پر قایم رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا لوگو پنجوقتہ نمازیں پڑھو، روزے رکھو، زکواۃ دو۔ حج کرو اور اپنے احکام کی اطاعت کرو تو تمکو جنت ملے گی۔ پھر فرمایا کہ تم سے میرے متعلق سوال ہوگا تو تم کیا جواب دوگے لوگوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے خدا کے احکامات قرار واقعی طور پر بندوں کو پہونچا دئے رسالت و نبوت کا حق ادا کیا۔ آپ نے آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھا کر فرمایا خدایا تو اس کا گواہ رہنا۔ پھر فرمایا کہ حاضرین یہ سب احکام ان لوگوں کو پہونچا دیں جو اس جلسہ میں موجود نہیں ہیں خواہ اس زمانہ میں ہونگے۔

# بادشاہوں کو دعوت اسلام

صلح حدیبیہ کے بعد عرب کا سیاسی مطلع صاف ہو گیا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان مختلف کے نام خطوط ارسال فرمائے اور اُنکو دعوت اسلام دی ان خطوط پر لگانے کے واسطے چاندی کی ایک مہر طیار کی گئی تھی جس پر اسم گرامی محمد رسول اللہ کندہ تھا۔ یہ مہر حضور پر نور صلی اللہ

علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاے راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کے پاس رہی اور بالآخر حضرت عثمان غنی کے ہاتھ سے نکل کر ایک کنوئیں میں گر گئی اور باوجود کوشش دستیاب نہو سکی بعض بادشاہوں نے نامہ مبارک کی توہین کی تو غیب سے اُن کو سزائیں ملیں اور بعض نے سفرا کو عزت کے ساتھ رخصت کیا مگر ایمان نہ لائے اور بعض بادشاہ مشرف باسلام ہوئے۔ یہ سفارتین سنہ ۶ سے سنہ ۸ ہجری تک بھیجی گئی تھیں۔

(۱) حضرت وحیہ کلبی آنحضرت کا نامہ مبارک ہرقل قیصر روم کے پاس لے گئے تھے۔ وہ ان ایام میں بیت المقدس میں تھا ہرقل نے کہا کہ عرب کا کوئی شخص یہاں ہو تو بلا لاؤ۔ ابوسفیان بن حرب تجارتی قافلے کر وہاں گئے ہوے تھے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ابوسفیان نے مجھسے رو در رو (بلا واسطہ) اس کے واقعات یوں بیان کئے تھے کہ اُس زمانہ میں مجھ سے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کا معاہدہ تھا۔ میں سفر شام کو گیا اور بیت المقدس میں تھا کہ وحیہ کلبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط شہر بصرے کے گورنر کو دیا اُس نے وہ نامہ ہرقل قیصر روم کے پاس بیت المقدس پہونچا دیا ہرقل نے اپنے مصاحبوں سے دریافت کیا کہ اس شخص کا کوئی ہم قوم جو اپنے آپ کو نبی بتلاتا ہے اس شہر میں آجکل موجود ہے اونہوں نے کہا جی ہاں موجود ہیں۔ چنانچہ ہرقل نے مع چند قریش میری طلبی کرلی، جب ہم ہرقل کے دربار میں پہونچے تو ہم کو اپنے سامنے بٹھلا لیا۔ اور سوال کیا کہ اس شخص سے جو نبوت کا دعوی کرتا ہے تم میں زیادہ قریب رشتہ دار کون ہے۔ ابوسفیان نے کہا میری قریب رشتہ داری ہے۔ پس مجکو خاص اپنے سامنے بٹھایا اور میرے ساتھیوں کو میرے پس پشت بٹھایا۔ پھر ترجمان کو بولا کر کہا کہ ان سب سے کہدو کہ میں اس (ابوسفیان) سے اُس شخص کے متعلق جو اپنے کو نبی سمجھتا ہے کچھ دریافت کرونگا۔ پس اگر وہ مجھ سے جھونٹ بولے تو تم اس کا جھونٹ کھولدینا۔ اور قسم ہے اللہ کی اگر یہ اندیشہ مجکو نہوتا کہ لوگوں میں میرے جھوٹے ہونے کی شہرت ہوجاوے گی۔ تو حضرت رسول اللہ کے ساتھ جو عداوت مجکو تھی میں ضرور جھونٹ بولتا۔ اُس وقت میں سچ بولنے پر مجبور تھا

اُس کے بعد ہرقل نے ترجمان سے کہا کہ اس شخص سے دریافت کرو کہ مدعی نبوت بلحاظ نسب کیسا ہے
میں نے جواب دیا کہ ہم میں بڑے عالی نسب ہیں۔
**سوال**۔ ان کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے۔ **جواب** نہیں ہوا ہے۔
**سوال**۔ اس دعوے سے پہلے جو وہ کر رہے ہیں کیا تم اُن کو دروغ گوئی کا الزام دیتے تھے۔
**جواب**۔ نہیں۔
**سوال**۔ کیا اُن کا اتباع شرفا کرتے ہیں یا ضعفا۔ **جواب**۔ ضعفا
**سوال**۔ کیا روز بروز اون میں زیادتی ہوتی ہے یا کمی **جواب**۔ بلکہ اُن میں افزونی ہو رہی ہے۔
**سوال** کیا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی اُن کے دین سے ناراض ہو کر پھر بھی جاتا ہے۔
**جواب**۔ نہیں۔
**سوال**۔ کیا تم نے اُس سے جنگ کی ہے۔ **جواب**۔ ہاں کی تھی۔
**سوال**۔ پھر باہمی جنگ کی کیا کیفیت رہی۔ **جواب**۔ جنگ کی حالت ہمارے اور اُس کے درمیان بسر نرڈول کی سی رہی کہ کبھی وہ ہم سے کچھ لے گیا اور کبھی ہم اُن سے کچھ لے لیتے تھے۔
**سوال**۔ کبھی وہ کچھ بدعہدی کرتے ہیں۔ (**جواب**) نہیں کرتے مگر
اس مدت میں کہ ہم اُن سے دور ہیں کچھ پتہ نہیں کہ کیا کریں گے۔ ابوسفیان نے کہا واللہ کسی بات میں بھی مجھے موقع نہ ملا کہ کچھ اپنی طرف سے اضافہ کروں۔ بجز اس فقرہ کے کہ زمانہ عدم موجودگی میں بدعہدی کا احتمال پیدا کر دیا۔ ہرقل نے سوال کیا کہ ان سے پہلے کوئی شخص یہ دعویٰ کر چکا ہے۔
میں نے کہا نہیں۔ اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ وہ نسب کیسا ہے اور تم نے جواب دیا کہ عالی نسب ہیں اور یہی ہوتا ہے انبیا میں کہ اپنی قوم کے شریف خاندان میں مبعوث ہوا کرتے ہیں۔ اور میں نے تم سے سوال کیا کہ اُن کے بڑوں میں کیا کوئی بادشاہ ہوا ہے اور جواب دیا کہ نہیں۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ اگر بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا تو میں کہتا (کہ اس بہانہ) سے بڑوں کی سلطنت طلب کرتے ہیں اور میں نے ان کے تابعین کی بابت

سوال کیا کہ کمزور لوگ ہیں یا وہ جو بڑے کہلاتے ہیں۔ اور تم نے جواب دیا کمزور لوگ ہمیشہ ایسے ہی لوگ رسولوں کا اتباع کرنے والے ہوتے رہے ہیں۔ اور میں نے سوال کیا کہ اس وعدے سے قبل کیا تم اُن پر دروغ گوئی کا الزام لگاتے تھے۔ تم نے کہا نہیں۔ پس میں نے جان لیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ لوگوں پر جھوٹ بولنا چھوڑ کر اللہ پر جھوٹ بولنے لگے اور میں نے سوال کیا کہ اُس کے دین میں داخل ہونے کے بعد کیا کوئی ناراض ہو کر اُس سے لوٹتا ہے۔ اور تم نے کہا کہ نہیں۔ پس ایمان کی یہی خاصیت ہے اس کی بشاشت قلوب میں گھل مل جاتی ہے۔ اور میں نے دریافت کیا کہ وہ بڑھتے رہتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں؟ اور تم نے کہا کہ بڑھتے ہیں۔ پس ایمان کا یہی رنگ رہتا ہے حتیٰ کہ کامل ہو جاوے۔ اور یہ جو میں نے سوال کیا کہ کیا تم نے اُس کے ساتھ جنگ کی۔ اور تم نے کہا کہ ہاں اور اُس جنگ کا انجام تمھارے اور اُن کے درمیان بھرے ہوئے ڈول کا سا رہا کہ کبھی وہ تم کو داب لیتے اور کبھی تم اُس کو نقصان پہونچا دیتے پس پیغمبروں کا اسی طرح امتحان رہا کرتا ہے مگر آخر انجام اونھیں کا بہتر ہوتا ہے۔ اور میں نے سوال کیا کہ وہ بدعہدی کرتے ہیں؟ تم نے کہا نہیں؟

سو پیغمبروں کی شان یہی ہے۔ کہ وہ بدعہدی نہیں کیا کرتے اور میں نے دریافت کیا کہ ان سے پہلے یہ دعوی کسی نے کیا ہے۔ تم نے کہا نہیں۔ پس میں قائل ہو گیا کہ اگر ان سے پہلے یہ دعوی کسی نے کیا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص ایسے قول کی تقلید کر رہا ہے جو پہلے کیا جا چکا ہے۔ پھر ہرقل نے کہا اچھا وہ تم کو کیا حکم دیتا ہے ہم نے جواب کیا کہ وہ حکم دیتے ہیں نماز پڑھنے کا زکوۃ دینے کا۔ رشتہ داروں سے سلوک کرنیکا۔ پاکدامنی کا۔ کہا جو تم کہہ رہے ہو۔ اگر یہ سچ ہے تو وہ بے شبہ نبی ہیں اور میں خوب جانتا تھا کہ اُن کا ظہور ہوگا۔ مگر میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے اور اگر میں سمجھوں کہ اُن تک پہونچ سکوں گا تو سچ یہ ہے کہ مجھے اُن کی زیارت کا شوق ہے اور اگر میں اُن کے پاس ہوتا تو اُن کے پاؤں دہو کر پیتا۔ یقیناً اُن کی حکومت میرے زیر قدم ملک تک پہونچے گی۔

اس کے بعد حضرت رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگوا کر پڑھا۔ چنانچہ اُس میں لکھا ہوا تھا۔

| بسم اللہ الرحمن الرحیم | بسم اللہ الرحمن الرحیم بجانب ہرقل شاہ روم۔ |
|---|---|
| من محمد رسول اللہ الی هرقل عظیم الروم۔ | سلام اُس پر جو اتباع کرے ہدایت کا۔ اس کے بعد |
| سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی | واضح ہو کہ میں تم کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں |
| ادعوک بدعایة الاسلام اسلم تسلم | اسلام لے آؤ سلامتی پاؤگے اور مسلمان بن جاؤ کہ |
| یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فانما | اللہ تم کو دوہرا اجر دیگا۔ اور اگر تم نے روگردانی (انحراف) |
| علیک اثم الاریسین و یا اھل الکتاب | کیا تو تمھاری رعایا کا گناہ تم پر ہی ہوگا۔ اور اُس کے |
| تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم ان لا | بعد یہ آیت درج تھی) اے اہل کتاب آؤ ایسے کلمہ کی |
| نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ | طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہے ہم نہ |
| بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ۔ فان | عبادت کریں مگر اللہ کی اور نہ شریک کریں اُسکے ساتھ |
| تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔ | کسی چیز کو اور نہ بنائیں ہم میں کوئی ایک دوسرے کو |
| محمد رسول اللہ | رب سوا اللہ کے پس اگر وہ روگردانی کریں تو اے |
| (بہ ثبت مہر نبوت) | مسلمانو تم کہدو کہ صاحبو گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں"۔ |

(ابوسفیان) جب ہرقل شاہ روم نامہ پڑھکر فارغ ہوا تو چاروں طرف سے ناراضی کی صدائیں بلند ہوئیں شور و شغب مچگیا اور ہم لوگ حکماً باہر نکال دئے گئے۔ تب میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا دیکھو ابوکبشہ[۵۱] کے بیٹے **محمد** کا اثر اتنا بڑھ گیا کہ ان گوروں کا بادشاہ بھی اُس سے ڈرتا ہے۔ پس اُس وقت سے مجھے ہمیشہ رسول اللہ کے معاملہ کے متعلق یقین رہا کہ اُن کو عنقریب عطیہ ہوگا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو اسلام میں داخل کیا۔

زہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں پھر ہرقل نے سرداران روم کو دعوت دے کر اپنے ایک مکان میں جمع کیا۔ اور کہا اے رومی جماعت کیا تم کو ہمیشہ ہمیشہ کی فلاح اور ہدایت کی رغبت ہے،

۵۱ ابوکبشہ قبیلہ خزاعہ کا کوئی شخص تھا جس نے قومی بت پرستی چھوڑ دی تھی۔ خواہ حضرت کے ننہال میں کوئی شخص تھا کہ رشتہ کے لحاظ سے آپ کو اُس طرف منسوب کیا تھا۔

اور اس کی رغبت ہے کہ تمھارا ملک تمھارے لئے محفوظ رہے۔ اور یہ اسلام لانے کی صورت میں ہو سکتا ہے) یہ بات سنتے ہی وہ وحشی گدہوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے مگر اُن کو بند پایا کیونکہ وہ پیشتر سے مقفل کردئے گئے تھے۔ پھر ہرقل نے اُن کو بلایا اور کہا کہ میں تو تمھاری اپنے دین پر مضبوطی کا امتحان کرتا تھا نہ یہ کہ مسلمانوں سے ڈر گیا اور اسلام کا شوق دلاتا ہوں پس جس پختگی کا خواہش مند تھا وہ تم میں دیکھ لی۔ پس سب نے ہرقل کو سجدہ کیا۔ اور خوش ہوگئے۔ راوی کا بیان ہے کہ ابن ناطورا ایلیا کا حاکم تھا۔ اور ملک شام کے کل نصاریٰ کا سردار (لبشپ) تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ہرقل جب ایلیا میں آیا تو ایک دن صبح کو بہت پریشان اوٹھا۔ اُس کے بعض خواص نے کہ کیا سبب ہے آج ہم آپ کی حالت دگرگوں دیکھتے ہیں ابن ناطورا کا بیان ہے کہ ہرقل کاہن تھا اور نجوم میں مہارت رکھتا تھا۔ پس خواص کے استفسار کرنے پر اُس نے کہا کہ میں نے رات نجوم میں نظر کی تو دیکھا کہ ختنہ کرنے والی قوم کا بادشاہ غالب آگیا۔ دیکھو اس زمانہ کے لوگوں میں ختنہ کون کرتا ہے لوگوں نے کہا کہ یہود کے سوا کوئی ختنہ نہیں کرتا ہے پس آپ ان کی فکر نہ کریں اُن میں غلبہ کی طاقت نہیں۔ دوسری تدبیر آسان ہے۔ کہ اپنے ملک کے تمام شہروں میں لکھ بھیجئے کہ یہودیوں کو قتل کردیں۔ الغرض وہ اسی تدبیر میں تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا جسے شاہ غسان نے بھیجا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی اطلاع دیتا تھا۔ جب ہرقل نے اُس سے یہ اطلاع پائی تو مصاحبین سے کہا کہ جاؤ دیکھو یہ شخص ختنہ کیا ہوا ہے یا نہیں۔ چنانچہ اُس کو دیکھا گیا اور واپس آکر ہرقل کو اطلاع دی کہ بے شک وہ ختنہ کیا ہوا ہے۔ اور اُس سے عرب کا حال بھی دریافت کیا اُس نے کہا ہاں وہ ختنہ کراتے ہیں تب ہرقل نے کہا لو صاحب جو اس زمانہ کا بادشاہ ظاہر گیا۔ پھر ہرقل نے اپنے دوست کو جو رومیہ میں تھا اور علم میں اُس کا ہم پلہ تھا یہ واقعات لکھے اور خود حمص کی طرف چلا گیا حمص سے باہر نہیں نکلا تھا کہ اُس کے دوست کا خط اُس کو ملا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے اور اس بارہ میں کہ وہ نبی ہیں ہرقل کی رائے سے اتفاق کرتا تھا۔ پس ہرقل نے حمص کے محل میں ہی سرداران روم کو طلب کیا اور دروازہ بند کئے جانے کا حکم دیدیا۔ اُس کے بعد کہا اے رومی باشندو کیا تم کو بہی

بہبودی اور فلاح کا خیال ہے کہ تمہارا ملک محفوظ رہے۔ اگر ہے تو اُس نبی عربی سے بیعت کرلو۔
پس وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح سے بھاگ نکلے۔ اور آخر میں ہے کہ ہرقل کے معاملہ کا انجام کار یہی تھا
گرچہ ہرقل کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین تھا۔ مگر تاج و تخت کے لالچ نے اُس کو ایمان
سے محروم رکھا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن حذافہ آنحضرت کا نامۂ گرامی خسرو پرویز شاہ ایران
کے پاس لے گئے۔ ایران میں دستور تھا کہ خطوط میں بادشاہ کا نام پہلے لکھا جاتا تھا۔ اس لئے خسرو اپنے
نام سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی دیکھ کر غضب ناک ہوگیا۔ اور نامہ مبارک کو چاک
کردیا۔ باذان گورنر یمن کو لکھا کہ وہ حضور کو گرفتار کر کے دربار کسریٰ میں بھیجدیوے باذان نے
اس مقصد کے واسطے دو شخصوں کو مدینہ بھیجا۔ حضور کو جب معلوم ہوا کہ خسرو نے نامہ چاک کر دیا فرمایا
مزق کتابی مزق اللہ ملکہ اُس نے میرا نامہ چاک کر دیا اللہ تعالیٰ نے اُس کا ملک چاک کر دیا
پھر ان یمنی لوگوں سے فرمایا کہ تمہارا بادشاہ خسرو پرویز قتل کر دیا گیا۔ جاؤ اور معلوم کرو جب وہ یمن پہونچے
تو باذان کے پاس خبر آئی کہ خسرو کو اُسکے بیٹے شیرویہ نے ہلاک کر دیا اور خود تخت نشین ہوگیا۔
باذان کو ان لوگوں نے آنحضرت کے اخلاق حمیدہ کی تفصیل سنائی تو باذان مسلمان ہوگئے اور ان کے
اثر سے اور لوگ یمنی بھی اسلام سے مشرف ہوگئے۔

(۳) نجاشی اصحمہ بادشاہ حبش کے پاس حضرت عمرو بن امیہ خط لے کر
گئے۔ نجاشی نے حضور کے نامہ کی بہت تعظیم کی حضرت جعفر اوس وقت تک حبشہ میں مقیم
تھے۔ نجاشی نے اُن کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی۔ اور جواب میں اپنے مسلمان ہونے کی اطلاع دی۔

(۴) مقوقس شاہ اسکندریہ (مصر) کے نام نامہ لے کر حضرت حاطب بن بلتعہ
گئے تھے مقوقس نے نامہ مبارک پڑھ کر ہاتھی دانت کے ڈبے میں بند کر کے خزانہ میں رکھوا دیا
اور حضرت حاطب سے کہا کہ آپ کے نبی میں نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ حاطب کو محل شاہی میں مہمان
رکھا اور چند روز بعد بہت سے تحفہ تحائف دیکر واپس کیا حضرت حاطب کی تعلیم سے ماریہ و سیرین بہنیں

شریف خاندان ایمان لائی نہیں ان دونوں کو بھی آنحضرت کی نذر کے واسطے حاطب کے ہمراہ کیا۔ چنانچہ ام المومنین ماریہ حرم نبوی میں داخل ہوئیں اور سیرین کو آنحضرت نے حضرت حسان شاعر النبی کو تفویض کر دیا جواب نامہ میں لکھا کہ اس مسئلہ پر غور کر رہا ہوں۔

(۵) حضرت علاء بن خضرمی نامہ منذر بن ساوی شاہ بحرین کے پاس لے گئے تھے منذر نے اسلام قبول کرلیا اور بہت لوگوں نے اُن کے اثر سے اسلام قبول کرلیا تھا۔

(۶) حضرت عمرو بن عاص نامہ مبارک لے کر عمان کے بادشاہ جیفر کے پاس گئے جیفر کا ایک برادر عبد نامی تھا ان دونوں برادران نے حضرت عمرو کو کئی تک مہمان رکھا اور بالآخر اسلام لے آئے عمان کی کثیر جماعت نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا۔

(۷) یمامہ کا حکمراں ھوذہ بن علی عیسائی تھا حضرت سلیط بن عمرو اُس کے پاس نامہ لے گئے وہ ایمان نہ لایا اور ہلاک ہوا۔

(۸) منذر بن حارث گورنر شام تھا حضرت شجاع بن وہب اُس کے پاس نامہ لے گئے۔ اولاً تو وہ گستاخانہ پیش آیا بعدہٗ عزت کے ساتھ رخصت کیا اور اسلام قبول نہ کیا۔

(۹) جبلہ بن ایہم قبیلہ غسان کا عیسائی بادشاہ تھا اسلام لے آیا تھا۔

(۱۰) ذوالکلاع قبیلہ کا بادشاہ بڑا سرکش اور بے دین تھا یہ بھی دولت اسلام سے مشرف ہو گیا تھا۔

(۱۱) نجد کا حاکم ثمامہ بھی مسلمان ہو گیا۔

(۱۲) حضرت حارث نامہ مبارک لے کر شرحبیل بن عمرو کے پاس گئے یہ حدود شام کا رئیس تھا۔ اُس نے حضرت حارث کو شہید کر دیا اس کے نتیجہ میں جنگ موتہ واقع ہوئی ۸ھ میں۔ خلاصہ جس کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار فوج زید بن حارثہ کی سرکردگی میں قصاص حارث بن عمرو کے واسطے بھیجی شرحبیل نے ایک لاکھ فوج جمع کرلی تھی آنحضرت نے ھدایت فرمائی تھی کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جاویں تو جعفر بن ابیطالب علم

لے لیں ا: راگر وہ بھی شہادت پاویں تو عبد اللہ بن رواحہ سردار بنیں چنانچہ حضرت زید کی شہادت کے بعد حضرت جعفر علم بردار ہوے حضرت جعفر نے بھی شہادت پائی تو عبد اللہ بن رواحہ سپہ سالار بن گئے با آخر شہید ہوگئے اور حضرت خالد بن ولید نے علم برداری کی اور نہایت بہادری سے لڑے کہ آٹھ تلواریں آپ کے ہاتھ میں ٹوٹ گئیں چونکہ مقابلہ برابر کا نہ تھا اس لئے کمال خوبی سے فوج کو لڑاتے ہوئے نکال لائے اس جنگ میں بارہ صحابی شہید ہوئے تھے۔

## یومیہ دستور العمل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سید المرسلین رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو وعظ و نصائح فرماتے۔ وحی الٰہی کی حفظ و نگہداشت اس طرح فرمانی شروع کی کہ ایک جماعت کو قرات قرآن مجید کی تعلیم دینی شروع کی اور دار العلوم قایم فرما دیا۔ دوسری جماعت کو تفسیر قرآن مجید تعلیم فرمائی۔ تیسری جماعت کو حفظ احادیث کی۔ اور چوتھی جماعت کو قضا و افتاء (فقہ) کی یہاں تک کہ خلفاً بعد خلفٍ نسلاً بعد نسلٍ اسی طریقہ پر تعلیم ہوتی چلی آئی۔

ہر اہل علم جانتا ہے کہ یہ چشمہ ہائے علوم منبع قلب اطہر سے جاری ہوے تھے۔ اور پھر اُن کی نہریں اور شاخیں اطراف و جوانب عالم میں پھیلیں اور تمام مسلمانان عالم ان سے فیضیاب و سرسبز و بار آور ہوتے رہے اور آیندہ مستفید ہوتے رہیں گے۔ اس تعلیم و تدریس حفظ و نگہداشت کے ضمن میں وہ شریعت حقہ ظہور پذیر ہوئی جو ملاء اعلیٰ میں پیشتر ہی سے ممثل ہو چکی تھی۔ یہ قیاسی و ضمنی باتیں نہیں بلکہ بجنسہ مشاہدات و تجربات پر مبنی ہیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم علاوہ وعظ و نصایح۔ تربیت امت کے بہ نفس نفیس امامت جمعہ و عیدین فرماتے جو بڑے ارکان اسلام کے ہیں ہر محلہ میں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم امام مقرر فرماتے تھے۔ خود ہی حکام (عمال) محصل زکوۃ و جزیہ تعینات فرماتے اُن کا عزل و نصب و تبادلہ حسب پسند و مرضی فرماتے رہتے۔ خود ہی شہادت رویت ہلال رمضان و عیدین مسموع

فرماتے روزہ رکھتے اور افطار کا حکم دیتے اپنی ہی امامت سے لوگوں کو حج کراتے۔

سنہ ۹ ہجری میں جب حج کے واسطے تشریف نہ لیجا سکے تو حضرت ابوبکر صدیق کو امیر الحاج بنا کر مکہ روانہ فرمایا تھا۔ اسی طرح احکام جہاد بہ نفس نفیس جاری فرماتے جیوش وسرایا مرتب فرماتے شریعت نبویہ اس درجہ اعلیٰ ومستحکم تدوین فرمائی جو دفع مفاسد واصلاح عالم کے واسطے نہایت زبردست قانون ہے اگر چشم انصاف سے دیکھا جاے تو صاف واضح ہوگا کہ ایک وحشی جاہل انسان کو قعر ذلت وحیوانیت سے روح ملکوتیت پر پہونچانے والی۔ ناری کو نوری کر دینے والی حیوان کو انسان کامل بنا دینے والی شے ہے پھر حضرت خلیفۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہل ان پڑھ لوگوں کو آداب معیشت ومناسب معاملات تدبیر منازل سیاست مدن کو بالتشریح بیان فرمایا۔ ہر امر لائق کی تحریص دلائی۔ ہر ایک نازیبا امر کی ممانعت کی ہے۔

جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی تو اقامت دین متین اسی صورت وطریقہ سے واجب ولازم ہوگئی۔ جس طور پر کہ حضرت سلطان الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا نمونہ قایم کر دیا تھا۔ لہذا خلیفہ کا فرض منصبی احیاے علوم دینیہ اقامت ارکان اسلام۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکرات۔ اقامت جہاد۔ اجراے احکام شرعیہ حدود وغیرہ کا اتباع کما حقہ ہوا۔

حضرت صدیق رضہ نے اہل شام وعراق وحجاز سے جنگ کی تھی۔ اور حضرت عمر فاروق نے اہل شام ومصر سے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اہل خراسان وافریقہ واہل مغرب سے جنگ کی تھی۔ بفحواے آیہ کریمہ۔

قل للمخلفین من الاعراب ستد
عون الی قوم اولی باس شدید۔
تقاتلونھم اویسلمون فان تطیعوا
یوتکم اللہ اجراً حسنا و ان تتولوا کما
تولیتم من قبل یعذبکم عذاباً الیماہ

اکثر مفسرین کا بیان ہے کہ یہ لوگ (اولی باس شدید) بنو حنیفہ متبع مسیلمہ کذاب تھے۔ رافع بن حدیج کہتے ہیں کہ ہم اس آیت کو تلاوت کیا کرتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ (اولی باس) سے کون لوگ مراد ہیں۔ مگر جب حضرت خلیفہ رسول اللہ نے ہم لوگوں کو بنی حنیفہ سے جنگ کرنے کا اعلان کیا تب ہمیں معلوم ہوا کہ یہی لوگ مراد تھے۔ ابن جریج مفسر اس آیہ ستدعون الی قوم اولی باس شدید کی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ تم عنقریب ایک سخت قوم کی طرف بلائے جاؤ گے۔ یعنی عنقریب حضرت فاروق علیہ السلام تمھیں جنگ فارس کا حکم دیں گے (فان تطیعوا) پس اگر تم حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق کی اطاعت کروگے۔ یوتکم اللہ اجراً حسنا تو تم کو اجر نیک یعنی جنت عطا کرے گا۔ اور اگر اُن کی عدول حکمی کی تو تمکو عذاب سخت پہونچے گا۔

جریح مفسر فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت شیخین کی خلافت کی خبر دیتی ہے۔
خلاصہ یہ کہ جب روم وعجم کے متعلق ان خلفاے ثلاثہ کی دعوت جہاد واجب الامتثال تھی تو ان کے تمام احکام واجب العمل ہوے۔ (شواھد النبوت) آنحضرت نے ایک شخص کو چند بار شتر کھجوریں عطا کیں اور ارشاد کیا میرے بعد ابوبکر و عمر و عثمان دیا کرینگے۔

(حذیفہ) قالوا یارسول اللہ لو استخلفت قال انی ان استخلفت فعصیتم خلیفتی عذبتم ولکن ماحدثکم حذیفہ فصدقوہ وما اقراکم عبداللہ بن مسعود فاقروہ (للترمذی)

جامع الترمذی میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کسی کو خلیفہ نامزد فرما دیجئے۔ تاکہ بعد کو اختلاف نہو۔ فرمایا اگر میں نے خلیفہ نامزد کر دیا اور تم نے اُسکی نافرمانی کی (تو گویا میری نافرمانی ہوگی۔) اور تم پر عذاب نازل ہو جاوے گا۔
لیکن میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ حذیفہ جو حدیث بیان کریں اس کو سچا سمجھو۔ اور عبداللہ

بن مسعود جس طرح تم کو قرآن
پڑھادیں اُس طرح پڑھنا۔

حضرت ابن عباس (امام المفسرین) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق کی خلافت کا قرآن مجید میں مذکور ہے۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا الخ یعنی جیسا کہ پیغمبر نے اپنی بعض ازواج سے ایک بات پوشیدہ کی۔ اس کی تصریح اس طور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المومنین حضرت حفصہ رض سے فرمایا تھا کہ میرے بعد تمہارے اور عائشہ رض کے والد خلیفہ ہوں گے۔ تم ابھی اس کی خبر کسی کو نہ کرنا۔ (بحوالہ واقدی والریاض النضرۃ)

مستدرک حاکم (نے) ابن مسعود رض سے روایت کی ہے۔ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر یعنی بعد میرے ان اشخاص ابو بکر و عمر کی اطاعت کرنا۔

حدیث ثانیہ حضرت حذیفہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں معلوم اب میں کب تک زندہ رہونگا۔ لہٰذا تمھیں چاہئے کہ میرے بعد (حضرت صدیق و حضرت عمر فاروق کی طرف اشارہ فرماکر ارشاد ہوا کہ) ان کی اطاعت کرنا۔ اس کے بعد ابن ماجہ کی روایت میں جو عرباض بن ساریہ رض کی سند سے روایت کی گئی یہ بھی وارد ہے کہ میرے اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر مضبوطی کے ساتھ قایم و ثابت رہنا اُن کی سنتوں کو دانتوں سے مضبوط پکڑنا۔

# قیامت صغریٰ

جامع الترمذی ص ۴۲۸ عن انس - قال لما کان الیوم الذی دخل فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ اضاء منھا کل شیٔ فلما کان الیوم مات فیہ اظلم منھا کل شیٔ وما نفضنا ایدینا عن التراب وانا لفی دفنہ

حضرت انس رض۔ جب وہ دن آیا تھا کہ جس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کی ہر چیز نور جمال سے چمک اٹھی تھی۔ جب وہ دن آیا جس میں حضور پر نور کا وصال ہوا تو مدینہ کی ہر چیز تاریک ہوگئی۔ ہم نے آپ کے دفن سے فارغ ہو کر مٹی سے ہاتھ جھاڑے بھی نہ تھے اور دفن میں

صلے اللہ علیہ وسلم حتی انکرنا قلوبنا
(ھکذا - ابوداود)

میں مصروف تھے کہ اپنے قلوب کو اوپرا سمجھنے لگے (یعنی ایک دم برکات محمدی اُٹھ جانے کی وجہ سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ دل ہی نہیں رہے جو جسد اطہر کے بالائے زمین رہتے تک سینوں میں تھے گویا چراغ گل ہوگیا اور ہر چیز تاریک از راوی معلوم ہونے لگی)

کہا راوی انسؓ نے آپ جس روز — مدینہ میں ہوئے تھے رونق افروز
عجائب روز وہ - زینت فزا تھا — مدینہ مطلع - نور و ضیا - تھا
بیاں کیا کیجئے اوس دن کی حالت — کہ جس دن آپ نے فرمائی رحلت
شب غم کا اندھیرا ہوگیا تھا — مگر - بخت مدینہ سوگیا - تھا
اوداسی تیرگی - کا تھا یہ عالم — دلوں پر - چھا گئی تھی - ظلمت غم

(استقلال حضرت صدیق) جب ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری یوم دوشنبہ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دار ناپدار سے رحلت فرمائی اور مسجد میں گھر والوں کی آوازیں پہونچیں تو صحابہ سنتے ہی بدحواس ہوگئے اور منافقوں نے کہنا شروع کیا کہ کیسا رسول تھا جو مرگیا۔ (تاریخ ابوالفدا - ابن اثیر) نے لکھا ہے کہ اُس وقت عمر فاروق تلوار کھینچکر کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے۔ منافقین گمان کرتے ہیں کہ رسول خدا نے وفات پائی بخدا آپ فوت نہیں ہوے بلکہ حضرت عیسیٰ کی مثل آسمان پر تشریف لے گئے ہیں۔ واللہ آپ بہت جلد واپس آویں گے۔ اور جو لوگ آپ کی وفات کا دعویٰ کرتے ہیں اون کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیں گے۔ اگر کوئی شخص میرے سامنے یہ ذکر کریگا تو میں اُسکی گردن اُڑادوں گا۔ حضرت عثمان حالت سکتہ و تحیر میں تھے منہ سے کوئی بات نہ نکلتی تھی۔ حضرت علیؓ پر صدمہ و الم کا اس درجہ بار پڑا کہ باوجود قوت و شجاعت لاثانی پاؤں پر کھڑے نہ رہ سکے زمین پر بیٹھ گئے۔ حس و حرکت دشوار ہوگئی امام بخاری حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔

ان ابابکر اقبل علے فرس من مسکنہ بالسنح حتی نزل فدخل

کہ حضرت ابوبکر اپنے امکان سے گھوڑے پر سوار ہوکر آئے پہلے مسجد میں گئے مگر کسی سے بات چیت نہیں کی پھر

المسجد ـ فلم يكلم الناس حتیٰ دخل علی
عائشة فتيمم رسول الله وهو مغشی بثوب
حيرة فكشف عن وجهه ثم اكب عليه فقبله
وبكیٰ ثم قال بابی انت وامی والله لا يجمع
الله عليك موتتين اما الموتة التی
كتبت عليك فقد متها (دوسری روایت)
وقال بابی انت وامی طبت حيا وميتا

بی بی عائشہ کے پاس گئے۔ رسول کریم پر ایک چادر پڑی ہوئی تھی
اُس کو چہرے سے ہٹا کر دیکھنے لگے جب معلوم ہوا کہ روح مبارک
نکل چکی ہے تو جھک کر پیشانی کو چوما۔ اور رو کر کہا کہ میرے
ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ پر دو موتوں کا کبھی اجماع
نہ ہوگا۔ جو موت آپ کے واسطے مقرر تھی وہ پیش آگئی۔ ابوبکر
نے فرمایا میرے والدین آپ پر قربان ہوں آپ کی زندگی بھی
پاک تھی اور موت بھی پاک تھی۔

سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۱۶ عن ابن عباسؓ ـ و عائشة ـ ان ابا بكر قبل النبی صلی الله عليه وسلم وهو ميت ـ تحقیق ابوبکر نے بوسہ دیا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کو حالانکہ حضور کا انتقال ہو گیا تھا۔

الثانیه ـ عن عائشة ـ ان ابا بكر دخل علی النبی صلی الله عليه وسلم بعد وفاته فوضع فمه بين عينيه ووضع يديه علی ساعديه وقال وانبياه ـ واصفياه ـ واخليلاه ـ

عجب پر درد قول عائشہ ہے — اگر پوچھو تو سچا مرثیہ ہے
کہ جب رحلت ہوئی حضرت کی تحقیق — تو اُس دم آئے و ال بوبکر صدیق
میان چشم حضرت رکھہ دہن کو — رکھے ساعد پہ اُن کے ہاتھہ دونو
کہا پھر ـ وانبیا ـ واصفیا — کہا پھر بعد اسکے واخلیلا

بعدہٗ حضرت صدیق مسجد میں تشریف لائے۔ باوجودیکہ اکابر صحابہ اُس موقع پر سب موجود تھے مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ واقعہ کی اصلیت بیان کرکے لوگوں کے خیالات یکسو کرتا۔

تائید غیبی ابوبکر کی مددگار ہوئی۔ اور آپ نے اُس کے متعلق اس طور پر تقریر شروع کی جس کو امام بخاری نے لکھا ہے کہ جب ابوبکر صدیق مسجد میں آئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق اُسی قسم کی باتیں کر رہے تھے ـ ان ابا بكر خرج وعمر يكلم الناس

فقال اجلس یا عمر۔ فابی عمر ان یجلس فاقبل الناس الیہ وترکوا عمر۔

آپ نے عمر فاروق سے کہا بیٹھ جاؤ انہوں نے بیٹھنے سے انکار کیا پھر لوگ عمر کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر صدیق کی متوجہ ہو گئے۔

فقال ابوبکر اما بعد من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لایموت قال اللہ عزوجل (پ۴ آل عمران)
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْــًٔا ؕ

اس پر ابوبکر صدیق نے حمد و نعت کے بعد یوں تقریر کی۔ "جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا سو محمد تو یقیناً مر چکے" اور جو شخص خدا کی عبادت کرتا تھا تو خدا زندہ ہے۔" بعدہٗ آیہ کریمہ پڑھی۔ (ترجمہ)
اور محمدؐ اس سے بڑھکر اور کیا کہ ایک رسول ہیں اور بس ان سے پہلے اور بھی نبی گذرے ہیں۔ اگر محمدؐ اپنی موت سے مر جاویں خواہ قتل کئے جاویں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے۔ اور جو کفر کی طرف اپنی ایڑیوں سے لوٹ جاوے گا تو وہ شخص خدا کا کچھ بگاڑ نہ سکے گا۔

واللہ لکان الناس لم یعلموا ان اللہ انزل ھذہ الآیۃ حتی تلاھا ابوبکر فتلقاھا منہ الناس کلھم فما اسمع بشرا من الناس الا یتلوھا (بخاری جلد دوم)

فرماتے ہیں کہ قسم بخدا جب تک ابوبکر صدیق نے یہ آیۃ نہ پڑھی کسی کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے پس سب لوگ ابوبکر سے اس آیت کو سن کر متنبہ ہوے اور میں نے دیکھا کہ ہر شخص اُسی آیت کو تلاوت کر رہا تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ انصار علیٰحدہ ہو گئے۔ عرب مرتد ہو گئے لیکن میرے والد نے نہایت استقلال سے ہر مشکل کا مقابلہ کیا اور اپنے ناخن علم سے ہر اہم مسئلہ کی عقدہ کشائی کی۔ (ابن اثیر) نے ان واقعات کو اس طور پر لکھا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کا انتظام ہو رہا تھا کہ (سقیفہؔ بنی ساعدہ) میں انصار نے جمع ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے متعلق گفتگو شروع کی تحریک انصار پر سعد بن عبادہ

؎ مدینہ منورہ میں ایک مقام مخصوص صلاح و مشورہ و پنچایت کے واسطے تھا۔۱۲

رضی اللہ نے باوجود علیل ہونے کے استحقاق خلافت پر طول طویل تقریر کی جس میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال تک مکہ میں دعوت اسلام فرمائی مگر معدودے چند کے علاوہ اور کوئی ایمان نہ لایا۔ جو کوئی ایمان لائے وہ بھی رسول کریم کی حمایت اور کفار کا دفع مصائب پورے طور پر نہ کرسکے جب حضور نبی کریم۔ مدینہ تشریف لائے تو انصار نے آپ کی اعانت اسلام کا اعزاز۔ اعدائے دین سے جہاد کیا۔ یہانتک کہ اسلام ملک عرب میں پھیل گیا اور قبائل عرب کفر و بت پرستی چھوڑکر حضور پرنور کے مطیع ہوگئے آخری وقت تک رسول اللہ انصار سے رضامند رہے۔ پس لوگوں کی مداخلت سے پیشتر تم کو انتظام خلافت کرلینا چاہئے۔ انصار نے جواب دیا کہ ہم تمھاری خلافت پر متفق ہیں۔ اور اگر مہاجرین سوابق اسلامیہ بجاآوری خدمات رسول اللہ ترک وطن قرابت قریبہ کے باعث معترض ہوں گے تو اُس صورت میں ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر اُن میں سے منتخب ہوگا۔ بغیر اس کے ہم رضامند نہ ہوں گے۔ سعد بن عبادہ نے کہا کہ دو امیروں کا ہونا یہ پہلی کمزوری ہے۔

## بیعت ابوبکر

سقیفہ میں تو یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ اسی اثناء میں ایک انصاری نے حضرت عمر فاروق کے پاس آکر بیان کیا کہ مدینہ کے اعیان۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں اس غرض سے مجتمع ہوئے ہیں تاکہ **سعد بن عبادہ** ؓ کو **رسول اللہ** صلی اللہ علیہ کا جانشین تجویز کریں۔ اگر تم کو اس بات کا خیال ہو تو بہت جلد وہاں پہونچو۔ چنانچہ حضرت عمر نے حضرت صدیق کو آمادہ کیا اور دونوں اوس طرف روانہ ہوگئے۔ (**سیدنا علی۔ زبیر۔ وچند بنی ھاشم**) جو حضرت **رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم کی **تجہیز و تکفین** کا انتظام کر رہے تھے بدستور اپنی خدمات انجام دیتے رہے حضرات شیخین علیہم السلام کو اثنائے راہ میں ابوعبیدہ بن الجراح وچند دیگر مہاجرین مل گئے اور یہ سب سقیفہ میں داخل ہوے وہاں سعد بن عبادہ کو کمل اوڑھے بیٹھا دیکھا۔ اور اُن کے گرد انصار تجویز خلافت کی فکر کررہے تھے۔ مہاجرین جاکر بیٹھے اُس کے تھوڑی دیر بعد ایک انصار نے استادہ ہوکر اپنے فضائل بیان

کرنا شروع کئے۔ یہ کیفیت دیکھکر عمر فاروق رضہ تقریر کرنا چاہتے تھے اور حضرت کا مقولہ ہے کہ اس موقع کے مناسب میں نے کچھ عمدہ الفاظ سوچ لئے تھے مگر حضرت ابوبکر صدیق نے اُن کو روک دیا اور خود ایک برجستہ فصیح و بلیغ تقریر کرنے لگے۔ حضرت فاروق فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے نہایت عمدہ تقریر مناسب وقت و موقع کی اور جو مطالب میرے ذہن میں تھے اُن سب کو نہایت خوبی کے ساتھ آپ نے ادا کر دیا صحیح بخاری کتاب المحاربین میں ان واقعات کا اکثر حصہ درج ہے ابن اثیر نے حضرت صدیق کی تقریر حسب ذیل درج کی ہے۔

ان اللّٰہ قد بعث فینا رسولا شہیدا علیٰ امتہٖ لیعبدوہ ویوحدوہ وھم لیعبدون من دونہٖ الٰھۃ شتی من حجر وخشب فعظم علی العرب ان یترکوا دین اٰبائھم فخص اللّٰہ المہاجرین الاولین من قومہٖ بتصدیقہٖ والمواساۃ لہٗ والصبر معہٗ علیٰ شدۃ اذیٰ قومھم وتکذیبھم ایاہ۔ وکل الناس لھم مخالف دائر علیھم فلم یستوحشوا القلۃ عددھم وشنف الناس لھم فھم اول من عبد اللّٰہ فی ھٰذہ الارض وآمن باللّٰہ وبالرسول وھم اولیائہ و عشیرتہٗ واحق الناس بھٰذا الامر من بعدہٖ لا ینازعھم الا ظالم وانتم یا معشر الانصار من لا ینکر فضلھم فی الدین ولا سابقتھم فی الاسلام رضیکم اللّٰہ انصارا لدینہ

اللہ تعالےٰ نے ہم میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیا، جو اپنی امت پر اس بات کا گواہ ہو کہ وہ خدائے واحد کی عبادت کریں اس سے پیشتر یہ لوگ پتھر اور لکڑی کے مختلف معبودوں کی پرستش کرتے تھے عرب کے لوگوں کو اپنے باپ دادا کا دین چھوڑنا سخت گراں گذرا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اولین کو اُس کی قوم میں سے مخصوص کیا تھا تاکہ اُسکی تصدیق اور غم خواری کریں اور قوم کی شدت و تکالیف اور اُنکے جھٹلانے پر صابر رہیں۔ گرچہ تمام لوگ اُن کے برخلاف تھے اور اُن پر جھنجلاتے تھے مگر یہ اپنی کمی تعداد اور اُن لوگوں کی شدت عناد سے کبھی خائف نہیں ہوتے تھے پس مہاجرین پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس سرزمین میں خدا کی پرستش کی اور خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لائے وہ اپنے پیغمبر کے مددگار اور اُس کے خویش اور اُسکے بعد سب سے زیادہ خلافت کے مستحق ہیں کوئی شخص ظالم کے سوائے اُن سے نزاع نہیں کریگا۔ اور اے گروہ انصار تم وہ لوگ نہیں ہو جو مہاجرین کی

ورسوله وجعل اليكم هجرته فليس بعد المهاجرين عندنا بمنزلتكم فليس بعد المهاجرين عندنا بمنزلتكم فنحن الامراء وانتم الوزراء لاتفاوتون بمشورة ولا نقضي دونكم الامور۔

دینی بزرگی اور سبقت اسلام میں تمھیں کسی طرح کا عذر ہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے اُن کے دین اور اُن کے رسول کے باعث رضامند ہوا اور تمھاری جانب ہجرت کو پسند کیا۔ ہمارے نزدیک مہاجرین اولین کے بعد کوئی شخص تمہارے رتبہ کا نہیں ہے۔ پس ہم امیر اور تم وزیر ہو۔ تم کسی مشورے سے علحدہ نہیں کیے جاؤگے اور نہ کوئی کام بغیر تمہارے انصرام پاویگا۔

حضرت ابوبکر کی تقریر ختم ہونے پر حباب بن منذر نے اُن کے مخالف اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہا اور اُنکی تردید حضرت عمر کرنے لگے دونوں میں سخت کلامی کی نوبت پہونچی شور وغل سے مکان گونجنے لگا۔ حباب کا اصرار تھا کہ ایک خلیفہ ہم میں سے ضرور ہوگا۔ حضرت فاروق اس کی مخالفت کرتے تھے کہ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند۔

بالآخر دونوں فریق میں نوبت قریب جدال پہنچنے لگی۔ اور سعد بن عبادہ لوگوں کے پاؤں میں کچلتے کچلتے بچ گئے ابوعبیدہ نے اسی حالت میں انصار کو مخاطب کرکے کہا کہ اے گروہ انصار تم وہ لوگ ہو کہ جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کی نصرت کی۔ لہذا تم کو سب سے اول انحراف نکرنا چاہیے۔ اس پر بشیر بن سعد انصاری نے کہا اشاعت اسلام اور خدمت گذاری رسول کریم میں جو کوششیں ہم نے کی ہیں اُس سے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی مقصود تھی کوئی دنیاوی فائدہ مدنظر نہ تھا۔ رسول کریم قریش میں سے تھے اُن کا جانشین اونہی کی قوم میں سے ہونا چاہیے۔ اور ہم جیسے رسول کریم کے انصار تھے ویسے ہی اُن کے انصار و مددگار رہیں گے۔ قسم بخدا مخالفت کرنا مناسب نہیں اس پر حضرت ابوبکر نے کہا کہ یہ عمر فاروق اور ابوعبیدہ ہیں ان میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔ عمر فاروق نے ابوعبیدہ کو ترجیح دی اور ابوعبیدہ کو اس کام کے واسطے ابوبکر صدیق زیادہ لایق معلوم ہوے۔ پھر دونوں نے بالاتفاق ابوبکر کو پسند کیا۔ پہلے بشیر نے بیعت کی پھر حاضرین کی بیعت شروع ہوگئی۔

ثابت چونکہ قریشیت وہجرت اولیہ کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے لہذا حضرت ابوبکر صدیق میں قریشیت وہجرت اولیہ وصفات کاملہ سب موجود تھے اور انصار میں وہ خوبیاں نہ تھیں اسی بنا پر انصار کو خلافت سے باز رکھا گیا صحابہ کرام نے جب خلافت کا مشورہ کیا تو وہ افضلیت کو نہیں بھولے اسی وجہ سے اونہوں نے حضرت عتیق رضی اللہ عنہ کی شان میں احق بھذا الامر کے الفاظ فرمائے تھے۔ گرچہ بعض صحابہ کو خلافت حضرت صدیق میں مغالطہ رہا لیکن جب اون کو اپنی غلطیوں کا احساس ہوا تب فوراً ہی معذرت کرکے اپنی غلطیاں واپس لیں اور حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کرلی اور آپ کی افضلیت کے قائل ہوگئے اور یہ قوی دلیل اس امر کی ہے کہ صحابہ کرام افضل ترین ذات کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔

# تردید اعتراضات

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرات صدیق و فاروق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کو ضروری نہ سمجھا اور خلافت سلجھانے کے واسطے جلسۂ انصار میں جا شریک ہوئے۔ کیا اُن کے نزدیک رسول کریم کی تجہیز تکفین کوئی اہم کام نہ تھا۔؟ بادی النظر میں یہ سوال قابل غور معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ قبائل عرب کے اشتعال طبع وجنگ جو عادت سے واقف ہیں اُن کو اس سوال کے حل کرنے میں کچھ بھی تامل نہ ہوگا کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی کیفیت سننے کے بعد آبوبکر و فاروق رضی اللہ عنہما کا وہاں جانا اور خود کو اس مخاطرہ میں ڈالنا نہایت دانائی و دور اندیشی پر مبنی تھا۔ درحالیکہ تجہیز تکفین کے خدمات حسب وصیت نبی کریم علی مرتضیٰ۔ زبیر۔ اور بنی ہاشم کے چند جلیل القدر اشخاص نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہے تھے اگر شیخین بھی اُس وقت اس کام میں مصروف ہوجاتے اور انصار کی اس کارروائی سے چشم پوشی کرلیتے تو ظاہر ہے کہ مختلف اقوام عرب جن کو زمانہ جاہلیت کا باہمی بغض وعناد ووحشیانہ شور وفساد ترک کئے ہوئے قلیل عرصہ گذرا تھا۔ اُن میں خانہ جنگیوں کی بنیاد از سر نو قایم ہوکر آتش فتنہ ایسی بھڑکتی کہ اسلام کی نو تعمیر عمارت جل کر خاک سیاہ ہوجاتی۔ لہذا اُن حضرات کی یہ کارروائی ہر طرح پر قابل تحسین تھی۔

---

# دوسرا اہم مسئلہ

علماء کا قول ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے متعلق بہت زیادہ اختلاف واقع ہوا۔ بعض کہتے تھے کہ حضرت کو مکہ (جائے مولد) میں دفن کیا جاوے۔ انصار کہتے تھے کہ رسول اللہ نے ہجرت فرما کر مدینہ پسند کیا تھا لہذا ہم مکہ نہ جانے دینگے بعض لوگ بیت المقدس میں مزار بنانے کی صلاح دے رہے تھے لیکن اس بحث کا خاتمہ حضرت ابوبکر صدیق کی علمی قابلیت و ذہانت سے بہت جلد ہو گیا۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی حدیث سُنائی۔ (عن عائشۃ) حضرت صدیقہ سے صحاح میں روایت ہے

قالت لما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم اختلفوا في دفنه فقال ابوبكر سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا ما نسيته قال ما قبض الله نبيا الا في الموضع الذى يحب ان يدفن فيه ادفنوه في موضع فراشه

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو آپ کے دفن کے متعلق اختلافات واقع ہوئے۔ پس ابوبکر نے کہا کہ میں نے حضرت رسول اللہ سے ایک قول سنا تھا جس کو میں بھول گیا تھا۔ حضور نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کو اُسی مقام پر موت بھیجتا ہے جو اُسکو محبوب ہوتا ہے اور اُسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں پر رحلت کرتا ہے۔

چنانچہ جملہ مسلمین نے اس حدیث کو قبول کرلیا۔ اور حجرہ عائشہ صدیقہ میں دفن کئے گئے۔ علماء کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ابوبکر صدیق جملہ مہاجرین و انصار میں منفرد تھے۔ تیسرا اختلاف نمازِ جنازہ پر تھا۔ بعدہٗ حضرت صدیق نے لوگوں کو جوق جوق بلایا اور وہ آنحضرت کی نمازِ جنازہ بلا امام پڑھتے گئے بعد کو عورتوں کو بھی حکم دیا اونہوں نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ اُن کے بعد لڑکوں کو اجازت نمازِ جنازہ دی گئی کسی نے نمازِ جنازہ کی امامت نہیں کی۔ وسط شب چہار شنبہ کو دفن کئے گئے

## بیعت عامہ

سقیفہ بنی ساعدہ میں جو انتخاب ہوا تھا چونکہ وہ سرسری تھا لہذا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے دفن کے دوسرے روز بعد نماز صبح حضرت عمر فاروق منبر پر کھڑے ہوے اور رسول کریم کی وفات اور اور ابوبکر صدیق کے فضائل بیان کرنے کے بعد صحابہ کو بعیت عام پر توجہ دلائی امام بخاری نے اسکی اُسکی کیفیت یوں لکھی ہے

عن انس رضہ۔ انہ سمع خطبۃ عمر الاخرۃ جلس علی المنبر وذلک الغد من یوم حین توفی النبی فتشھد وابوبکر صامت لا یتکلم قال کنت ارجوان یعیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی یدبرنا یرید بذلک ان یکون اخرھم فان یک محمد قد مات فان اللہ تعالیٰ قد جعل بین اظھرکم نورا تھتدون۔ بہ ھدی اللہ محمدا وان ابابکر صاحب رسول اللہ وثانی اثنین۔ فانہ اولی المسلمین باموکم فقوموا فبایعوہ وکانت طائفۃ منھم قد بایعوہ قبل ذلک فی سقیفہ بنی ساعدہ وکانت بیعت العامۃ علی المنبر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کی وفات کی صبح کو عمر فاروقؓ نے منبر پر جاکر خطبہ پڑھا۔ اور ابوبکر صدیق رضہ خاموش بیٹھے تھے حضرت فاروق نے بیان کیا کہ مجھے توقع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اور زندہ رہیں گے اور ہمارے پیچھے رہیں گے (مراد یہ کہ آنحضرت سب کے آخر رحلت کریں گے) اب اگر رسول کریم فوت ہو گئے ہیں تو کچھ اندیشہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں ایک نور (قرآن) پیدا کیا ہے جس سے تم ہدایت پاسکتے ہو۔ اور اسی نور سے خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت دی تھی۔ ابوبکر غار میں حضرت رسول اللہ کے رفیق تھے۔ دو اشخاص میں سے دوسرے وہ تم پر حکومت کرنے کے واسطے سب مسلمانوں سے زیادہ مستحق ہیں لوگو اٹھو اور ابوبکر سے بیعت کرو۔

حالانکہ کچھ لوگ قبل اس کے سقیفہ میں بیعت کر چکے تھے مگر عام بیعت یہی منبر کی تھی یہ بیعت عامہ سہ شنبہ کے روز تیرہ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری (مطابق ۲۸ مئی ۶۳۲ء) واقع ہوئی۔ صاحب اصابہ کی تحقیقات کے مطابق اُس وقت عمر حضرت ابوبکر صدیق اکسٹھ ۶۱ سال تھی بعض کے نزدیک اس سے زاید۔

## علحدگی حضرت علی از بعیت

تاریخ ابوالفدا۔ میں لکھا ہے کہ رسول خدا کی وفات کے دوسرے روز حضرت عمر کے بعیت کرنیکے بعد

مدینہ کے مہاجرین و انصار نے حضرت ابوبکر سے بیعت کرنی شروع کردی۔ مگر بنی ھاشم کی ایک جماعت۔ زبیرؓ ابن العوام۔ عتبہؓ بن ابولہب۔ خالدؓ بن سعید۔ مقدادؓ بن عمرو۔ سلمانؓ فارسی۔ ابوذرؓ عمارؓ بن یاسر۔ براؓ ابن عازب۔ ابیؓ بن کعب۔ یہ سب حضرت علی مرتضیٰ کے ہمراہ ہوگئے اور علی کے گھر میں بیٹھ رہے۔ تاریخ الخلفاء میں شیخ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے (بحوالہ سعد و بیہقی) کہ حضرت علی کرم اللہ کی بیعت اُسی مجمع عام میں اُسی دن عمل میں آئی اگرچہ مصنفین نے زمانہ بیعت میں اختلاف کیا ہے۔

فلما قعد ابو بکر علی المنبر نظر فی وجوہ القوم فلم یر علیا فسال عنہ فقام ناس من الانصار فاتوا بہ فقال ابو بکر یا ابن عم رسول اللہ وختنہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ فبایعہ ثم لم یر الزبیر بن العوام فسال عنہ حتی جاؤا بہ فقال ابن عمۃ رسول اللہ وحواریہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال لا تثریب یا خلیفہ رسول اللہ مثل قولہ فبایعہ

جب ابوبکر صدیق منبر پر کھڑے ہوئے اور شرفائے قوم میں حضرت علی کو نہ دیکھا تو اُنکی بابت دریافت کیا چند انصار جاکر اُنکو ہمراہ لائے تب ابوبکر نے کہا کہ اے رسول اللہ کے برادر چچازاد اور داماد کیا تم مسلمانوں کی جماعت کو متفرق کرنا چاہتے ہو اونہوں نے جواب دیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ سرزنش نہ کیجئے اور بیعت کرلی اسی طرح جب زبیر بن العوام کو حاضر نہ پایا تو اُنکی بابت دریافت کیا اور لوگ اُنکو ہمراہ لائے اُسوقت ابوبکر صدیق نے کہا اے رسول خدا کے پھوپی زاد بھائی۔ اور حضرت کے حواری کیا تم مسلمانوں کی جماعت کو متفرق کرنا چاہتے ہو۔ اونہوں نے کہا اے خلیفہ رسول سرزنش نہ کیجئے۔ اور بیعت کرلی۔

حضرت علی مرتضیٰ و حضرت زبیر نے کہا کہ ہم لوگ غصہ میں علیحدہ نہیں ہوئے مگر اس وجہ سے کہ آپ نے ہم کو مشورہ خلافت سے کیوں الگ کردیا تھا۔ والاہم حضرت صدیق کی فضیلت و بزرگی سے منکر نہیں جو آپ کو آنحضرت صلی اللہ کے بعد حاصل ہے بے شک آنحضرت کے رفیق فی الغار اور ثانی اثنین۔ ہیں ہم آپ کی بزرگی و فضیلت کے معترف ہیں حضرت نبی کریم نے امامت نماز آپ کو تفویض کی تھی۔ پھر جب حضرت صدیق کی خلافت مسلم

(۵ مسلم۔ حاکم۔ ترمذی۔ تاریخ الخلفاء)

ہوگئی تب آپ نے جس مسئلہ کی تعلیم کی وہ منصب نبوت و منصب خلافت میں تفریق کرنے کی تھی۔ اور نبی و خلیفہ میں فرق دکھلانا تھا۔ اس مسئلہ کو حضرت صدیق نے مختلف مجالس میں وضاحت سے بیان کیا اور اُس کے متعلق کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہا تھا۔ عبداللہ بن ملیکہ سے روایت ہے کہ حضرت صدیق کو خلیفہ کہکر پکارا گیا آپ نے فرمایا کہ مجھکو خلیفہ رسول اللہ کہو میں اسی سے رضامند ہوں (امام احمد و ابو یعلی اس کے راوی ہیں) اس میں اشارہ اس طرف تھا کہ خلیفۃ اللہ کہے جانے کے مستحق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور میں آنحضرت کا خلیفہ ہوں

ابن ھشام نے لکھا ہے کہ جب بیعت عام ہو چکی تو حضرت نے صحابہ کی دلداری و تسلی کی غرض سے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

یا ایھا الناس فانی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم۔ فان احسنت فاعینونی و ان اساءت فقومونی۔ الصدق امانۃ والکذب خیانۃ والضعیف فیکم قوی عندی حتی اریح علیہ حقہ انشاء اللہ والقوی فیکم ضعیف عندی حتی اخذ الحق منہ انشاء اللہ۔ لا یدع قوم الجھاد فی سبیل اللہ الا ضربھم اللہ بالذل ولا تشیع الفاحشۃ فی قوم قط الا عمھم اللہ بالبلاء۔ اطیعونی ما اطعت اللہ و رسولہ و اذا عصیت اللہ و رسولہ فلا طاعۃ لی علیکم و قوموا الی صلوتکم یرحمکم اللہ۔ (ابن ھشام جلد ۲)

اے لوگو۔ میں تمھارے کاموں پر ولی بنایا گیا ہوں مگر میں تم سے کسی طرح بہتر نہیں ہوں۔ جب مجھ سے کوئی عمدہ کام ہو تو اُس میں میری مدد کرو۔ اور جب کوئی بُرائی ظاہر ہو تو مجھے سیدھا کردو۔ راست بازی امانت ہے۔ تم میں کا ضعیف میرے نزدیک قوی ہے جب تک میں اُسکا حق نہ دلوادوں اور تم میں کا قوی میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک میں اُس سے حق نہ لیلوں جو لوگ جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیں گے خدا اُن کو ذلیل کریگا۔ جس قوم میں بدکاری پھیلی گی خدا اُن پر بلا نازل کریگا۔ میں جبتک میں خدا و رسول کی اطاعت کروں تم بھی میری اطاعت کرو جب میں نے نافرمانی کروں تو پھر تم پر میری کوئی اطاعت نہیں۔ اٹھو۔ نماز پڑھو خداے تعالیٰ تم پر رحم کرے۔

## آمد خواجہ خضر علیہ السّلام بتعزیت رسول کریم در جلسہ صحابہؓ

اخرج حاکم عن انسؓ۔ دخل رجل اشہب اللحیۃ جسیم صبیحٌ فتخطی رقابھم فبکی۔ ثم التفت الی الصحابۃ فقال ان فی اللہ عزاءً فی کلّ مصیبۃ

(حضرت انسؓ) کہ بروز وفات شریف ایک آدمی خوبصورت سفید داڑھی والا فربہ اندام آیا اور جب جگہ نہ پائی تو لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر صحابہ کبار کے پاس پہونچا اور رویا من بعد صحابہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا تحقیق اللہ تعالیٰ کے یہاں تسلی ہے ہر مصیبت میں۔

ہر فوت ہونے والی چیز کا عوض ہے۔ ہر ہلاک ہونے والی شئے کا بدلہ ہے۔ پس رجوع کرو طرف اللہ کے۔ اور اُس کے ثواب کی طرف رغبت کرو۔ نگاہ اُس کی تم کو بلا میں مبتلا کرنے کی ہے۔ پس فکر کرو اور ہوشیار ہو جاؤ۔ کہ کس طرح صبر کرتے ہیں اور کیا کہتے ہیں۔ پس بجز اس کے نہیں کہ مصیبت زدہ وہ ہے کہ بدلہ نہ دیا جاوے یعنی جو بلا پر صبر نہ کرے۔ اور ثواب سے محروم رہے۔ پھر چلا گیا وہ شخص۔ پھر فرمایا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور علی کرم اللہ وجہہ نے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

## تعزیت ملائکہ باصحابؓ اہل بیت

رواہ حاکم (انسؓ) ولما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزتھم الملائکۃ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ان فی اللہ عزاءً من کل مصیبۃ وخلفا من کل فائت فباللہ فثقوا وایاہ فارجوا فانما المحروم من حرم الثواب والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حاکم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب وصال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا اصحابؓ و اہل بیت کو اس طور پر ملائکہ نے تسلی دی۔ سلام و رحمت ہو خدائے تعالیٰ کی تم پر اور برکتیں نازل ہوں تم پر۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر مصیبت میں تسلی ہے ہر فوت ہونیوالی چیز کا اجر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اور اُسی سے امید رکھو بجز اُس کے نہیں کہ محروم ہے وہ شخص جو محروم رکھا

گیا ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سلام و رحمت و برکتیں نازل ہوں تم پر۔

# توسیع سلطنت اسلامیہ در عہد نبویہ

مذہب اسلام حضور سرور کائنات علیہ السلام والتحیات کے زمانہ حیات میں ترقی کرتا ہوا۔ عرب کے چہار سمت پھیل گیا تھا۔ بحر قلزم سے لے کر یمن تک اور وہاں سے خلیج فارس کے آخر تک فرات سے ہوتا ہوا۔ ملک شام کے کنارہ کنارہ بحر قلزم تک تمام ملک اسلام سے معمور تھا۔ مدینہ دار الخلافت تھا۔

# ارتداد اقوام عرب

آخری عہد رسالت مہد میں عرب کے چار گروہ مرتد ہو گئے اور ہر گروہ میں ایک ایک شخص نے دعویٰ نبوت قائم کیا تھا (ازالۃ الخلفاء) میں حسب ذیل انکی تفصیل ہے۔

(۱) اسود عنسی نے ملک یمن میں دعویٰ کیا اور دار الخلافت صنعا پر قابض ہو گیا۔

(۲) مسیلمہ نے یمامہ میں علم نبوت کھڑا کیا اور سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط ارسال کیا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

| | |
|---|---|
| من مسیلمہ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ سلام علیك اما بعد فانی قد اشرکت فی الامر معك وان لنا نصف الارض و لقریش نصف الارض ولکن قریشا قوم یعتدون | مسیلمہ رسولخدا کی طرف سے محمد رسول اللہ کو بعد سلام واضح ہو کہ میں عرب کی حکومت میں تمہارا شریک ہوں۔ آدھا ملک میرا اور آدھا قریش کا۔ لیکن قوم قریش اس میں زیادتی کرتی ہے۔ |

جواب منجانب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

| | |
|---|---|
| بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم |
| من محمد الرسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب السلام علی من اتبع الھدیٰ | محمد رسول خدا کی جانب سے مسیلمہ کذاب کو واضح ہو کہ جو شخص سیدھے راستہ کی پیروی کرے اسکو سلام ہے |

امابعد فان الارض للہ یورث ھامن یشآء من عبادہٖ والعاقبۃ للمتقین۔ اور اُس کے بعد یہ کہ زمین ملک خدا ہے جس کو چاہے عطا کرے۔ اور اچھا انجام پرہیزگاروں کا ہے۔

(۳) مسماۃ سجاح بنت حارث تمیمیہ قبیلہ بنی ثعلب میں مدعیہ نبوت ہوئی۔

(۴) طلیحہ اسدی۔ یہ شخص قبیلہ بنی اسد میں نبوت کا دعویدار رہوا تھا۔

ان مرتدین کے دعاوی نبوت کی خبریں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں دارالاسلام مدینہؐ میں پہونچ گئی تھیں۔ اور سردار دو عالم نے اسود عنسی کے قتال کیواسطے مسلمانان یمن کو حکم بھی روانہ کردیا تھا لیکن مسیلمہ و طلیحہ کے اخبار وصول ہونے کے بعد حضور پرنور بغلبہ مرض ہوگیا تھا لہذا جارحانہ کارروائی کی تجویز نہ ہوسکی۔ دعویداران مذکور الصدر میں سے مسیلمہ نہایت زبردست تھا جو مسیلمہ کذاب کے نام سے مشہور ہے ایک لاکھ آدمی اُس کے ہمراہ ہوگیا تھا۔ بعد وصال شریف مدینہ کے گرد و نواح میں جوش ارتداد عام طور پر پڑ گیا۔

مکہ۔ مدینہ اور جواثی (نام شہر در بحرین) کے سوا۔ اکثر قبائل عرب مرتد ہوگئے۔ ان مرتدین میں بعض وہ لوگ تھے جو دنیاوی طمع یا کسی خوف کے باعث منافقانہ طور پر کلمہ اسلام کو اپنی بے خطر زندگی بسر کرنے کا ذریعہ تصور کئے ہوئے تھے۔ بعض وہ لوگ تھے جن کے باپ دادا اعزہ اسلامی معرکون میں قتل ہوگئے تھے۔ اور اُن کی دولت و جائداد مسلمانوں کے قبضہ تصرف میں پہونچ گئی تھی کچھ عوام الناس تھے جن کو دراصل نہ اہل اسلام سے کوئی رنجش نہ مرتدین سے کچھ اتحاد تھا بلکہ محض بے تمیزی سے شورش دیکھ کر اُن میں شامل ہوگئے تھے۔ ہر چند کہ اس عام شورش سے عرب کے چاروں طرف فساد کی آگ بھڑک اُٹھی تھی اور دعویداران نبوت کو اوس سے ایک گونہ اعانت پہونچی تھی۔ مگر اس عالم پرشور میں حضرت خلیفہ رسول اللہ صدیق رضی اللہ عنہ کا استقلال و نظم سلطنت قابل تحسین و آفرین تھا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بعد وصال شریف حضرت ابوبکر صدیق پر وہ بار پڑا کہ اگر پہاڑوں پر پڑتا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہوجاتے مدینہ میں نفاق پھیل گیا قبائل مرتد ہوگئے واللہ لوگوں نے میرے والد سے کسی بات میں اختلاف نہیں کیا مگر یہ کہ میرے والد اُس کی حقیقت سے آگاہ ہوگئے اور لوگوں کو

اوس سے بے پرواہ کر دیا۔

(سورہ مائدہ ۸ع) یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗٓ

یعنی اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاویگا فوراً لاویگا اللہ اوس قوم کو کہ دوست رکھتا ہے اُن کو اور وہ دوست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کو۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ھوواللہ ابوبکر واصحابہ لما ارتدت العرب جاھدھم ھو واصحابہ حتی ردھم الی الاسلام یعنی قوم کی صفت اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمائی قسم ہے اوسی خدائے برتر کی وہ ابوبکر اور اُن کے اصحاب تھے جب مرتد ہوگئے جہاد کیا اُن پر ابوبکر اور اُن کے اصحاب نے یہاں تک کہ پھیر لائے اُن کو طرف اسلام کے۔ بعض صحابہ کا قول ہے کہ بعد انبیا علیہم السلام کے کوئی افضل ترین ابوبکر سے پیدا نہیں ہوا مرتدین کے قتال میں۔ آپ ایک نبی کے قایم مقام تھے۔

آپ اسلام کے ایسے نازک حالت اور خلافت کی ابتدائی کیفیت سے ذرہ برابر نہیں گھبرائے اور عزم راسخ نیت صادق سے نوبت بہ نوبت سب کا بندوبست فرمایا اور عام مفسدین کا قلع وقمع کرنے کے بعد عرب میں از سر نو اسلام کو تازگی بخشی۔

# خلاصہ محاربات

(اسود عنسی مرتد۔ بحوالہ تاریخ ابوالفدا) اس کا نام عبهلہ بن کعب بن عوف العنسی تھا۔ یمن کے قبیلہ مذحج میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ شعبدے وطلسمات دکھلا کر جہلا کو مسخر کر لیتا تھا۔ جو شخص اُس کا کلام سُنتا مطیع ہو جاتا تھا۔ باشندگان نجران اس سے مل گئے۔ اور عمرو بن حزام۔ و خالد بن سعید کو جو نجران میں سُلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ حکام تھے۔ گرفتار کر کے اسود کے حوالہ کر دیا اسود عنسی نے دارالخلافہ صنعا پہونچکر شہر بن باذان حاکم یمن کو قتل کر کے صنعا پر قبضہ کر لیا اور اُن کی بیوی کو گھر میں ڈال لیا جن کا لزار نام تھا نہایت حسین وشکیل عورت تھی لیکن لزار اسلام پر قایم رہیں) اور کل ملک یمن کا مالک بن گیا۔

(ابن اثیر) نے لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں یہ پہلا شخص تھا جو مرتد ہوا تھا

جب حضور پر نور کو اُس کے ارتداد کی خبر موصول ہوئی تو جناب والا نے معاذ بن جبلؓ کو مع اُن کے ہمراہیوں کے اسود کے قتل کو یمن روانہ کیا تھا۔ فیروز دیلمی جو شہر بن باذان کی بیوی کا برادر عم زاد تھا اُس کارروائی کا ذمہ دار ہوا تھا چنانچہ مخفی طور پر اپنی بہن لزار سے مل کر اسود کی خواب گاہ کے حالات دریافت کئے من بعد اپنے رفقاء کی مدد سے نقب لگا کر اسود کے محل میں داخل ہو کر اسود کو قتل کر ڈالا۔ اور ملک کو ارتداد سے پاک کر دیا۔ مگر یہ واقعہ حضرت رسول اللہ کے وفات شریف سے شبانہ روز قبل کا تھا جسکی خوشخبری حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ ہونے پر آخر ماہ ربیع الاول میں وصول ہوئی اور وہ فتح اسلامیہ تصور کی جاتی ہے۔

حصول خلافت کے بعد سب سے اول کارروائی حضرت خلیفہ رسول اللہ کی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سپہ سالار کے لشکر کی روانگی کی فرمائی تھی۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذولیوم پیشتر رومیوں کے مقابلہ میں ایک فوج بسر کردگی اسامہ روانہ ہونیکا حکم دیا تھا ہر چند کہ اس اثناء میں علالت کے شدائد جناب پر نمودار تھے مگر اس فوج کی روانگی میں حضور پر نور کو اس قدر عجلت مقصود تھی کہ حالت مرض میں سردار دو عالم نے دست مقدس سے اسامہ کے واسطے علم اسلامی طیار فرمایا۔ اور تمام اکابر صحابہ کو اُس کے ہمراہ جانیکا حکم دیا۔ یہ لشکر مدینہ کے باہر مقیم تھا۔ اور کوچ کے واسطے طیاری کر رہا تھا۔ کہ دفعتاً شدائد امراض کی خبر نے اُس کو روک دیا اور پھر وفات شریف کے سبب سے۔ وکار صحابہ نے حضرت خلیفہ صاحب سے عرض کیا خبر وفات سے مدینہ کے قرب وجوار کے لوگ مرتد ہو گئے ہیں لہذا ایسی صورت میں عساکر اسلامیہ کی روانگی مناسب نہیں لیکن حضرت صدیق کو بہت جوش آیا اور فرمایا کہ خواہ کچھ حالت گذرے میں حضرت رسول کریم کے احکام کو التواء میں نہ ڈالوں گا ______

(تاریخ ابوالفدا) میں اس کی یہ تفصیل ہے کہ جس لشکر میں اسامہ سردار تھے عمر فاروق بھی لشکر میں عہدہ دار مقرر کئے گئے تھے ایک روز حضرت فاروق نے حضرت خلیفہ سے کہا کہ انصار چاہتے ہیں کہ اسامہ سے بڑی عمر کا آدمی سردار مقرر کیا جاوے۔ یہ بات سُن کر آپ اوچھل پڑے اور عمر فاروق کی داڑھی پکڑ کر کہنے لگے" ______ رسول خدا نے تو اُس کو امیر مقرر کیا ہے اور تو مجھ سے اوس کی معزولی چاہتا ہے"۔ اللہ اللہ۔ کس درجہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدنظر تھا۔ بعد اس تقریر کے فوراً حضرت صدیق

عسکر اسلامیہ میں تشریف لے گئے اور بعد معاینہ فوج ضروری ہدایات فرماکر حضرت فاروق کو بغرض صلاح و مشورہ مدینہ قیام کرنے کی اجازت سپہ سالار سے حاصل کی اور لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ اسامہ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت خلیفہ پاپیادہ اُن کے ہمراہ چل رہے اسامہ نے عرض کیا یا خلیفۃ المسلمین یا تو گھوڑے پر سوار ہولیں ورنہ مجھ کو حکم دیں کہ میں پیادہ ہوجاؤں۔ فرمایا "یہ ہرگز نہ ہوگا۔ اگر میں ایک ساعت اپنے قدموں کو تھکاؤں تو کچھ مضائقہ نہیں"۔ غرضکہ اس طور پر لشکر کو روانہ کردیا۔

## مدینہ طیّبہ پر مرتدین کا حملہ و مدافعت

لشکر اسامہ کی روانگی کے بعد مرتدین اقوام نے ہر چہار جانب سے مدینہ پر حملہ کیا۔ اور کئی روز تک محاصرہ رکھا۔ جو لوگ لشکر اسامہ میں شریک نہیں کئے گئے تھے اُن کو طلب کرکے حضرت خلیفہ نے حکم دیا کہ شبانہ روز مسلح رہیں اور جس وقت منادی کی آواز سنیں فوراً اپنے مکانوں سے نکل کر ایک جگہ پر جمع ہوجاویں۔ چنانچہ ایک روز نہایت سویرے حضرت صدیق نے باغیوں پر دفعتاً حملہ کیا بہت سے قتل ہوگئے کچھ باغی قید ہوئے بقیہ فرار ہونے لگے جن کا تعاقب مسلمانوں نے نہایت مستعدی سے کیا۔ بادیہ نشین اس کارروائی سے بہت خائف ہوگئے اور لشکر اسلام کا رعب اُن کے قلوب پر مُسلط ہوگیا۔ اور اُس کے بعد پھر کسی قوم نے مدینہ کا ارادہ نہیں کیا۔

چالیس روز کے بعد اسامہ کا لشکر بفتح و ظفر جب روم سے مدینہ شریف پہونچ گیا اور حملہ آوردن کا بھی قلع و قمع بخوبی ہوگیا تب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ساری توجہ اس امر پر مصروف کی کہ مدعیان نبوت۔ مرتدین مانعین زکواۃ سے جدال و قتال کیا جاوے۔ مگر اس موقع پر فقہاے صحابہ اور خلیفہ کے درمیان بحث شروع ہوگئی۔ ابوبکر صدیق مانعین زکوۃ کا قتل مثل کفار کے سمجھتے تھے۔ حضرت فاروق اہل قبلہ سمجھ کر جہاد کے مخالف تھے۔ صحیح مسلم میں حضرت فاروق کا اعتراض اس طور پر نقل کیا گیا ہے۔

| | |
|---|---|
| کیف تقاتل الناس وقد قال رسول اللہ | آپ کیونکر اون لوگوں سے جہاد کریں گے حالانکہ رسول کریم |
| صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس | نے فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے اوس وقت تک جہاد کرنیکا |

حتی یقولوا لا الہ الا اللہ۔ فمن قالها فقد عصم منی نفسه وماله الا بحقه وحسابه علی اللہ۔

حکم ہے جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں پھر جو شخص کلمہ توحید زبان سے کہے اُس کی جان و مال مجھ سے محفوظ ہے اس کے بعد میں کسی کو قتل نکروں گا مگر کسی حق کے بدلہ اور اُسکی اندرونی حالات کا حساب خدا پر ہے۔

**خلیفہ صاحب** نے جواب دیا کہ بخدا میں اون لوگوں سے لڑوں گا جو نماز و زکوۃ میں کچھ بھی فرق کرینگے

واللہ لاقتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ فان الزکوۃ حق المال واللہ لو منعوالی عناقا کانوا یؤدونها الی رسول اللہ لقاتلتهم علی صنعها (صحیح مسلم)

کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ لوگ جو بکری کا ایک بچہ دیتے تھے اگر اب نہ دینگے تو میں اوسکے ندینے پر بھی اون سے جہاد کرونگا

**جلال الدین سیوطی** نے بحوالہ حضرت عمر فاروق رضا اس واقعہ کو اس طور پر لکھا ہے (صحیح بخاری ومسلم)

لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ارتد من ارتد من العرب وقالوا نصلی ولا نزکی فاتیت ابابکر فقلت یا خلیفہ رسول اللہ تالف الناس وارفق بهم فانهم بمنزلة الوحش فقال رجوت نصرتك وجئتنی بخذلانك کنت جبارا فی الجاهلیة خوارا فی الاسلام بماذا عسیت اتالفهم بشعر مفتعل اوبسحر مفتری۔ هیهات مضی النبی وانقطع الوحی واللہ لاجاهدنهم ما استمسك السیف فی یدی +

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد بہت سے عرب مرتد ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم نماز پڑھیں گے مگر زکوۃ نہ دینگے۔ ابوبکر صدیق نے یہ کیفیت دیکھکر اُن پر قتال کا حکم دیا۔ اوسوقت میں (عمر رضہ) اُن کے پاس گیا اور کہا کہ آپ لوگوں کو اسلام سے مالوف کریں اور نرمی برتیں اس لئے کہ یہ لوگ وحشی جانوروں کی مثل ہیں ابوبکر رضہ نے کہا کہ میں تم سے امداد کا متوقع تھا اور تم میری تذلیل کے واسطے آئے ہو۔ تم زمانہ جاہلیت میں بڑے بہادر تھے اور زمانہ اسلام میں سُست ہو گئے میں کس چیز سے اونکو مانوف کروں کیا شعر طبعزاد سے یا سحر مفتری سے۔ افسوس صد افسوس رسول کریم انتقال فرما گئے اور وحی کی آمد بند ہو گئی قسم بخدا جب تک یہ تلوار میرے ہاتھ میں ہے میں اُن سے جہاد کرونگا

بالآخر جب عمر فاروق کو حضرت خلیفہ کی اصابت رائے معلوم ہوگئی تب آپ نے بھی مانعین زکوۃ پر قتال کرنے سے اتفاق کیا اور دیگر صحابہ جو اس معاملہ پر سکوت میں تھے وہ بھی متفق ہو گئے۔ حضرت صدیق کے قلب میں جو رائے اور اولالعزمی رکھی گئی تھی وہ ایک روشن چراغ کی مانند تھی۔ پس آپ کے قلب کا جس پر توڑ جاتا وہ اُس کے عکس سے جگمگا جاتا تھا۔ یہی سبب تھا کہ کل صحابہ مانعین زکوۃ سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس سے اوس غیبی آواز و الہام کی طرف اشارہ ہے جو حضرت صدیق کے نفس نفیس میں رکھا گیا تھا اوسی کی روشنی سے منکرین زکوۃ سے جہاد کا عزم بالجزم جملہ مسلمانوں کے دل میں پیدا ہو گیا تھا پس جو مال غنیمت حملہ اور ان مدینہ سے ہاتھ آیا تھا اور جو مال اسامہ بن زید فتوحات روم سے لے کر آئے تھے دونوں سے مرتدین پر حملہ کی طیاری شروع کی گئی۔

(روانگی افواج) ۲۶ ماہ صفر ۱۱ھ ہجری

(بحوالہ ابن اثیر) حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر فوج کو جو تقریباً آٹھ ہزار تھی گیارہ دستوں پر تقسیم فرمایا۔ ہر دستہ پر ایک امیر صاحب علم مقرر کر کے مقامات ذیل کو روانہ کر دیا:-

(۱) خالد بن ولید کو اول طلیحہ اسدی کے مقابلہ میں بعدہٗ مالک بن نویرہ پر۔

(۲) عکرمہ بن ابو جہل کو مسیلمہ کذاب پر۔

(۳) شرحبیل بن حسنہ کو عکرمہ کی کمک پر۔

(۴) مہاجر بن ابی امیہ کو اسود عنسی کے لشکر اور کندہ وحضرموت پر۔

(۵) خالد ابن ولید کو ملک شام پر۔

(۶) عمرو بن عاص کو قبیلہ قضاعہ پر۔

(۷) حذیفہ بن محصن کو عمان پر
(۸) عرفجہ بن ہرثمہ کو مہرہ پر
} ان دو سپہ سالاروں کو باہم مل کر کارروائی کرنے کا حکم دیا تھا۔

(۹) معن بن حاجز کو بنی سلیم اور ہوازن پر۔

(۱۰) سوید بن مقرن کو تہامہ یمن پر۔

(۱۱) علاء بن حضرمی کو ملک بحرین پر۔

پھر ہر ایک امیر فوج کو اُس کے متعلق فرمان تحریری دئے گئے تھے اور جملہ مرتدین کے نام سے یکسان مضمون کے فرامین سفیرون کے حوالہ کئے گئے۔

ترجمہ فرمان حضرت خلیفہ بنام افسران فوج۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ فرمان ابوبکر صدیق (خلیفہ رسول اللہ) کی جانب سے فلاں ........ شخص کے نام ہے۔ جب کہ اُسکو مرتدین اسلام کی لڑائی کے واسطے روانہ کیا گیا۔ اور اُس سے عہد لیا کہ خداے تعالیٰ سے ہر کام میں خفیہ و علانیہ بقدر امکان ڈرتا رہے۔

"خدا کے کام میں کوشش کرے۔ جو لوگ اس سے انحراف کریں اور اسلام سے شیطانی خواہشوں کی طرف بعد رفع عذر کے پھر جاویں۔ اُن کو اسلام کی طرف بلائے۔ اگر وہ اسلام قبول کریں تو اُن سے اپنا ہاتھ روک لے۔ اور اگر انکار کریں تو اُن پر ہر چہار طرف سے تاخت و تاراج کرے۔ یہاں تک کہ وہ اسلام کو تسلیم کرنے لگیں اور جو امور کہ اُن کے فائدہ یا نقصان کا باعث ہوں اون کو اوس سے آگاہ کرے۔ اپنا حق اُن سے لے اور اُن کا حق اُن کو دے۔ نہ اُن کو فرصت کا موقع دے۔ نہ مسلمانوں کو اُن کے قتال سے روکے۔ جو شخص خداے تعالیٰ کا حکم مانتے اور اُس کی تعمیل کرے۔ اُس کا اسلام قبول کیا جاوے۔ نیک کام میں اُسکی مدد کی جاوے۔ صرف وہی شخص قتل کیا جاوے جو حکم خدا ماننے کے بعد اُس سے انکار کرے۔ اور وہ بھی جب دعوت اسلام کو مان لے تو پھر اُس پر کوئی گرفت نہیں۔ اگر اس کے بعد وہ کچھ اخفا کرے تو اُس کا محاسبہ خدا کے متعلق ہے۔ جو شخص دعوت اسلام کو نہ مانے وہ رسوائی سے قتل کیا جاوے گا۔ خواہ کسی جگہ ہو"

"اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا کوئی چیز قبول نہیں کرتا۔ پس جو شخص اس کو مانے اور اقرار کرے اُسکا اسلام قبول کیا جاوے۔ اور اُس کی مدد کی جاوے۔ جو انکار کرے اُس کو قتل کیا جاوے۔ اور جب اللہ تعالیٰ اُن پر غالب کرے تو اسلحہ و آتش فشاں چیزوں سے اُن کو ہلاک کرے۔ مال غنیمت جس قدر ہاتھ آئے۔ اُس کا حصہ خمس ہمارے پاس بھیجدیوے۔ بقیہ مال مسلمان غازیوں میں تقسیم کردیوے۔ اپنے رفقا کو جلد بازی و فساد سے روکے۔ اور اُن میں خوگیر کی بھرتی کو داخل نہ ہونے دے۔ تا وقتیکہ اُن کے حالات سے پوری آگاہی حاصل نہ کرلے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ جاسوسی کا کام کریں۔ اور مسلمانوں کو اُس سے ضرر پہونچے۔ مسلمانوں سے میانہ روی

اختیار کرے۔ کوچ اور مقام میں اُن کے ساتھ نرمی و خلق کا برتاؤ کرے۔ جو شخص پیچھے رہ جاوے اوسکو تلاش کرے کوئی کسی شخص پر ظلم نکرنے پاوے اور لوگوں کو حسن معاشرت و نرم گفتاری سے نصیحت کرے"۔ سب سے اول نامہ (فرمان) خادم رسول اللہ حضرت انس بن مالک والی (گورنر) یمن کو بھیجا گیا۔ (بحوالہ واقدی)

# ترجمہ فرمان بنام اعراب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ فرمان ابوبکر خلیفہ رسول اللہ کی طرف سے قبائل عرب کے ہر خاص و عام کو ہے جو اسلام پر قایم ہو خواہ اوس سے پھر گیا ہو۔ سلام اوس شخص پر ہے جو راہِ راست پر ہے۔ اور گمراہی و نفسانی خواہش کا اتباع نکرے میں خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ تنہا ہے اور کوئی اُس کا شریک نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ۔ اللہ کے بندہ مگر اُس کے رسول ہیں۔ جو کچھ وہ رسول خدا لائے اوس پر ہمارا ایمان ہے اور جو اُس کو نہ مانے اُس کو ہم کافر جانتے ہیں اور اُس سے جہاد کرتے ہیں۔ (من بعد نعت و صفات رسول اللہ نہایت فصاحت و بلاغت سے فرمانے کے) تنبیہ ہے کہ ہم نے تمھاری طرف مہاجرین و انصار و تابعین کے لشکر کے ساتھ فلاں شخص کو امیر لشکر بنا کر روانہ کیا ہے۔ اور اُس کو حکم دیا ہے کہ کسی شخص کو قتل نکرے جب تک کہ اُس کو دین خدا کی دعوت نہ کرے جو شخص اوس کو مان لے اُس سے لڑائی نہ کرے جو نہ مانے اُس سے جنگ کرے۔ جو اطاعت کر لے اُس کے حق میں بہتر ہے جو انکار کرے وہ خدا کا کچھ بگاڑ نہیں کرسکتا۔ ہم نے اپنے سفیر کو حکم دیا ہے کہ وہ اس فرمان کو تمھارے ہر مجمع میں پڑھے۔ خدا کا دین اذان ہے جب مسلمان اذان دین تو امان پاوین اور لڑائی سے رُک جاویں۔ اگر اذان ندین تو اون سے اُن کے مذہب کے متعلق پرسش کریں بصورت انکار فوراً جنگ کی جاوے اور بحالت اقرار اُن کا اسلام مانا جاوے اور سلوک مناسب عمل میں لایا جاوے[۵]۔

---

[۵] بحوالہ ابن خلدون جلد دویم۔ ازالتہ الخلفا۔ خالد بن ولید ۸ھ ہجری میں مسلمان ہوے تھے۔ ایام جہالت میں آپ قریش کے تجربہ کار افسر فوجی تھے۔ فوج کو جنگی تعلیم دینا سامان حرب مہیا کرنا۔ سوار و پیدل سے جنگی خدمات لینا آپ کے متعلق تھا۔

# مختصر حالات جنگ مرتدین

(۱) **طلیحہ** بن خویلد اسدی قبیلہ بنی اسد اور قبیلہ فزارہ مرتد ہو کر طلیحہ کے مطیع ہو گئے اُس نے لوگوں سے کہا **محمد** بنی ہاشم کے نبی تھے اور بنی اسد کا نبی طلیحہ ہے وہ انتقال کر گئے اور بنی اسد کا نبی زندہ ہے۔ طلیحہ نے نماز میں سجدہ کرنا موقوف کرادیا اور کہا کہ خداوند عالم خاک پر مُنہ رکھنے کو ناپسند کرتا ہے اُس کا حکم یہ ہے ہر حال میں میری یاد کرو۔ بیٹھ کر خواہ کھڑے ہو کر۔ اور طلیحہ کے فروغ کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ ایک روز وہ اپنی قوم کے ساتھ سفر کر رہا تھا پانی کسی کے پاس نہ تھا تشنگی میں جب لوگوں نے پانی کی درخواست کی تو اُس نے یہ سجع کہا۔ (ابن اثیر) ارکبوا علالا ÷ واضربوا امیالا ÷ تجدوا ابلالا۔ یعنی میرے خاص گھوڑے علال پر چڑھکر چند میل چلے جاؤ تم کو پانی ملجاویگا۔ چنانچہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر گیا تو واقعی پانی مل گیا۔ ہمراہیوں کو بڑی خوشی ہوئی اور انہوں نے اس واقعہ کو طلیحہ کے معجزہ پر محمول کیا۔ خالد بن ولید سیف اللہ[1] قبیلہ طے میں پہونچکر کوہ سلمیٰ اور کوہ اجا کے درمیان ڈیرے استادہ کردئے اُس نواح کے جو لوگ اُس وقت تک مذہب اسلام پر قائم تھے وہ حضرت خالد سے مل گئے اور سفیروں کے ذریعہ طلیحہ کو وعظ و نصیحت کرتے رہے مگر وہ باز نہ آیا اور بالآخر جنگ کی نوبت پہنچی میمنہ لشکر پر **عدی بن حاتم طائی**۔ میسرہ پر **زید الخیل**۔ **جناح** پر زرقان بن بدر اور خود قلب میں کھڑے ہو کر جنگ کا انتظار کیا۔ **طلیحہ** مع قبائل **اسد**۔ **غطفان** اور **فزارہ** مقابلہ کو نکلا۔ **عدی و زید الخیل** نے ایسے سخت حملے کئے کہ دشمن گھبرا اٹھے۔ طلیحہ ایک گوشہ میں جا بیٹھا۔ چادر اوڑھکر کہنے لگا اب وحی نازل ہوگی۔ **عُیینہ** امیر لشکر بار بار آکر نزول وحی کا حال پوچھتا۔ تیسری مرتبہ جب وہ میدان جنگ سے آیا تب طلیحہ نے کہا کہ ہاں اب جبرئیل آیا ہے اور کہتا ہے ان لک رحی کرحاہ وحدیثا لا تنساہ

---

[1] حضرت خالد بن ولید ؁ یا ؁ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے۔ عہد رسالت میں آپ نے عظیم الشان کارروائیاں کیں فتوحات عظیم ظہور میں آئیں۔ آپ کی شجاعت و بہادری کے باعث حضرت رسول کریم نے سیف اللہ کا خطاب مرحمت فرمایا۔ حضرت صدیق نے طلیحہ کے مقابلہ میں آپکو جب روانہ کیا یہ حدیث پڑھی۔ انی سمعت رسول اللہ یقول نعم عبد اللہ واخو العشیرۃ خالد بن الولید سیفٌ من سیوف اللہ سلمہ اللہ العز وجل علی الکفار والمنافقین۔ (اخرجہ امام احمد)

(ابن اثیر) تیری امید خالد بن ولید کی سی ہوگی اور ایسی حالت گذرے گی کہ فراموش نہ ہوگی۔ عیینہ نے جواب دیا کہ ہم سے تم سے بھی وہ حادثہ گذرے گا کہ خلایق فراموش نکرے گی پھر اپنے پیغمبر پر لشکر اسلام کا غلبہ دیکھکر گھبرا گیا۔ اور لوگوں سے کہنے لگا کہ طلیحہ کذاب بنی ہے اس بات کو سنتے ہی فوجی لوگ بھاگ نکلے۔ اور طلیحہ مع اپنی زوجہ کے ملک شام کی طرف نکل بھاگا مگر عیینہ گرفتار کرکے مدینہ طیبہ بھیجا گیا وہاں اُس نے مجدداً اسلام قبول کرلیا۔ طلیحہ کی وجہ سے جتنے قبائل مرتد ہوگئے تھے اس فتح کے بعد از سر نو مسلمان ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب طلیحہ کو مرتدین کے عفو تقاصیر کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی مدینہ آکر مسلمان ہوگیا۔ اور حضرت فاروق کے عہد میں جنگ نہاوند میں شہید ہوا۔

# جنگ بطاح

بطاح یہ ریاست حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مالک بن نویرہ کے تحت میں تھی جو قبیلہ بنی تمیم کا بہادر شہسوار رئیس تھا۔ اور باشندگان یربوع کا صدقہ وصول کرتا تھا لیکن ارتداد کی شورش عرب میں ترقی پکڑ گئی تو اس شخص نے بھی زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا تھا۔ خالد سیف اللہ نے بطاح پہنچکر حسب الحکم خلیفہ صاحب بطاح کا محاصرہ کرکے لشکر کو حکم دیا کہ لوگوں کی اذان ونماز کا حال معلوم کریں۔ لشکری لوگ بنی ثعلبہ بن یربوع کی ایک جماعت کو پکڑ لائے جن میں مالک بھی تھا۔ مگر اُس کے بارہ میں اُن کی رائے مختلف تھی قتادہ انصاری وچند اشخاص نے کہا کہ ہم نے اذان و اقامت اُن میں سن لی ہے چند اعرابی اُس کے مخالف تھے خالدرض نے ضرار بن ازور کو ان قیدیوں کی حفاظت کا حکم دیا۔ شب کے وقت منادی نے اعلان کیا۔ "دافئوا اسراکم یعنی اپنے قیدیوں کو گرم کپڑا اوڑھا دو" قبیلہ بنی کنانہ کے اصطلاح میں یہ فقرہ کنایہ قتل سے تھا۔ ضرار چونکہ کنانی تھے چنانچہ انہوں نے منادی کے اس فقرہ کو کنایہ قتل پر محمول کرکے مالک کو قتل کردیا۔ بعض کا قول ہے کہ جب مالک کی پیشی امیر لشکر کے سامنے ہوئی تو اُس نے کہا ما اخال صاحبکم الا قال کذا وکذا۔ یعنی میں نہیں خیال کرتا کہ تمہارے صاحب نے یہ بات کہی ہو۔۔۔۔۔ ہ صاحب سے مراد اُس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھی اس فقرہ کو سن کر خالد بھڑک اُٹھے اور کہا کیا وہ ہمارے صاحب تھے تمھارے نہ تھے چونکہ

اس قسم کی تقریر کرنا اُس وقت کے کفار و مرتدین کا شیوہ تھا اس بناپر حضرت خالدؓ نے اسکو مرتد تصور کرکے قتل کرادیا۔ مالک کی بیوی ام تمیم نہایت حسین تھی خالد نے مالک کے قتل ہوتے ہی اوس سے نکاح کرلیا ابو قتادہ انصاری اس بات پر ناراض ہوکر مدینہ چلے آئے اور حضرت خلیفہ سے مالک کا قصہ بیان کیا۔ اور خالد کی شکایت کی کہ اُس نے میرے بیان کو نہ مانا بادیہ نشینوں کی شہادت کا اعتماد کیا جن کا مدعا مال غنیمت حاصل کرنا تھا۔ نیز مالک کے برادر متمم بن نویرہ نے مدینہ پہونچکر حضرت صدیق سے واقعات بیان کرکے اپنے برادر کا قصاص اور قیدیوں کی واپسی کی استدعا کی حضرت فاروق رضؓ متمم کے مددگار بن گئے۔ اور حضرت خلیفہ سے عرض کیاکہ خالد کی تلوار مسلمانوں پر چل رہی ہے۔ اس صورت میں اُس سے قصاص لینا چاہئے۔ حضرت نے نامہ بھیجکر صرف خالد کو طلب فرمایا۔ خالد نے فوراً مدینہ پہونچکر بلالؓ کے توسل سے خلیفہ صاحب کی خلوت میں حاضر ہوکر قتل کی حقیقت اور اپنے عذر کو بیان کیا حضرت ابوبکر نے اُن کا عذر پذیرا کرکے کام پر واپس کردیا اور حکم دیا کہ لشکر کے ساتھ رسائی رکھے اور یمامہ پہونچکر جلد تر مسیلمہ کذاب کی آتش فتنہ کو رفع کرے اودہر مالک کا خونبہا بیت المال سے دیدیا اور متمم کو اوسکی قوم کے قیدی حوالہ کردئے۔ مالک کے ارتداد و اسلام کی نسبت مورخین کا اختلاف ہے۔ ابن عبدالبر مغیری۔ جو امام وقت گذرے ہیں اپنی تحقیقات میں مالک کو مرتد کہتے ہیں۔ چنانچہ (استیعاب) میں لکھتے ہیں کہ

| | |
|---|---|
| امرہ ابوبکر الصدیق علی الجیوش ففتح اللہ علیہ الیمامہ وغیرھا وقتل علی یدیہ اکثر اھل الردۃ منھم مسیلمۃ ومالک بن نویرۃ | ابوبکر صدیق نے خالدؓ کو لشکر پر حاکم کیا پس اللہ تعالی نے یمامہ کا ملک اور اُس کے سوا فتح کئے اور خالد نے اکثر مرتدین کو قتل کیا جن میں مسیلمہ و مالک بن نویرہ تھے۔ |

# سجاح بنت حارث و مسیلمہ کذاب

سجاح یہ عورت خاندان بنی تغلب سے تھی اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد دعوے دار نبوت ہوئی۔ فن کہانت سے خوب ماہر تھی؛ اس لئے کئی ہزار آدمی اُس کے ہمراہ ہوگئے اور وہ

فوج لیکر حضرت خلیفہ رسول اللہ کے ساتھ جنگ کے ارادہ سے۔ **مدینہ دارالخلافہ** کو روانہ ہوئی۔
مقام حُزن میں جب یہ لشکر پہونچا تو **مالک** بن نویرہ نے مصالحت کرکے اُس کو مدینہ سے روکا اور بنی تمیم پر
حملہ کرنے کی توجہ دلائی۔ اُس لڑائی میں ابتدًا **سجاح** کامیاب ہوئی وکیع **بن مالک** اُس سے مل گیا مگر
آخر میں شکست کھائی۔ بالآخر کچھ تصفیہ کرکے آگے بڑھی۔ مالک بن نویرہ وکیع اُس سے علٰحدہ ہو گئے اور اپنی قوم
میں چلے گئے۔ سجاح مایوس ہوکر **بنی حنیفہ** کی طرف روانہ ہوئی جہاں مسیلمہ نے دعویٰ نبوت کیا تھا چونکہ
لشکر اسلام بہ ماتحتی **عکرمہ** بن ابوجہل مسیلمہ کے مقابل میں تھا۔ اس لئے مسیلمہ نے تحفہ تحائف بھیجکر سجاح
سے مصالحت کرلی۔ جب وہ شہر میں داخل ہوئی تو ایک عمدہ چرمی خیمہ مسیلمہ نے نصب کراکر اُس کو بخور و
عطریات سے معطر کرایا اور اُس خیمہ میں مسیلمہ نے سجاح سے تخلیہ میں ملاقات کی۔ سجاح نے دریافت کیا کہ
آپ پر کیا وحی نازل ہوئی۔ مسیلمہ نے جواب دیا

(ابن اثیر) الم ترالی ربك كيف فعل بالحبلی اخرج منها نسمة تسعی من بين صفاقٍ وّغشیٍ۔

کیا تو اپنے پروردگار کو نہیں دیکھتی کہ حاملہ عورتوں سے کیا کام کرتا ہے اُن سے دوڑتی ہوئی روح پردوں اور جھلیوں سے نکالتا ہے۔

پھر سجاح نے کہا کچھ اور سنائیے۔ تب مسیلمہ نے یہ فقرات پڑھے۔

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ لِلنِّسَآءِ اَفْرَاجًا وَّجَعَلَ الرِّجَالَ لَھُنَّ اَزْوَاجًا فَتُوْلِجُ فِیْھِنَّ اِیْلَاجًا ثُمَّ مَا شِئْنَا اِخْرَاجًا فَیَنْتِجْنَ لَنَا اِنْتَاجًا

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو ذی فرج پیدا کیا ہے اور مردوں کو اونکا جوڑا بنایا پس وہ اونکی فرج میں اچھا دخول کرتے ہیں پھر ہم جو چاہتے ہیں نکالتے ہیں اور وہ عورتیں ہمارے واسطے بچے جنتی ہیں۔

**سجاح** چونکہ جوان عورت تھی خیمہ بھی مہک رہا تھا یہ مضامین سُن کر جوش میں بھر گئی۔ مستی میں کہنے لگی کہ
میں تمھاری نبوت پر گواہی دیتی ہوں اُس پر مسیلمہ نے کہا تو نبیہ میں نبی۔ دونوں کا خوب جوڑ مل گیا۔ اگر مرضی ہو
تو ہم بستری کی جاوے۔ سجاح نے درخواست قبول کی۔ دونوں مرتکب فعل شنیعہ ہوئے تین دن خیمہ میں عیش
کرکے قوم میں گئی۔ پیغمبر **یمامہ** کی تصدیق نبوت اور اُس سے نکاح کرنے کے حالات بیان کئے چونکہ مہر کچھ مقرر

نہ ہوا تھا قوم نے ملامت کی اس لئے مسیلمہ کے پاس جاکر مہر کی خواستگار ہوئی۔ چنانچہ اُس نے صبح و شام نماز بعوض مہر معاف کردی بعد اس کے یہ قبیلہ بنی تغلب میں آئی اور امیر معاویہؓ کے زمانہ میں مسلمان ہوگئی تھی۔ مسیلمہ کے مقابلہ میں حضرت خلیفہ رسول اللہ نے عکرمہ کو امیر لشکر کرکے روانہ کیا تھا۔ اور شرحبیل بن حسنہ کو دستہ لشکر کے ساتھ کمک میں بھیجا تھا لیکن عکرمہ نے جنگ میں عجلت کی مسیلمہ کی فوج بہت زائد تھی اس لئے شکست کی نوبت پہونچی جس کی اطلاع حضرت خلیفہ صاحب کو کی گئی اور حضرت نے خالد سیف اللہ کو یمامہ جانے کا حکم دیا۔ حضرت نے یمامہ کی سرحد پر قیام کیا مسیلمہ چالیس ہزار فوج لے کر مقابل ہوا مسیلمہ نے فوج کو ترتیب دے کر قلب لشکر میں خود قیام کیا۔ خالد سیف اللہ نے زید بن خطاب کو میمنہ پر۔ ساحہ بن زید کو میسرہ پر عکرمہ کو مقدمۃ الجیش بناکر خود قلب لشکر میں کھڑے ہوئے۔ دونوں جانب سے نہایت جوش و خروش کی جنگ شروع ہوئی۔ لشکر اسلام سے تین سَو غازی شہید ہوئے فریق ثانی کی جماعت کثیر قتل ہوئی۔ اس پر لشکر مسیلمہ نے یک بارگی حملہ کیا اور مسلمانوں کے پاؤں اکھاڑ دئے۔ اس حملہ میں اسی مسلمان شہید ہوئے خالد بدستور اپنی جگہ قایم رہے اور للکار کر اہل اسلام سے کہا کہ "اے حاملان سورہ بقر اے تعلیم یافتگان جناب پیغمبر۔ اے گروہ ثابت قدم تمہارے استقلال کی تعریف قرآن میں مذکور ہے۔ اے بہادرو تمہاری شجاعتیں عالم میں مشہور ہیں۔ خدا سے ڈرو۔ دشمنان دین سے موُنھ نہ موڑو۔ ورنہ خدائے تعالیٰ تم پر غضب ناک ہوگا اور تمہارا عذر قبول نہ کرے گا۔" یہ فقرات سُن کر مسلمانوں نے کمال شجاعت دکھلائی بگڑی ہوئی لڑائی کو دوبارہ جیت لیا۔ اُس روز مہاجرین و انصار میں ۵۰۴ حافظان قرآن شہید ہوے۔ رافع بن خدیجہ انصاری کا بیان ہے کہ میں نے جنگ یمامہ میں دیکھا کہ بیس مرتبہ سے زیادہ لشکر اسلام کو جگہ سے اکھیڑ دیا اور جماعت کثیر نامداران لشکر کو شہید کر دیا۔ لیکن بالآخر مسلمانوں نے ایسا استقلال دکھلایا کہ مسیلمہ شکست کھاکر باغ مسیلمہ میں پناہ گیر ہوگیا اور مسلمانوں نے اُسکا محاصرہ کرلیا۔ براء ابن عازبؓ نے کہا کہ مجھکو ڈھال پر بٹھلا کر اور اُس کے اطراف میں نیزے لگا کر ایک بارگی باغ کے اندر پھینک دو جب براء اندر ڈالے گئے تھے تو اُنھوں نے وہاں خوب قتال کیا اور اُس باغ کا دروازہ کھول دیا جس سے مسلمان باغ کے اندر گھس گئے۔ باغ میں گھمسان معرکہ ہوا مسلمانوں نے مرتدین کے خون کی ندیاں

بہادیں۔ مسیلمہ چاہتا تھا کہ دروازہ باغ سے باہر نکل جاوے وحشی دروازہ باغ پر کھڑا تھا ایک انصاری نے مسیلمہ کو پہچان کر آواز دی کہ او وحشی دیکھتے ہو مسیلمہ نکلا جاتا ہے۔ یہ سنتے ہی وحشی دوڑا۔ اور جس حربہ سے حضرت حمزہ رضہ عم رسول اللہ کو شہید کیا تھا وہی خنجر مسیلمہ کے پیٹ کے اوپر مارا جو دو زرہوں کو کاٹتا ہوا باہر نکل گیا۔ مسیلمہ زمین پر گر پڑا۔ وحشی چلایا "میں وحشی غلام جبیر ابن مطعم کا ہوں۔ کفر میں بہترین کو قتل کیا اور زمانہ اسلام میں بدترین خلق کو مارا"۔ باقی ماندہ لوگ بنی حنیفہ باغ کے راستوں سے فرار ہو گئے۔ اس کے بعد مجاعہ بن فرار کی رائے سے بنی حنیفہ کے ساتھ مصالحت کی یہ تجویز قرار پائی کہ جس قدر درہم دینار مال و اسباب قلعوں میں تھا وہ سب اور تیسرا حصہ مواشی کا اور چہارم حصہ زراعت کا لیکر خالد نے صلح منظور کرلی۔ بعد صلح مجاعہ کا فریب کھلا کہ اُس نے قلعوں پر عورتوں کو مردانہ لباس سے ٹہلنے کو کہا تھا تاکہ خالد کو معلوم ہو کہ ابھی بنی حنیفہ کی بہت سی فوج قلعہ گزیں ہے۔ جب یہ راز کھل گیا تو مجاعہ سے بازپرس کی گئی لیکن اُس نے عذر کیا کہ ہمارے یہاں کے سب مرد مارے گئے قوم کی عورتوں اور بچوں کو محفوظ رکھنے کی وجہ سے ہم نے ایسا کیا تھا۔ معاہدہ تو قایم رہا مگر مجاعہ کو اس فریب کی سزا دی گئی۔ خاتمہ جنگ پر شمار کیا گیا تو اہل اسلام میں سے ایک ہزار دو سو (۱۲۰۰) صحابہ شہید ہوئے تھے جن میں سے سات سو حافظ قرآن تھے۔

## ارتداد بحرین

اہل بحرین ۸ھ ہجری میں عہد رسالت میں مسلمان ہو گئے تھے منذر بن ساوی حاکم بحرین مقرر کردہ حضرت سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور اوسی اثناء میں خبر وصال حضرت رسول کریم بحرین میں پہونچی اہل شہر مرتد ہو گئے۔ وہاں دو فرقے تھے۔ بنی عبدالقیس اور بنی بکر اول الذکر فرقہ مسلمان رہا بنی بکر مرتد ہو گیا۔ قدیمی عداوت نے جنگ کو اشتعال دیا۔ بنی بکر نے کسریٰ شاہ فارس سے مدد طلب کی اور بنی عبدالقیس نے حضرت صدیق خلیفہ رسول کے پاس قاصد روانہ کیا۔ مگر باہمی جنگ کا یہ نتیجہ ہوا کہ بنی بکر غالب ہو گئے اور بنی عبدالقیس جواثی (نام شہر) کے قلعہ

میں پناہ گزیں ہو گئے مدت تک کفار نے محاصرہ جاری رکھا۔ رسد وغیرہ ختم ہو گئی نہایت تکلیف کی حالت میں اشعار لکھ کر قاصد کو شب کے وقت قلعہ سے اوتار کر دارالخلافہ کی طرف روانہ کیا۔

أَلَا أَبْلِغْ أَبَا بَكْرٍ رَسُولًا — وَفِتْيَانَ الْمَدِينَةِ أَجْمَعِينَا

اے قاصد حضرت ابوبکر صدیق — اور جملہ جوانان مدینہ کو خبر پہونچا دے

فَهَلْ لَكُمْ إِلَى قَوْمٍ كِرَامٍ — قُعُودٍ فِي جُوَاثَى مُحْصَرِينَا

کیا تم کو اوس قوم کی بھی خبر ہے — جو قلعہ جواثی میں محصور بیٹھی ہے

كَأَنَّ دِمَاءَهُمْ فِي كُلِّ فَجٍّ — دِمَاءُ الْبُدْنِ تَغْشَى النَّاظِرِينَا

ان کا خون تمام راستوں میں — اونٹنیوں کے خون کی طرح ناظرین کی آنکھوں کو چوندھیا رہا ہے

تَوَكَّلْنَا عَلَى الرَّحْمٰنِ إِنَّا — وَجَدْنَا الصَّبْرَ لِلْمُتَوَكِّلِينَا

ہم نے خدائے رحمٰن پر بھروسہ کر لیا ہے — اور مدد بھروسہ کرنے والوں کے واسطے ہوتی ہے

حضرت خلیفہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے علاء بن الحضرمی[۱] کو سپہ سالار بنا کر مع ہدایات ضروری روانہ فرمایا۔ چنانچہ اثنائے راہ میں ثمامہ بن اثال وقیس بن عاصم مع اپنے رفقاء کے شریک لشکر علاء رضی اللہ عنہ ہو گئے جب یہ عسکر اسلامیہ بحرین پہونچا تو محصورین نے دشمنوں کی تعداد کثیر سے انکو مطلع کیا امیر لشکر نے محصورین سے کہلا بھیجا کہ ہم مخالفین پر شبخون مارینگے جب آواز نعروں کی سنو فوراً قلعہ سے نکل کر حملہ کرنا۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق علاء بن الحضرمی نے رات میں حملہ کیا مجاہدین کے نعروں کی آواز سن کر اہل قلعہ نے نکل کر شمشیر زنی شروع کر دی بے انتہا کفار قتل ہوے۔ اور بہت سے مسلمان شہید ہوے کفار ہزیمت خوردہ بھاگ نکلے اس قدر مال غنیمت ہاتھ آیا کہ خمس نکالنے کے بعد ہر سوار کو چھ ہزار (۶۰۰۰) درہم اور پیدل کے حصہ میں دو ہزار (۲۰۰۰) درہم آئے تھے۔

---

[۱] حضرت علاء رضی اللہ عنہ صحابی جلیل القدر۔ عالم متبحر اور مستجاب الدعوات تھے۔ آپکے والد عبداللہ بن عباد (حضرمی) لقب تھے۔ سنہ ۱۴ ہجری میں بعہد خلافت حضرت فاروق علیہ السلام رحلت کی (ابوہریرہ) فرماتے ہیں کہ واپسی بحرین میں ریگستان میں علاء کا انتقال ہوا اپنے تجہیز و تکفین کر کے ریت میں قبر بنا کر دفن کر دیا۔ اور جب لشکر کچھ دور پہونچ گیا تو مجکو خیال ہوا کہ مبادا نعش علاء کو کوئی درندہ نکال لیجاوے۔ چنانچہ ہم لوگ واپس ہوے اور جس جگہ دفن کیا تھا اوسکو کھودا۔ مگر نعش علاء کو غائب دیکھا۔

# قابل یادگار معرکہ خلیج دارین

## سمندر کا خشک ہو جانا

علاءؓ بن الحضرمی نے جب بحرین فتح کر لیا تو بقیۃ السیف مرتدین کفار خلیج دارین میں پناہ گزین ہو گئے۔ یہ ایک جزیرہ کی آبادی ہے جو ساحل سے شبانہ روز کی مسافت پر واقع ہے وہاں پیشتر سے دشمنان اسلام کا اجتماع تھا اور شکست خوردہ بحرین نے وہاں پہونچکر خوفناک طاقت بنادی تھی سپہ سالار علاءؓ کو یہ تردد ہوا کہ اگر دارین پر حملہ کیا جاوے تو دشمن عقب سے بحرین پر حملہ کرے گا اور اگر دارین کو اُس کی حالت پر چھوڑا جاوے تو وہاں کی قوت ترقی پا جاوے گی اور بحرین خطرہ میں رہے گا۔ چنانچہ جنرنیل موصوف نے اولاً اُن مسلمان قبائل کو احکام بھیجے جو اسلام پر قایم تھے کہ مرتدین منہزمین کے راستوں کی ناکہ بندی کر دو۔ تاکہ اُن میں سے کوئی بحرین کی جانب نہ آسکے چنانچہ اُن قبائل نے اُس کا انتظام کر دیا۔ اُس کے بعد حضرت علاءؓ صحابی رضی اللہ عنہ نے دارین کا قصد ظاہر فرمایا لیکن دارین کے واسطے کشتی و جہازوں کی ضرورت تھی اور مسلمانوں کے پاس سامان بحری مطلق نہ تھا۔ لیکن حضرت علاءؓ ایسے شخص نہیں تھے جن کو سمندر کی مہیب صورت ڈرا دیتی۔ چنانچہ ایک روز آپ نے بعد نماز صبح ایک خطبہ پڑھا جس میں بیان کیا کہ جماعتیں اور مفرورین کے گروہ اس خلیج دارین میں جمع ہو گئے ہیں تم لوگ خشک میدان میں تائید الٰہی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔ لہذا اوسی قسم کی غیبی امداد کی توقع سمندر و دریا میں رکھنی چاہیئے۔ تم سمندر میں داخل ہو کر دشمنان خدا پر حملہ کرو۔ مسلمانوں نے جواب دیا کہ دھناء میں خدائے تعالیٰ نے لشکر اسلام کے واسطے چشمۂ آب ظاہر کر دیا تھا۔ باربرداری کے گم شدہ اونٹوں کو جمع کرا دیا تھا۔ اس غیبی تائید نے اب ہم کو راسخ الاعتقاد بنا دیا ہے۔ اسکے بعد ہم اب کسی چیز سے خائف نہیں ہو سکتے۔ جب غازیان و فدائیان اسلام کو اس درجہ راسخ پایا تب حضرت علاءؓ مع لشکر ظفر پیکر سمندر کے کنارہ پر تشریف لے گئے۔ سب سے اول آپ نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈالا اور دعا باآواز بلند پڑھی یا ارحم الرحمین یا کریم یا حلیم یا احد یا صمد یا حی یا محی الموتی یا حی

یا قیوم۔ لا الہ الا انت یا ربناۃ آپ کے بعد غازیان اسلام بھی یہ دعا پڑھتے ہوئے سمندر میں داخل ہوئے۔ کوئی اسپ سوار کوئی شتر سوار کوئی خچر سوار لیکن کثیر التعداد پیدل تھے۔ شان رحمت دیکھئے سمندر کا ایسا خشک ہوگیا کہ اونٹ گھوڑوں اور خچروں کے صرف سم تر ہوگئے تھے مگر پا پیادہ اس طور پر طے کر رہے تھے جس طرح تر ریت پر چل رہے ہیں۔ اللہ اللہ یہ اثر اُس تعلیم مصطفائی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جسکی خبر جا بجا قرآن مجید دیتا ہے۔ تُزَکِّیھِم یعنی حضرت رسول کریم کی شرف صحبت وتعلیم سے صحابہ کے نفوس پاک و منزہ ہوگئے اور ہمہ وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے میدان جنگ میں بھی تمام شب بیداری و یاد الٰہی میں مصروف رہتے حضرت علاء نے شب بیداری میں دعا مانگی اور وہ ایسے عجیب طور پر قبول کی گئی کہ سمندر نے اس طور پر لشکر اسلام کو راستہ بنا دیا کہ چپ و راست عظیم الشان پانی کے دو پہاڑ کھڑے تھے۔ غازیان اسلام نہایت مسرت واطمینان سے راستہ طے کر رہے تھے اور کفار دارین بے خبر تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ حضرت علاء بن الحضرمی کی اس کرامت کا موازنہ معجزہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے ہوتا ہے کہ آنحضرت کیواسطے بحر قلزم نے بارہ راستہ بنا دئے تھے۔ لیکن درحقیقت بحرین کے سمندر میں راستہ کا ہویدا ہونا۔ **اعجاز قسم سویم**۔ اوس ذات سراپا اعجاز صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہے جو قیامت تک حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء امت سے بطور کرامات ظاہر ہوتے رہیں گے الغرض علاء امیر لشکر اس تائید الٰہی سے نہایت اطمینان وسہولیت سے دارین پہونچ گئے اور قلعہ دارین کو محصور کرلیا اور بہت جلد قلعہ مذکور فتح کرلیا۔

## چشمہ حالات صحراے دھناء

بحوالہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ دھناء میں جب لشکر اسلام پہنچا تو میدان بے آب وگیاہ میں فوج کو تشنگی غالب ہوئی سردار لشکر سے پانی نہ ہونے کی شکایت کی گئی اُس وقت حضرت علاء نے ایک سوار کو حکم دیا کہ فلاں سمت جاکر تلاش کرے خداوند کریم کارساز نے تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک چشمہ پیدا کردیا۔ سوار نے واپس آکر اطلاع دی ان کا نام منجاب بن ارشد تھا۔ تمام لشکر اُس سے سیراب ہوا اور ظروف بھر لئے۔

حضرت ابوہریرہ نے ایک برتن میں پانی بھر کر چشمہ کے کنارہ پر رکھدیا تھا جب لشکر نے وہاں سے کوچ کیا
تب حضرت ابوہریرہ نے امتحان کی غرض سے منجاب کو اُس چشمہ کی طرف روانہ کیا اور فرمایا کہ تم چشمہ کے
موقع کو جانتے ہو وہاں جاکر دیکھو کہ چشمہ موجود ہے یا نہیں - منجاب نے اُس سرزمین پر پہنچکر دیکھا کہ چشمہ کا مطلقاً نشان
نہ تھا لیکن وہ برتن پانی سے بھرا ہوا بدستور رکھا ہوا ہے - چنانچہ واپس آکر حالات بیان کئے - چنانچہ حضرت ابوہریرہ نے
فرمایا کہ میں نے اس امر کا امتحان کیا تھا کہ اگر وہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے تائید ہے تو ہمارے واسطے مَنّ
ہے - جس طور پر کہ بنی اسرائیل پر **من و سلویٰ** نازل فرمایا تھا - اب یقین ہوا کہ خدائے تعالیٰ نے
غیبی امداد فرمائی تھی یہ آب رحمت ہمارے واسطے مَنّ ہے اور اُس سے بڑھکر سمندر کو خشک کر کے دکھلا دیا
کہ وہ دین اسلام کی غیبی تائید ہے -

# اسلام آوردن راہب

**موضع ہجر** کا ایک عیسائی راہب (پادری) جو اس لشکر کے ہمراہ تھا وہ بحر و بر میں
تائید آسمانی دیکھ کر قبول اسلام پر مجبور ہو گیا - کسی نے اوس سے دریافت کیا کہ تیرے مسلمان ہونے
کی کیا وجہ ہوئی :-

قال اشیاء خشیت ان یمسخنی اللہ بعدھا ان انالم افعل (۱) فیضٌ فی الرمل (۲) وتمھید ابتاج البحر (۳) ودعاءٍ سمعتہ فی عسکرھم فی الھواء سحراً -

راہب نے جواب دیا کہ تین چیزیں میں نے ایسی دیکھیں کہ اُن کے بعد بھی اگر مسلمان نہ ہوتا تو مجھکو خوف تھا اللہ تعالیٰ مجھکو مسخ کر دیتا - اوّل میدان بے آب و گیاہ میں چشمہ کا جاری ہو جانا - دویم سمندر میں راستہ بن جانا تیسرے ایک دعا جو لشکر اسلام میں صبح کے وقت میں نے آسمان کی جانب سے سنی -

لوگوں نے دریافت کیا وہ کیا دعا تھی :-

قال اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ لَا اِلٰہَ

اے خدا تو بڑا رحم کرنے والا ہے رحم کرنے والوں میں سے کوئی

غَيْرُكَ وَالْبَدِيعُ لَيْسَ قَبْلَكَ شَيْئٌ وَالدَّائِمُ غَيْرُ الْغَافِلِ وَالْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَخَالِقُ مَا يُرٰى وَمَا لَا يُرٰى وَكُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ وَسِعْتَ اَللّٰهُمَّ كُلَّ شَيْئٍ عِلْمًا ـ

معبود سوائے تیرے نہیں ہے تو نئی چیز پیدا کرنے والا ہے کوئی شخص تجھ سے پہلے نہیں تو ہمیشہ ہے تو کبھی غافل نہیں تو وہ ہے جس کو موت نہیں ۔ اور پیدا کرنے والا دیکھے اور بن دیکھی چیز کا ہر روز تو ایک کام میں ہے ۔ جانتا ہی تو ہر ایک چیز کو ۔ تیرا علم وسیع ہے ۔

میں اُن حالات کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ مسلمانوں کی اعانت و تائید میں ملائک کی شرکت ہے اور وہ اس وجہ سے شریک ہیں کہ حق پر ہیں ۔ اہل اسلام و خصوصاً صحابہ کو حقانیت اسلام و تائید آسمانی پر عین الیقین اس درجہ حاصل تھا کہ اُس کے واسطے کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی ۔ اُن کے دلوں میں یہ مضمون راسخ تھا کہ ہم حق پر ہیں ۔ اور تائید الٰہی ہمارے ساتھ ہے لیکن جب کوئی عینی مشاہدہ مل جاتا ہے ۔ تو اُس یقین کو ترقی اور ایمان کو افزائش ہو جاتی ہے ۔

قال عفیف ابن منذر ۔ عفیف ابن منذر رضی اللہ عنہ نے خدائے تعالیٰ کی اس نعمت و احسان کو بیان کیا ہے :۔

الم تر ان اللہ ذلل بحرہ وانزل بالکفار احد الجلائل

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو مسخر کر دیا اور کفار پر بڑی مصیبت نازل کی

دعونا الذی ۔ شق البحار فجاء نا باعجب من فلق البحار الاوائل

ہم نے اُس ذات پاک سے دعا کی جس نے دریاؤں کو شق کیا تھا ۔ پس ہمارے واسطے اُس سے بھی زیادہ عجیب بات ظاہر کی جو سابقین کے لئے ہوئے تھی

(رواہ طبرانی)

## ارتداد اہل عمان و مہرہ

عمان و مہرہ کے لوگ عہد رسالت مہد کے بعد مرتد ہو گئے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

جیفر اور عبد کو حاکم مقرر کیا تھا قوم کی شورش دیکھ کر یہ دونوں گورنر بھاگ کر ایک پہاڑ میں چھپ رہے
اور بذریعہ قاصد حضرت خلیفہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تھی۔ حضرت نے حذیفہ بن محصن
اسدی کو لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا۔ عمان پر جنگ کرنے کے واسطے اور عرفجہ بارقی کو مہرہ کی جانب امیر لشکر
بنا کر روانہ کیا اور عکرمہ کو حکم بھیجا جو یمامہ میں تھے کہ تم فوراً اون دونوں کی کمک پر عمان روانہ ہو۔ حملہ
اول عمان پر کیا گیا وہاں لقیط بن مالک ازدی پیغمبر بنا ہوا تھا اور اُس نے دارالحکومت دُبّا میں
لشکر جرار فراہم کر لیا تھا۔ عسکر اسلامیہ نے زبردست جنگ کر کے فتح حاصل کر لی دس ہزار کفار اور انکا
پیغمبر لقیط قتل ہوا۔ مال غنیمت کثیر مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ بعدہ مہرہ پر چڑھائی کی گئی۔ عکرمہ رضہ امیر لشکر
تھے۔ بڑی خونریزی کے بعد مسیح محاذلی سرغنہ کفار قتل ہوا اور اُس کی فوج مقتول اور بقیہ فرار ہوئی
مال غنیمت کثیر ہاتھ آیا علاوہ مال کے منجملہ اور سامان کے صرف دو ہزار گھوڑے تھے۔

## ارتداد اھل حضرموت و کندہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصول جزیہ و صدقات کے واسطے زیاد بن لبید
انصاری کو حاکم مقرر کیا تھا۔ بعد وفات شریف اشعث بن قیس جو اُن لوگوں میں ذی وجاہت شخص تھا یہ
مع اپنی قوم کے مرتد ہو گیا۔ اور گورنر زیاد کو جنگ کی نوبت پہونچی آپ وہاں سے بچکر مدینہ منورہ آئے
اور حضرت خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وہاں کے حالات سے مطلع کیا۔ جناب موصوف نے معقول فوج
کا افسر زیاد انصاری کو بنا کر پھر حضرموت و کندہ کی جانب فوراً روانہ کر دیا گرچہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان
چند مرتبہ جنگ ہوئی مگر فیصلہ آخری کسی فریق کے حق میں نہ ہوا۔ یہ حالات ملاحظہ کر کے حضرت خلیفۃ المومنین
نے عکرمہ بن ابوجہل اور مہاجر بن امیہ کو زیاد کی کمک میں روانہ کیا۔ متعدد لڑائیوں کے
بعد اشعث مع فوج ایک قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ اور مدت تک محصور رہا بالآخر گرفتار ہو کر مدینہ بھیجا
گیا۔ اور حضرت خلیفہ کے سامنے کفر سے تائب ہو کر اسلام قبول کیا۔ حضرت فاروق علیہ السلام ہر چند اشعث
کے قتل کے درپے تھے مگر حضرت ابوبکر رضہ نے اُس کی جوانمردی و سپہ سالاری اور پھر صدق دل سے قبول تو

دیکھ کر اُس کا قصور معاف کر دیا ــــــــــــ اور اُس کی درخواست پر اپنی ہمشیرہ ام فروہ کا نکاح اشعث سے کر دیا۔ یہ فراست حضرت ابوبکر نہایت کارآمد ہوئی اور جنگ عراق میں بڑے کارنمایاں اشعث سے ظہور میں آئے۔ (استیعاب)

# جنگ عراق عرب (میسوپوٹیمیا)

عراق عراب۔ حملہ اہل اسلام کے وقت اردشیر کسریٰ، شاہ فارس، (ایران) کے ماتحت تھا اُس زمانہ میں فارس کی سلطنت اس قدر وسیع تھی کہ عراق عرب۔ عراق عجم۔ فارس۔ خراسان۔ ماژندران۔ کرمان سب اُس کے قبضہ میں تھے۔ حضرت رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیان نبوت اور مرتدین کی شورش و بغاوت اس درجہ کو پہونچ گئی تھیں کہ حضرت خلیفہ رسول اللہ کا پہلا سال خلافت اُن کے استیصال و اصلاح میں صرف ہو گیا تھا۔ جب اندرونی بغاوتیں اس طرح فرو ہو گئیں اور فتنہ و فسادات تمام مٹ گئے اور ملک عرب ان جھگڑوں سے پاک و صاف ہو گیا۔ تب آغاز سال دویم یعنی ۱۲ھ ہجری میں حضرت فائب الرسول کریم کو وہ خیالات تازہ ہوئے جنکی نسبت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ ــــــــــــ روم۔ شام۔ یمن میں روشنی اسلام پھیلے گی اور وہ زمانہ جلد آنے والا ہے

(مسلم شریف) حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرق سے مغرب تک کی زمین مجھکو دکھلائی اور بتایا کہ ان تمام حصص میں جو مجھے دکھلائے گئے میری اُمت پہونچے گی نیز مجھے سونے چاندی کے خزانے دکھلائے گئے۔

(مسلم۔ حضرت ابوہریرہ) ارشاد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ کسریٰ و قیصر ہلاک ہونگے پھر ان کے بعد کسریٰ و قیصر نہو گا تم ان دونوں کے خزانے راہ خدا میں لٹاؤ گے۔

چنانچہ حضرت خلیفہ نبی کریم نے اس پیشین گوئی کی تعمیل میں سب سے اول عراق پر فوج کشی کی تجویز کی جو ملک فارس کا ایک صوبہ تھا۔

(مسلم) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عالم المغیبات صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب مسلمان کسریٰ و قیصر کے خزانوں کو فتح کریں گے۔

# اسباب فوج کشی

اس جنگ کے وجوہ یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ مثنیٰ ابن حارث شیبانی جو کچھ مدت سے اپنی قوم کے ہمراہ اطراف عراق میں باجازت شاہ ایران رہا کرتا تھا اُس پر اس زمانہ میں لشکر عجم نے زیادتی کرنی شروع کر دی۔ وہ ۱۲ھ ہجری میں مدینہ طیبہ میں آکر مشرف باسلام ہوگیا اور اُسنے کوفہ پر چڑھائی کرنے کی استدعا حضرت خلیفہ صاحب سے کی حضرت نے اُس کے علو خاندان اور ذاتی قابلیت کا حال ملاحظہ فرما کر اُس کو روانگی کوفہ کی اجازت دی اطراف و نواح کے باشندے جو سلاطین عجم کی طرف سے بہت تکالیف اُٹھا چکے تھے۔ بارادہ انتقام مثنیٰ کے ہمراہ ہو گئے اور سب نے مل کر کوفہ میں لوٹ مار کرنی شروع کر دی۔ شاہ ایران نے یہ خبر سُن کر ایک لشکر جرار اُن کی مقابلہ کو روانہ کیا۔ حضرت صدیق رضہ یہ خبر سُنتے ہی حضرت فاروق کے مشورہ کے مطابق حضرت خالد کو بجانب عراق کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا اور حکم نامہ تحریری میں یہ لکھا کہ فارس۔ حیرہ۔ کوفہ کی لڑائی کا کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔ ان مہموں کے فتوحات کے بعد ابلہ کی جانب بڑھنا ہوگا۔ اُدھر مثنیٰ کو تحریری اطلاع دی کہ خالد بن ولید کو تمہاری مدد کے واسطے روانہ کیا جاتا ہے۔ زمانہ جنگ میں تم لوگ اُن کو سردار (جنرل) تصور کرنا

# روانگی عسکر خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ

ماہ محرم ۱۲ھ ہجری میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ لشکر جرار لیکر سواد کوفہ اور عراق عرب کو روانہ ہوئے۔ اُس وقت سواد کوفہ کی حکومت ابن صلوبا کے اور حیرہ کی قبیصہ بن ذوھب طائی کے متعلق تھی۔ لیکن ان دونوں نے سال بسال زر کثیر دینا قبول کر کے حضرت خالد رضہ سے صلح کر لی اور یہ سب سے پہلا جزیہ[1] تھا جو عراق میں مقرر ہوا۔ من بعد حضرت خالد رضہ نے ابلہ کی طرف کوچ کیا۔ اور ھرمز

[1] (از رسالہ جزیہ مولفہ مولوی شبلی نعمانی) جزیہ ایک قسم کا ٹیکس (محصول) ہے جو غیر مسلم اشخاص سے بغرض ... (بقیہ نوٹ بر صفحہ آیندہ)

والی ابلہ کو جو کسریٰ کی طرف سے مقرر تھا ایک جنگ عظیم کے بعد قتل کر ڈالا۔ غنیمت میں بہت مال ہاتھ لگا۔ جس میں ھرمز کا تاج قیمتی ایک لاکھ درہم۔ اور ایک ہاتھی بھی تھا۔ حضرت خالدؓ نے یہ تاج اور ہاتھی خمس مال غنیمت مدینہ دار الخلافہ روانہ کیا باقی مال غنیمت غازیان کو تقسیم کر دیا۔ جب اس کارزار کی خبر قارن کو پہونچی جو کسریٰ کی جانب سے اھواز کا حاکم تھا تب پچاس ہزار فوج کی جمعیت سے حضرت خالد کا مقابلہ کرنے چلا۔ یہ معرکہ بہت سخت تھا تاہم اس جنگ میں کفار کے تیس ہزار آدمی مارے گئے۔ اور مال غنیمت کثیر غازیوں کے ہاتھ آیا۔ جب یہ مال خمس مدینہ پہونچا تو اہل مدینہ نہایت خوش ہوئے اور حضرت خالد کو دعا دی۔ اس مال کے ساتھ کچھ قیدی بھی تھے۔ جن میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے والد بھی تھے۔ اس جنگ کے بعد کچھ فوج قارن کی کمک کو شاہ ایران نے بھیجی اور مقامات ولجہ اور الیس میں دونوں جگہ مسلمانوں نے اُن کو شکست دی اور اس قدر کفار مارے گئے کہ خون کی ندی بہنے لگی۔ اور ان فتوحات کی خبر مع خمس مال غنیمت مدینہ شریف بھیجی گئی۔ من بعد انبار۔ عین التمر۔ دومۃ الجندل۔ وچند دیگر نامی قلعہ جات فتح کئے گئے۔ ۱۲ھ ہجری میں شاہ ایران اردشیر فوت ہوا اور

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۱۳) حفاظت جان و مال لیا جاتا تھا اُسکی مقدار زاید سے زاید عہ سالانہ تھی۔ عام شرح ۱۲ اور ۲ روپیہ سالانہ مفصلہ ذیل اشخاص سے جزیہ معاف تھا۔

(۱) بیس سال سے کم عمر کا آدمی (۲) پچاس سال سے زاید عمر کا آدمی۔ (۳) عورتیں (۴) مفلوج (۵) معطل شخص جس کے ہاتھ پاؤں بیکار ہوں (۶) نابینا (۷) مجنون آدمی (۸) مفلس جس کے پاس ۲۰۰ درہم سے کم ہوں۔ اس جزیہ سے مستثنیٰ تھے مسلمان۔ اس ٹیکس سے بوجہ ادائے فوجی خدمات مستثنیٰ سمجھے جاتے تھے۔ اُن کا ہر فرد لشکر فوج کا ایک سپاہی ہوتا تھا۔ اور ضرورت کے وقت میدان جنگ میں مسلح ہو کر آنا اُسکا فرض تھا۔ اس جان جوکھوں کے عیوض میں مسلمانوں کا ایک قلیل ٹیکس سے مستثنیٰ ہونا کوئی قومی یا مذہبی رعایت نہ تھی۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیہ کے موجد مسلمان نہیں ہیں بلکہ اُن سے پیشتر نوشیروان عادل شاہ ایران نے اسکو جاری کیا تھا۔ اسکی اصل گزیہ ہے مگر عربوں نے معرب کر کے جزیہ بنا لیا تھا۔

حضرت خالد بن ولید نے جو معاہدہ صلوبا سے کیا تھا اُسکا ترجمہ یہ ہے۔ خالد بن ولید کی تحریر ہے صلوبا بن نسطوبا اور اُسکی قوم کے لئے میں نے تم سے معاہدہ کیا جزیہ اور محافظت پر پس تمہاری ذمہ داری اور محافظت ہم پر ہے جب تک ہم تمہاری محافظت کریں۔ ہم کو جزیہ کا حق ہے ورنہ نہیں۔ محررہ ماہ صفر ۱۲ھ ہجری۔ خالد بن ولید۔

ملک عجم میں بہت خلل واقع ہوا۔ اُس وقت حضرت سیف اللہ نے کسریٰ کو اس مضمون کا نامہ لکھا:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ خالد بن ولید کی جانب سے عجم کے بادشاہ کسریٰ کو لکھا جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ جس نے تمھاری جمعیت کو متفرق کیا ہے اور تمھارے سعادت بخت کو شقاوت سے بدل دیا اور تمھاری شوکت کو توڑ ڈالا۔ اُس کے شکریہ اور تعریف کے بعد واضح ہو کہ تم اسلام قبول کرو۔ یا جزیہ ادا کرو۔ اگر تم دونوں میں سے ایک بات پسند نکرو گے تو ایسا لشکر تمھاری طرف روانہ کرونگا جو موت کو اسی طرح پسند کرتا ہی جس طرح تم زندگی کو چاہتے ہو۔

جب یہ نامہ کسریٰ کے پاس پہونچا تو وہ بہت گھبرایا مگر باوجود اُس کے جرات کرکے ایک لشکر خالد کے مقابلہ میں آراستہ کیا لیکن اُس وقت حضرت خالدرض حدود شام پر چڑھائی کے واسطے روانہ ہو چکے تھے

(واقدی) حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد استیصال مرتدین ملک عرب و عراق کی فتوحات کے اپنی توجہ ممالک روم شام کی جانب منعطف کی اور صحابہ کو جمع کرکے حسب ذیل تقریر فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے بعد فرمایا۔ آپ لوگوں پر واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام سے ہماری عزت افزائی کی ہے اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہونیکا فخر ہمیں عطا فرمایا ہے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ ۔ آج تمام احکام دین پورے کر دئے اور دین اسلام تمہارے لئے پسند کیا۔

آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ خاص ہمیشہ ملک شام کی طرف مبذول رہی۔ مگر اللہ نے آپ کو اس جہان سے اوٹھالیا۔ اور اپنی قرب و جوار رحمت میں جگہ دی۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی تمام قوت شام کی طرف پھیر دوں۔ کیونکہ قبل وفات آنحضرت صلعم نے مجھکو اس کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ تمام زمین مشرق سے مغرب تک مجھے دکھلائی گئی ہے پس میری امت کا ملک ان تمام حصوں میں پہونچیگا جو مجھے دکھلائی گئیں پس آپ لوگوں کی اس میں کیا رائے ہے۔ حاضرین نے بالاتفاق عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ آپ ہمیں جو چاہیں حکم دیں۔ جہاں چاہیں بھیجیں ہم سب آپ کے مطیع و فرماں بردار ہیں۔ اللہ نے ہم پر آپکی

اطاعت فرض کی ہے اور فرمایا ہے۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اُس کے رسول کے اور اپنے خلیفوں اور حاکموں کی۔

حضرت صدیق حاضرین کے اس جواب سے نہایت خوش و مسرور ہوئے اور منبر سے اوتر کر حضرت خلیفہ صاحب نے ملوک و روسا مکہ یمن وغیرہ کی طرف آپ نے خط لکھوانے شروع کئے۔ جن کا مضمون مختصر معنی خیز تھا نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم:۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کی توجہ شام کی طرف معطوف کروں تاکہ ہم اُوسے کفار کے ہاتھوں سے لے لیں جس شخص کو جہاد کی رغبت ہو اور اللہ و رسول کی اطاعت میں حصہ لینا چاہتا ہو اُس کو لازم ہے کہ بہت جلد اُس میں حصہ لے من بعد آیہ شریفہ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا (تا اخر) لکھ کر بہ ثبت مہر روانہ کرا دئے گئے۔

سب سے پہلا نامہ جو روانہ کیا گیا وہ بنام خادم رسول اللہ۔ انس بن مالکؓ حاکم یمن کو بھیجا گیا تھا۔ علامہ واقدی کے اس کلام سے واضح ہے کہ اس جنگ کی دعوت دینے اور ظہور سر حدیث قدسی میں حضرت ابوبکر صدیق بمنزلہ عضو و جارحہ الٰہی کے تھے۔ (حدیث قدسی) یہ ہے ابعث جیشا نبعث خمسۃ مثلہ) یعنی اے پیغمبر تم ایک لشکر بھیجو تو ہم اُس کے ساتھ اور اُس کے برابر پانچ لشکر (ملائکہ) کے بھیجنگے یرموک میں چالیس ہزار مجاہدین مجتمع تھے اور اس درجہ کی شاندار کامیابی ہوئی کہ اسلام کو دن دونی رات چوگنی ترقی و فتوحات ہونے لگیں جو بہترین نتائج حضرت صدیق کی کوشش کے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے آپ ہی کی کوشش و اہتمام کو دستور العمل جنگ کے واسطے مقرر کر لیا تھا جب خلافت امیر المومنین عمرؓ میں فارس نے یزد جرد کو بادشاہ تسلیم کر لیا اُس وقت حضرت عمر نے اسی دستور العمل کے مطابق اپنے تمام عمال کو نامے لکھے کہ ایسا شخص جو گھوڑا اور اسلحہ رکھتا ہو اور شجاع ہو میدان کے لائق ہو دار الخلافہ مدینہ بھیجدیا جاوے۔ یہی دستور العمل حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں تھا۔

---

# مناقب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

شرف صحبت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم علماء کا اتفاق ہے کہ بجز اجازت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بضرورت حج وغزوہ حضرت ابوبکر نے سفر وحضر میں کبھی حضور پرنور کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اہل وعیال کو مکہ میں چھوڑ کر محض محبت خدا اور رسول میں ہجرت کی۔ غار ثور میں ساتھ دیا۔ مدینہ شریف پہنچایا۔

# شجاعت وعظمت

۱۲ رمضان شنہ ہجری (۲۳ دسمبر ۶۲۹ء عیسوی) کو فتح مکہ کے بعد حضور سلطان کونین رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم مع لشکر ظفر پیکر داخل شہر ہوئے۔ اُس وقت بیت اللہ (کعبہ) کے اندر تین سو ساٹھ بت نہایت استحکام کے ساتھ نصب تھے۔ حضرت سراپا اعجاز صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں شاخ خرمہ کی ایک چھڑی تھی اُس چھڑی سے جس بُت کی طرف اشارہ فرماتے۔ زبان مقدس سے فرماتے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً فوراً وہ بت منہ کے بل اوندھا گر جاتا۔ لیکن چند بت نہایت اونچے طاق میں نصب تھے اور وہاں تک دست اقدس نہ پہنچ سکتا تھا۔ اُس وقت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو ارشاد ہوا کہ اے علی تم میرے کندھوں پر کھڑے ہو کر اُن بتوں کو گرا دینا۔ لیکن بپاس ادب سیدنا علی نے عرض کیا کہ حضور میرے کندھوں پر کھڑے ہو جاویں تو عین سعادت میری ہوگی۔ ارشاد ہوا۔ یا علی تم بار نبوت میرا نہیں اُٹھا سکتے لیکن میں تمہارا بار ولایت برداشت کر سکتا ہوں۔ اس لئے تم کو میرے کندھوں پر چڑھنا چاہئے مگر حضرت علی کو استعجاب ہوا۔ اور حضور انور کے اصرار فرمانے پر۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہکر سیدنا علی۔ دوش ھای نبی پر کھڑے ہو گئے اور اُن بتوں کو توڑ کر زمین پر ڈالدیا۔ اُس وقت ارشاد ہوا کہ اے علی تم اس وقت اپنی ذات کو کیسا پاتے ہو۔ عرض کیا روحی فداک یا رسول اللہ تمامی پردہ ہائے حجاب میرے

سامنے سے اٹھادئے گئے ہیں۔ میرا سر ساق عرش کے قریب پہنچ گیا ہے اور جس چیز پر ہاتھ دراز کروں وہ میری دست رس میں ہے۔ فرمایا اے علی خوش ہو حساں تمہارا کہ تم خدا کے کام کرتے ہو۔ من بعد حضرت علی بپاس خانہ کعبہ گشتہ بدوش نبوی سے کودے اور زمین پر پہنچکر تبسم کرنے لگے۔ حضرت سرور عالم نے دریافت کیا کہ اے علی کیس چیز نے تم کو ہنسایا عرض کیا کہ میں نے خود کو اس قدر بلند مقام سے گرایا لیکن کچھ ضرر مجھکو نہیں پہنچا۔ ارشاد ہوا۔ اے علی تم کو کس طرح ضرر پہنچتا اس لئے کہ تمہارا اٹھانے والا محمد اور اتارنے والا جبرئیل تھا

مناہج النبوۃ صفحہ ۱۰۵

شب ہجرت میں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ حسب الحکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بستر مقدس پر سو رہے۔ حالانکہ آپکو خوبی علم تھا کہ مخالفین کی فوج مکان کا محاصرہ کئے پڑی ہے۔ یہ بھی معلوم تھا کہ کفار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یقینی جنگ کریں گے۔ تاہم حضور پر نور کے ارشاد کے مطابق مطلق ہراس نکیا اور نڈر ہو کر سو گئے بعض شجاعت میں حضرت علی کو ترجیح دیتے ہیں، مگر بعض کا قول یہ ہے کہ شجاعت و جاں نثاری میں حضرت صدیق اکبر سبقت لے گئے تھے۔ اس بنا پر کہ آپ خوب جانتے تھے کہ کفاران بیدین در پے قتل رسول ہیں۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں اُس فوج اشقیا کے اندر سے گذرنا خالی از کشت و خون نہو گا سراسر جان کا زیاں متصور ہے تاہم عاشق صادق نے کچھ پرواہ نہیں کی "شجاعت و تھور" کے ساتھ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے مکان سے نکلے اور نہایت مستعدی و چستی کے ساتھ آگے آگے حضور پر نور کے کبھی داہنے کبھی بائیں کبھی پیچھے چلتے گویا پروانہ وار ہر سمت گھوم رہے تھے اور اُس لشکر زنادیق میں سے گذر رہے تھے۔

لکھا ہے کہ رات کی تاریکی اور ناہموار راہ سے قدم قدم پر ٹھوکریں لگتیں اور پاہائے نازک رنجور ہوتے یہ حالت دیکھکر صدیق جاں نثار کے دل کو قرار نہ ہو سکا سر نیاز جھکا کر عرض کیا ؎

گر بر سر و چشم من نشینی ناز ت بکشم کہ نازنینی

روحی فداک یا رسول اللہ حضور میرے کندھوں پر سوار ہو جاویں تاکہ میری روح کو آرام پہنچے۔ چنانچہ

سید المرسلین حبیب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم دوش ہائے صدیق پہ سوار ہو گئے اور صدیق اکبر نہایت جوش مسرت سے بے تکان چلنے لگے فوج کفار کے اندر سے گذرتے ہوئے تین میل کی مسافت طے کرکے غار ثور پہنچ جاتے ہیں۔

(مناهج النبوۃ) میں لکھا ہے کہ ہر نبی کو اس کے زمانہ کے ساٹھ جری پہلوانوں کی برابر قوت و شجاعت عطا کی گئی تھی، اور ہر رسول کو ساٹھ نبیوں کی برابر۔ چنانچہ ساٹھ عیسیٰ (علیہ السلام) کے برابر قوت حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھی اور ساٹھ موسیٰ کے برابر شجاعت و وجاہت حضرت ابراهیم علیہ السلام میں تھی۔ اور ساٹھ خلیل اللہ کے مثل شجاعت و قوت و وجاہت سرور الانبیاء سلطان المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض ہوئی تھی یہی سبب تھا کہ حضور پرنور نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا تھا کہ تم بار نبوت میرا نہیں اٹھا سکتے۔ اقوال صحابہ سے یہ امر پایۂ تصدیق کو پہنچ گیا ہے کہ نزول وحی کے وقت جسم اطہر سے پسینہ ٹپکنے لگتا اور اگر حضور والا کسی سواری پہ ہوتے تو ثقل وحی کے باعث مرکب تاب اقامت نہ لاتا بیٹھ جاتا۔ پس اس مخصوص خدمت گذاری سے واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق کو کیسی زبردست روحانیت قادر مطلق سے عطا ہوئی تھی جس نے اس عظیم الشان بار رسالت کا تحمل کیا۔

اسی بنا پر حضرت عمر فاروق علیہ السلام نے آپ کو اس کلمہ سے مخاطب فرمایا تھا خیر الناس بعد الانبیاء بالتحقیق ابی بکر الصدیق۔

## مکالمۂ حضرت فاروق بحضرت صدیق علیہما السلام

اس تقریر کا لطف تو اصل عبارت عربی میں ہے۔ مگر تبرکاً خلاصہ ذیل میں درج ہے۔

قولہ تعالیٰ پ الفتح۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ تَرٰىہُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا (وقف) یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا ؗ

یعنی محمدؐ اللہ کا رسول ہے۔ اور جو لوگ (اصحاب) اس کے ساتھ ہیں کفار پر سختی کرنے والے (زبردست) ہیں آپس میں نہایت رحم دل (ہمدردی محبت کرنیوالے) انکو تم (اے نبی) رکوع سجود کرتے دیکھتے ہو۔ وہ عبادت کے ذریعہ اللہ کی خوشی و رضامندی فضل کے متلاشی ہیں۔

چونکہ اصحاب کے درمیان رابطہ اتحاد و محبت بدرجہ غایت تھا جو حکیم مطلق نے مصلحتاً اُن کی سرشت میں خمیر کیا تھا۔ لہذا ایک روز حضرت امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت خلیفہ رسول اللہ صدیق اکبر سے فرمایا کہ اے ابوبکر جس قدر عبادات و حسنات میں نے حاصل کئے ہیں وہ سب آپکے ایک عبادت حسنہ کے معاوضہ میں ہبہ کرکے صرف ایک عبادت عظمیٰ کو حاصل کرنے کی دلی تمنا رکھتا ہوں۔ صدیق نے فرمایا کہ میں کیا اور کیا میرے اعمال حسنہ۔ لیکن تم اُس کا ذکر کرو شاید میں بلامعاوضہ ہبہ کردوں۔ تب حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ دارین میں اس سے زیادہ عظیم الشان و افضل کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ جیسی کہ عظیم الشان خدمت آپ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شب ہجرت میں انجام دی اور اپنے دوش پر سوار کراکر غار ثور میں پہنچایا۔ جس کا صلہ و اجر مخصوص حضرت حق آپ کو مرحمت کرے گا۔ لہذا میں بدل اُسکا خواہاں ہوں حضرت صدیق نے بجواب اس کے فرمایا۔ یا عمر اس کے علاوہ جس قدر حسنات و عبادات و خدمات میں نے اللہ تعالیٰ و جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انجام دی ہیں وہ سب میں بطیب خاطر ہبہ کرسکتا ہوں۔ لیکن یہ کار خیر ہی صرف مجھے ایسا ہوا ہی کہ غالباً اللہ عزوجل مجھسے رضامند ہوکر انجام بخیر کردیگا۔ اور یہ کسی طرح ہبہ و انتقال کے قابل نہیں۔

## احادیث در محامد۔ و اوصاف حضرت عتیق رضی اللہ عنہ

جامع الترمذی عن ابی ھریرۃ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر۔

ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس قدر فائدہ مجکو مال ابوبکر سے پہونچا اور کسی کے مال سے نہیں پہونچا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں دربار نبوی میں حاضر تھا۔ حضرت صدیق بھی ایک عبا پہنے ہوئے بیٹھے تھے۔ حضرت جبرئیل تشریف لائے۔ اور اُنکی عبا میں بھی بجائے تکمہ و گھنڈی کے ببول کا کانٹا لگا ہوا تھا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ تعجب دریافت فرمایا کہ آج یہ کیا وضع تم نے اختیار کی ہے۔ عرض کیا جملہ ملایک آسمان اسی وضع میں ہیں۔ جس کا باعث یہ ہے کہ

ابوبکر نے چونکہ اپنا کل مال فی سبیل اللہ۔ نثار کر دیا ہے اور آج اس قدر بارچہ اُن کے گھر باقی نہ تھا کہ جس سے تکمہ یا گھنڈی بنا کر عبا میں لگاتے۔ اس وجہ سے ببول کا کانٹا لگا کر سینہ اپنا ڈھکا ہے چنانچہ یہ ادا ہم فرشتوں کو پسند آئی اور سب نے یہی وضع صدیقی اختیار کی۔ پھر بیان کیا کہ خدائے تعالیٰ ابوبکر کو سلام بھیجتا ہے اور اور دریافت کرتا ہے کہ "تم کو میری وجہ سے جو فقیری حاصل ہوئی اُس پر تم خوش ہو یا ناراض" ابوبکر نے جواب دیا کہ "میں اور اپنے خدا سے ناراض ہوں۔ نہیں بلکہ میں بے حد خوش ہوں"

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور ابوبکر صدیقؓ بھی حاضر تھے مگر اُس وقت آپ ایک کملی اوڑھے ہوئے تھے جو گریبان کے پاس سے پھٹی ہوئی تھی۔ اسی اثناء میں جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمانے لگے آج حضرت صدیق اکبر پھٹی کملی کیوں اوڑھے ہوئے ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ اونھوں نے قبل فتح مکہ اپنا کل مال مجھپر صرف کر دیا۔ جبرئیل نے عرض کیا یارسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ صدیق کو سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ اے ابوبکر کیا تم اس فقیری میں مجھ سے راضی ہو۔ یا ناراض؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو یہ پیغام سنایا آپ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا میں اللہ سے ناراض ہو سکتا ہوں۔ میں تو اُس خالق جہاں سے خوش ہوں۔ خوش ہوں۔ خوش ہوں۔ (امام بغوی اس کے راوی ہیں)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز اپنے والد ابو قحافہ کو دربار نبی کریم میں لایا۔ حضور پرنور نے فرمایا "بھلا تم نے اس بڑھاپے میں ان کو کیوں تکلیف دی میں خود اُن کے پاس چلا جاتا۔ حضرت صدیق نے عرض کیا کہ حضور کو تصدیعہ دینے سے تو ان کا حاضر ہونا ہی بہتر ہے۔

ارشاد ہوا اے ابوبکر تمھارے احسان مجھ پر اس قدر ہیں کہ مجھکو تمھارے والد کا تکلیف کرنا ناگوار ہے۔

روا ہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابوبکر سے بڑھکر میرے اوپر کسی کے احسانات نہیں ہیں۔ اونھوں نے اپنی جانؔ سے بڑی ہمدردی وغمخواری میری کی مجھکو مکہؔ سے دارالہجرت پہونچانا ابوبکر ہی کا کام تھا۔ اپنے مالؔ سے میری امداد کی۔ اپنی بیٹی سے میرا نکاح کیا۔ (بزاد) انا نحفظہ لا یادی ابنہ عندنا۔ ہمکو انکا حفظ مراتب رکھنا چاہئے۔ اسلئے کہ انکے فرزند ابوبکر کے مجھپر احسانات ہیں

(قول ابوہریرہؓ ترمذی) مالاحد عندنا یدًا
الا وقد کافیناہ ماخلا ابابکر فان لہ عندنا
یدًا یکافیہ اللہ بھا یوم القیمۃ الخ)

(ترجمہ) ارشاد حضور پرنور سید الثقلین صلی اللہ وسلم ہے کہ میں سب کے احسانات کا بدلہ اوتار چکا ہوں۔ البتہ
احسانات ابوبکر مجھ پہ باقی ہیں۔ بروز قیامت اُن کا اجر خدا سے تعالیٰ عطا کریگا۔

ابوداود والترمذی۔ عن عمرؓ۔ امرنا النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ان نتصدق ووافق ذلک منی
مالا فقلت الیوم اسبق ابابکر ان سبقت
فجئت بنصف مالی فقال صلی اللہ علیہ وسلم
ما ابقیت لاھلک؟ قلت مثلہ واتی ابوبکر
بکل ماعندہ فقال یا ابابکر ما ابقیت
لاھلک؟ قال ابقیت لھم اللہ ورسولہ۔
قلت لا اسبقہ الی شئ ابدا۔

حضرت فاروق اعظم۔ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو کچھ مال
تصدق کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ میں نے یہ ارادہ کر دیا تھا کہ میں ابوبکر صدیق سے زاید مال خیرات کرونگا
اور نصف مال اپنا تصدق کر دیا۔ رسول کریم نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے اہل وعیال کے واسطے بھی
کچھ رکھ لیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نصف مال رکھ لیا ہے اتنے میں حضرت ابوبکر اپنا مال لئے ہوئے پہنچے۔
نبی الرحمۃ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے بھی وہی سوال کیا۔ چنانچہ ابوبکر نے عرض کیا کہ اہل وعیال
کے واسطے خدا اور رسول کافی ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ میں کسی طرح حضرت ابوبکر سے کسی امر میں

نہ پڑھ سکونگا۔

صحابہ میں آپ سب سے زیادہ سخی و فیاض تھے۔ (حدیث) حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے مال میں اُسی طور پر تصرف فرماتے جس طرح کہ اپنے مال میں فرماتے (نزول آیہ ت سورہ والیل) وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ یعنی آتش جہنم سے وہ متقی شخص محفوظ رکھا جاویگا جو دیتا ہے مال اپنا تاکہ پاک ہو جاوے دل اُسکا۔

## تبحرِ علمی

حضرت ابوبکر صدیق۔ صحابہ میں سب سے زیادہ عالم ذکی و حافظ القرآن تھے۔ علم سنت میں آپ کو کمال درجہ کا تبحر تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا اور ابتدا سے انتہا تک صحبت نبی کریم کا شرف حاصل رہا۔ قرآن شریف کا بھی علم آپکو سب سے زاید تھا۔ اسی وجہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ علالت میں آپ کو نماز میں امام مقرر کیا تھا اور ارشاد ہوا۔

(حدیث) جس قوم میں ابوبکر ہو اُس میں کوئی دوسرا شخص امامت نہیں کرسکتا۔ جس شخص کو کتاب اللہ کا زیادہ علم ہو وہی امامت کرسکتا ہے۔

صحابہ۔ میں جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو وہ مسئلہ حضرت صدیق کے روبرو پیش کیا جاتا۔ جو حکم آپ فرماتے وہ عین صواب ہوتا۔

## بعض اہل علم کا اتفاق

اس امر پر ہے کہ اصحاب میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ۔ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ آپ کے اعلم الصحابہ ہونے پر حدیث حُدیبیہ[1] دلالت کرتی ہے۔

عقل کامل و اصابت رائ۔ تمام صحابیوں میں حضرت ابوبکر زیادہ تر عقلمند و صاحب الرائے تسلیم کیے جاتے تھے۔

---

[1] (حُدیبیہ) یہ گاؤں مکہ معظمہ سے ایک منزل فاصلہ پر ہے سنہ ہجری میں قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیبیہ میں صلح کی تھی۔

**حدیث شوریٰ** جب سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ معاذ رضی اللہ عنہ کو ملک یمن بھیجنے کا قصد فرمارہے تھے۔ آپ نے ایک مجلس شوریٰ منعقد فرمائی جس میں ابوبکر۔ فاروق۔ عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر و اُسید رضی اللہ عنہم۔ اراکین مجلس شامل تھے۔ سب حضرات نے رائے ابوبکر سے اتفاق کیا۔ من بعد حضور پُرنور نے معاذؓ سے دریافت فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ معاذ نے بھی عرض کیا کہ مجھکو بھی ابوبکر کی رائے سے اتفاق ہے اور جو کچھ وہ فرماتے ہیں صحیح ہے۔ بالآخر حضور صدرنشین نے ارشاد کیا کہ خود۔ خدا کو یہ گوارہ نہیں کہ ابوبکر غلطی کریں

# نزول وحی درشان شیخین

(حدیث) ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ مجھکو روح القدس نے خبر دی ہے کہ بعد میرے ابوبکر افضل ہیں (حدیث) حضرت مخبر صادق نے فرمایا ہے کہ جنت میں علاوہ انبیاء و مرسلین کے تمام اول و آخرین معمرون کے سردار ابوبکرؓ و عمرؓ ہوں گے۔

ابن ماجہ عن علیؓ هذان سید اکهول الجنة من الاولین و الآخرین الا النبیین و المرسلین لا تخبرهما یا علی

یہ دونوں سردار ہیں بوڑھوں جنت کے اگلوں اور پچھلوں سے بجز انبیاء کے نہ خبر دے اُن دونوں کو اے علی۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرات ابوبکر و عمر کو اسکی خبر نہیں کی یہانتک دونوں کا وصال ہو گیا

(حدیث) ارشاد حضور حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہوا کہ میرے پاس جبرئیل آئے تو میں نے اُن سے عمرؓ کے فضائل دریافت کئے جبرئیل نے کہا کہ اگر عمر نوح علیہ السلام کی سی ہو تب بھی فضائل عمرؓ بیان نہ ہو سکیں گے۔ حالانکہ یہ فضائل عمرؓ ابوبکرؓ کے حسنات کے ایک جزو ہیں۔

(الحدیث) ایک مرتبہ حضور پرنور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین سو ساٹھ ۳۶۰ نیک خصلتیں ہوتی ہیں۔ جب خدائے تعالیٰ کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اُن میں سے ایک خصلت اُس مخصوص بندہ میں پیدا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ اونمیں سے کوئی خصلت حمیدہ میرے نصیب کی بھی ہے ارشاد ہوا کہ وہ تمام خصائل تم میں موجود ہیں۔ خدا تم کو مبارک کرے۔

للستة الا لابی داود۔ عن ابی هریرة۔ من انفق زوجین فی سبیل اللہ نودی من ابواب الجنة

(صحاح ستہ میں بجز ابوداود) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ارشاد رسول اللہ ہوا کہ جس شخص نے ایک قسم کی دو چیزیں

یا عبد اللہ ھذا خیر فمن کان من اھل الصلوۃ دعی من باب الصلوۃ ومن کان من اھل الجھاد دعی من باب الجھاد ومن کان من اھل الصدقۃ دعی من باب الصدقۃ ومن کان من اھل الصیام دعی من باب الریان۔ فقال ابوبکر یارسول اللہ ماعلی احد یدعی من تلک الابواب من ضرورۃ فھل یدعی احد من تلک الابواب کلھا؟ قال صلی اللہ علیہ وسلم وارجوان تکون منھم یا ابابکر۔

راہ خدا میں خرچ کیں (یعنی روپیہ دیا تو دو۔ روٹی دین تو دو) تو اُسکو تمامی دروازہ ہائے جنت سے آواز دی جاویگی۔ کہ اے بندہ خدا یہ دروازہ بہتر ہے ادہر سے آکر مجھکو فخر و شرف حاصل ہو جو شخص اہل نماز سے ہوگا وہ دروازہ نماز سے بلایا جاویگا۔ جو اہل جہاد سے ہوگا وہ دروازہ جہاد سے۔ جو اہل صدقہ ہوگا وہ دروازہ صدقہ سے۔ جو اہل صوم ہوگا دروازہ ریان سے بولایا جاویگا۔ پس ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرورت تو ہے نہیں کہ کوئی تمام دروازوں سے پکارا جائے جبکہ اصل مقصود ایک دروازہ سے دخول جنت حاصل ہو سکتا ہے پس کیا کوئی شخص ایسا ہوگا جس کو (اظہار شرف و احترام کی خاطر) کل دروازوں سے پکارا جاوے گا فرمایا ہاں مجھے امید ہے کہ اے ابوبکر تم اونھیں میں ہو۔

**ابو حصین** فرماتے ہیں کہ اولاد آدم علیہ السلام میں بعد انبیاء مرسلین کوئی شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہتر پیدا نہیں ہوا۔ مرتدین پر فوج کشی کرنے میں آپ نے ایک نبی کا سا فعل کیا تھا۔

**ابن مسیب** کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق حضرت سلطان کونین کے وزیر تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر معاملہ میں اون سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ آپ اسلام میں غار میں۔ یوم بدر میں۔ قبر میں رسول اللہ کے ساتھی ہیں۔ رسول اللہ اُن پر کسی اور کو ترجیح نہ دیتے تھے۔

# استحقاق خلافت خاصہ

چونکہ انبیاء علیہم السلام کے نفوس قدسیہ غایت درجہ کی صفائی اور اعلیٰ فطرت پر پیدا کئے گئے تھے اسی اعلیٰ صفائی فطرت و حکمت الٰہی کے باعث مورد وحی الٰہی ہوئے ریاست عالم اُن کو تفویض کی گئی۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ؕ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اُس نفس زکیہ کو جس میں اپنی رسالت رکھتا ہے

پھر انبیاء علیہم السلام کے بعد اُن کی امت میں ایسے ذوات پیدا کرتا ہے اور پیدا ہوتے رہیں گے جو بلحاظ

اعلیٰ صفائی و فطرت نفس بہت زیادہ مشابہت انبیاء علیہم السلام کے نفوس قدسیہ سے رکھتے ہیں چنانچہ ایسے نفوس مقدس انبیاء کے خلفا بنائے گئے۔ امت میں ایسے ذوات مقدس کی مثال اس طرح پر ثابت کی گئی ہے۔ جسطح آئینہ آفتاب کے اثر اور پرتو کو قبول کرلیتا ہے۔ خود بھی نورانی بن جاتا ہے اور اپنے غیر کو منور کردیتا ہے۔ خاک اس کے برعکس ہے پرتو قبول نہیں کرسکتی۔ پس ایسی مقدس ہستیاں خلاصہ امت ہوئیں۔ اور اُن کی مثل دیگر لوگ اس درجہ متاثر نہیں ہوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ذوات نے جو کچھ حاصل کیا وہ شہادت وصدق دلی سے حاصل کیا تھا۔ گویا اُن کے قلوب مصفا نے اولاً تمام امور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مجملاً ادراک کیا اور پھر حضور پرنور سے اُن کی تفصیل معلوم کی اسی طرح درجہ بدرجہ علی قدر الکمال دیگر لوگوں کے مرتبے ہیں حتی کہ عامۃ المسلمین بھی اس صفائی و تزکیہ نفوس سے محروم نہیں رہے۔ لیکن جب علی قدر مراتب صحابہ میں امتیاز ظاہر ہوگیا تو خلافت اُسی شخص کے واسطے مخصوص ہو چکی۔ جو باطنی استعداد اور اعلیٰ صفا و فطرت میں سبقت لے گیا تھا تاکہ ظاہری ریاست باطنی ریاست کے ساتھ منطبق ہوسکے۔ پس ایسے اصحاب جو اعلیٰ صفائی قلب و فطرت میں انبیاء علیہم السلام سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ پردہ غیب سے منتخب کئے گئے۔ صدیقین شہداء صالحین کے ناموں سے موسوم کئے گئے۔ (ازالۃ الخفا)

حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مستفیضہ میں (جن کی بنا پر حجت قایم ہوتی ہے) فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق تھے۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان و علی شہید ہیں۔ اور انھیں حضرات کی رفاقت صراط مستقیم کے متعلق آیہ کریمہ میں اشارہ فرماتا ہے:۔

(سورہ نساء) اولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ

یہ لوگ ان کے ساتھ ہونگے جن پر خدا کی نعمتیں نازل ہوئی ہیں یعنی نبیین صدیقیں۔ شہداء اور صالحین اور ان لوگوں کا ساتھ بہت اچھا ہے۔

# خلافت راشدہ صدیقیہ

(جامع ترمذی بروایت حذیفہ) اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر

ارشاد رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ میرے بعد ان شخصوں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کی اقتدا کرو۔

اخرج ابو القاسم البغوی بسند حسن عن عبد اللہ بن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یکون خلفی اثنا عشر خلیفہ ابوبکر لا یلبث الا قلیلا۔

(تاریخ الخلفا صفحہ ۴۵) امام بغوی نے بسند عمدہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت لکھی ہے کہ میں نے نبی کریم کو یہ فرماتے سنا تھا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہونگے۔ ابوبکر تھوڑی مدت رہیں گے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ بعد میرے بارہ خلیفہ ہونگے اور ابوبکر بعد میرے قلیل مدت تک دنیا میں رہیں گے۔ (حدیث) تمام دروازے سوائے دروازہ ابوبکرؓ مسجد کی جانب کے بند کر دئے جاویں۔

صحیحین عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان من امن الناس علی فی صحبتہ و من مالہ ابابکر ولو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام و مودتہ۔ لا یبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر۔

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق آدمیوں میں سے مجھ پر بڑا احسان کرنے والا ساتھ دینے والا۔ اپنا مال مجھ پر نثار کرنے والا ابوبکر ہے۔ میں اپنے رب کے سوا اگر کسی اور کو دوست بناتا تو ابوبکر ہی کو دوست جانی بناتا۔ لیکن اسلام کی برادری اور محبت ہمارے اور اُسکے درمیان ہے۔ مسجد کی طرف سے سب کے دروازے بند کرنے جاویں مگر ابوبکر کا دروازہ کھلا رہے۔

(فائدہ) صحن مسجد کی جانب اصحاب کبار کے دروازے تھے۔ زمانہ وفات کے قریب آنحضرت نے سب کے دروازے بند کرا دئے صرف ابوبکر کا دروازہ کشادہ رکھا اس حدیث سے کمال افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ

جملہ اصحاب پر ثابت ہے اور اس میں صریح اشارہ حضرت صدیق کی خلافت کا ہے۔

سنت اللہ یہ ہے کہ داعیہ آلہیہ ایسے شخص کے دل میں ڈالا جاتا ہے جس کا نفس انبیا علیہم السلام کے نفوس قدسیہ سے زیادہ مشابہ ہوتا ہے اُس کی عقلی قوت میں نمونہ وحی اور اُس کی عملی قوت میں نمونہ عصمت ودلیعت رکھا گیا ہو۔ اول الذکر سے ایسی ذات مقدس کا مقام محدثیت میں اور دویم سے مقام صدیقیت میں ہونا مراد ہے۔ لہذا شیطان اُس کے پرتو سے فرار ہوتا ہے۔ چونکہ ایسے شخص کا نفس ایک قسم کے خواب غفلت سے آلودہ ہوتا ہے۔ لہذا بغیر تعلیم و تربیت نفس پیغمبر بیدار نہیں ہوسکتا ہے۔ گرچہ اُس کو اذن صفات کی قابلیت حاصل ہوتی ہے مگر بالقوۃ نہ بالفعل اس لئے بلا امداد پیغمبر اُن سے مستفیض نہیں ہوسکتا۔ الحاصل۔ صفات خلافت نتیجہ تعلیم و تربیت حضرت پیغمبر علیہم السلام ہوا۔ (دویم یہ کہ) خلافت خاصہ کے واسطے سال ہا سال کی تعلیم ضروری تھی۔ یعنی خلیفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانہ دراز تک صحبت پائی ہو۔ یا رہا حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس قدسیہ نے اُس کی انانیت کو زیر و زبر کیا ہو باوجود اُس کے حضرت کی محبت خاص سے اُس کا دل معمور ہو۔

(حدیث صحیح بخاری۔ انس) لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہٖ والناس اجمعین۔

کوئی شخص صاحب ایمان کامل نہیں جب تک کہ میں اُسکی جان و مال اولاد و الدین اور جملہ اشخاص سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

اور محبت حضرت محبوب آلہ کی شناخت یہ ہے کہ ایسا محب اپنے جان و مال کو بے دریغ راہ خدا و رسول میں صرف کر دیوے اور لوگوں سے اس کام میں سبقت لے گیا ہو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ کے مصائب و تکالیف میں حصہ لے کر ہمیشہ حضور پرنور کا شریک و ہمدرد رہا ہو بلکہ درحقیقت گویا خود ہی اُن کو برداشت کرتا رہا ہو۔ تہذیب نفس کے لحاظ سے اعلیٰ و ارفع مرتبہ و مقام رکھتا ہو۔ بارہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے اعمال حسنہ کا معائنہ فرمایا ہو۔ اعمال خسیسہ و نامرضیہ سے اُسے مجتنب و محترز پا کر نجات و دخول جنت کی خوشخبری دی ہو۔ اور اُس کو اعلیٰ و ارفع مقامات حاصل کرنے کا مژدہ سنایا ہو۔ نہ صرف اسی قدر بلکہ قولاً و فعلاً خلافت کی طرف اُس کو اشارہ بھی فرمایا ہو۔ پس ایسا شخص داعیہ الہی کی برداشت کی قابلیت رکھ سکتا تھا اور اوسکی خلافت خاصہ تھی۔ اور یہ تمام

صفات و محامد صرف ذات قدسی صفات حضرت ابوبکر صدیق میں آیات و نصوص و احادیث سے اظہر من الشمس تھے۔ لہذا آپ ہی بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسند نشینی خلافت کے شایاں ہوئے۔

جب حضور سراپا نور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مطہر افاضات غیبیہ سے مملو ہوگیا تب خلافت کے متعلق بھی بعض امور نہایت صراحت سے ظاہر فرما دئے۔

(جامع الترمذی۔ حذیفہ رضی اللہ) اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ یعنی میرے بعد (ان دو شخصوں) ابوبکر و عمر رض کی اقتدا کرو۔

حضرت عبداللہ (ابن عمر رض) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ بعد میرے بارہ خلیفہ ہوں گے اور ابوبکر بعد میرے قلیل مدت تک دنیا میں رہیں گے۔ (اخرج ابوالقاسم البغوی بسند حسن عن ابن عمر) حدیث سفینہ رض

الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ۔ یعنی میرے بعد خلافت تیس ۳۰ سال رہے گی۔

حدیث ابن مسعود رض تدور رحی الاسلام بخمس وثلثین سنۃ۔ اسلام کی چکی (مشین) بخوبی طور پر پینتیس ۳۵ سال چلے گی۔

(حدیث ابوہریرہ) الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام "خلافت مدینہ میں ہے اور ملک شام میں سلطنت"

آخرج احمد و مسلم۔ (عن عائشہ) امام احمد حنبل نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ مرض الموت میں قبل از وفات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عبدالرحمٰن بن ابوبکر اپنے برادر کو بولاؤ تا کہ میں اُن کو کچھ لکھوا دوں اور بعد میرے اختلاف واقع نہ ہو۔ پھر خود ہی فرمایا جانے دو خدا ایسا نہ کرے کہ مسلمان ابوبکر کے معاملہ میں اختلاف کریں۔

بخاری و مسلم۔ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا بولا۔ لاؤ میرے پاس اپنے باپ ابوبکر اور اپنے برادر (عبدالرحمٰن) کو تا کہ میں اُنکو ایک تحریر (خلافت نامہ) لکھ دوں کیونکہ مجکو اندیشہ ہے کہ آرزو کرے کوئی آرزو کرنیوالا خواہ کہے کوئی کہنے والا کہ میں لائق زیادہ ہوں خلافت کا اور نہ مانیگا خدا اور مسلمان لوگ سوائے ابوبکر کی خلافت کے

(بخاری و مسلم عن عائشۃ) ادعی لی ابابکر اباک و اخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا اولی ویأبی اللہ والمومنون

اجماع مومنین پر چھوڑ دیا۔ گیارہوین سال ہجری میں جب حضرت محبوب خدا کی طبیعت زیادہ ناساز ہوئی تو بلال کو حکم ہوا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھاویں۔ نماز کی امامت کی احادیث۔ بخاری۔ موطا۔ ترمذی۔ نسائی۔ وغیرہ کتب احادیث میں نہایت وضاحت کے ساتھ درج ہیں۔ صرف امام بخاری کی ایک حدیث کافی ہوگی۔

(بخاری عن ابی موسیٰ) قال مرض النبی فاشتد مرضہ فقال مروا ابا بکر فلیصل بالناس۔ قالت عائیشۃ انہ رجل رقیق اذا قام مقامك لم یستطع یصلی بالناس قال مری ابا بکر فلیصل بالناس فعادت فقال مری ابا بکر فلیصل فان کن صواحب یوسف فاتاہ الرسول فصلی بالناس فی حیات النبی (باب الامامت)

ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ کے مرض کو شدت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاویں۔ بی بی عائشہ نے کہا کہ وہ رقیق القلب آدمی ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نماز نہ پڑھا سکیں گے حضور نے فرمایا نہیں ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں بی بی عائشہ نے پھر اُسی بات کو دوہرایا۔ تب سہ بارہ بھی وہی فرمایا۔ اور ارشاد ہوا کہ یہ عورتین تو حضرت یوسف کے زمانہ کی ہیں پس حضور نے ابوبکر کو طلب فرماکر حکم دیا اور ابوبکر نے حیات رسول اللہ میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

(ابن زمعہ صحابی) فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ نے حکم دیا تھا ابوبکر موجود نہ تھے اور وقت نماز ہوگیا تھا اس لئے حضرت عمر فاروق نماز پڑھانے کے واسطے آگے بڑھے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب آواز تکبیر تحریمیہ عمر رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ نے سنی خفگی کے ساتھ سر اوٹھایا اور فرمایا نہیں نہیں۔ خدا کو منظور نہیں کہ سوائے ابوبکر بن قحافہ اور کوئی نماز پڑھاوے۔ ابو قحافہ کے بیٹے کہاں ہیں۔ ابو قحافہ کے بیٹے کہاں ہیں۔

الحاصل علماء کا قول ہے کہ اس حدیث سے بخوبی عیاں ہے کہ حضرت ابوبکر کل صحابہ میں افضل علی الاطلاق ہیں۔ خلافت کے واسطے سب سے زیادہ حق دار امامت کے واسطے سب سے اولیٰ۔

(جامع الترمذی عن عائشۃ رضؓ) مرفوعاً۔ لا ینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یؤمھم غیرہ

کسی قوم کے لئے جن میں ابوبکر موجود ہوں زیبا نہیں کہ سوائے ابوبکر کے کسی دوسرے کو امام بنائے۔

(روایت) ام المومنین حضرت حفصہؓ نے دریافت کیا یارسول اللہ آپ نے اپنی علالت میں ابوبکر کو امام بنایا تھا فرمایا "میں نے نہیں بنایا بلکہ خدا ہی نے بنایا تھا"۔ (روایت) خلیفہ ھارون رشید نے ابوبکر بن عیاش سے سوال کیا کہ کیا "رسول خدا نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا تھا۔ اور کس طور پر"۔ جواب دیا کہ اس معاملہ میں خدا اور رسول سارے مسلمین ساکت رہے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے کہا واضح طور پر بیان کیجئے۔ مکرر فرمایا کہ رسول خدا آٹھ روز سخت علیل رہے۔ حضرت بلال نے حاضر ہو کر دریافت کیا کہ نماز کون پڑھاویگا۔ ارشاد ہوا۔ ابوبکر کو بیجا کو وہی نماز پڑھاویں گے۔ چنانچہ آٹھ روز تک ابوبکر نماز پڑھاتے رہے۔ وحی اوترتی رہی۔ خدا کے سکوت کی وجہ سے۔ رسول خدا خاموش رہے۔ اور حضور پرنور کی خاموشی سے سب مسلمان چپ رہے۔

اخرج حاکم ۔عن عائشہ۔ حاکم نے مستدرک میں بروایت ام المومنین عائشہ صدیقہ نقل کیا ہے کہ جب مسجد نبوی کی بنیاد رکھی جارہی تھی۔ تو اول پتھر (سنگ بنیاد) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے رکھا۔ آپ کے بعد۔ ابوبکر صدیق نے اور بعد اون کے عمر فاروق نے بعدہ عثمان غنی نے پھر علی رضوان اللہ علیھم اجمعین نے من بعد باری باری جملہ اصحاب پتھر پایہ میں لگاتے گئے میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ یہ لوگ کیسی مدد آپ کی کر رہے ہیں۔ فرمایا اے عائشہ یہی لوگ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ اس حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین لکھا ہے

(بخاری۔ ابوھریرہ) کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیآء کلما ھلك نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفآء فیکثرون۔ قالوا فما تامرنا قال اوفوا ببیعۃ الاول فالاول اعطوھم حقھم فان اللہ سائلھم عما استرعاھم۔

بخاری ابوہریرہؓ۔ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ بنی اسرائیل میں ایسے پیغمبر تھے جو اون میں حکومت اور ریاست کرتے تھے جب ایک پیغمبر وفات پاتا تھا تب اوسکا قایم مقام پیغمبر ہوتا تھا۔ مگر میرے بعد تو کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ عنقریب بعد میرے خلیفے اور بادشاہ ہوں گے۔ اور بہت ہونگے۔ اصحاب نے عرض کیا ہم کو حضور کیا حکم کرتے ہیں۔ فرمایا کہ قول پورا کرو اول حاکم سے پھر دوسرے سے۔ اون کا حق ادا کرو تحقیق خدا اون سے سوال کرے گا اون کی رعیت کے حال سے۔

(مراد) یہ کہ انتظام و اصلاح عالم بغیر حاکم کے ممکن نہیں۔ اگلی امتون میں انبیاء علیہم السلام ناظم عالم ہوتے تھے اس امت میں بعد میرے خلفاء انتظام کریں گے۔ مسلمانون پر اُن کی اطاعت واجب ہوگی۔

**خلاصہ** یہ ہے کہ خلفاے راشدین کی خلافت کا حال اشارتاً و کنایتاً مختلف ذرایع سے صحابہ کو معلوم ہو چکا تھا۔ ارشاد عالی کے مطابق کہ جب تک نبی اپنے امتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھ لیتا اُسوقت تک اوسکو موت نہیں آتی؟ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کے پیچھے نماز بھی ادا فرمائی اور آپ کو امام بناکر سب کو ظاہر فرما دیا تھا کہ بعد حضرت نبی کے وہ زیادہ تر مستحق خلافت تھے اور بہت زیادہ صلاحیت رکھتے تھے۔

(حاکم۔ انس) انس بن مالک فرماتے ہیں کہ بنو مصطلق نے مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ ہم لوگ بعد حضور والا کے مال زکوٰۃ کس کو تفویض کیا کریں۔ پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر کو۔ (انس کہتے ہیں) کہ میں نے بنی مصطلق کو جاکر مطلع کیا۔ جواب سن کر پھر اُن لوگوں نے مجھکو حضور کی خدمت میں بھیجکر دریافت کیا کہ بعد وفات ابوبکر کے مال کس کو حوالہ کیا جاوے۔ چنانچہ میرے اس سوال پر ارشاد ہوا کہ بعد ابوبکر کے عمر کو سپرد کیا جاوے۔ میں نے پوچھا پھر اُن کے بعد۔ فرمایا بعد عمر کے عثمان غنی کو سپرد کیا جاوے۔

بخاری مسلم ترمذی ابوداود۔ سنن ابن ماجہ میں جبیر بن مطعم سے روایت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک عورت نے حاضر ہوکر کچھ دریافت کرنا چاہا حضرت نے فرمایا پھر آنا۔ عورت نے عرض کیا کہ میں اگر آپ کو نہ پاؤں (مراد یہ کہ آنجناب کا وصال ہو جائے) فرمایا اگر تو مجھے نپاوے تو ابوبکر کے پاس آنا۔

**قابل غور امر** یہ ہے کہ حضرت عالم الغیبات علیہ الثنا والتحیات کو حالانکہ بخوبی اس امر کا علم تھا۔ اور یہ بھی جانتے تھے کہ ابوبکر۔ خلیفہ اول ہونگے مگر خاص طور پر حکم نہیں دیا کہ وہ بعد میرے خلیفہ بنائی جاویں اس میں جو مصلحت تھی یہ تھی کہ جس چیز کا مشیت الٰہی سے خود بخود ظہور ہونے والا ہو اور سب بالاتفاق و یقین اُس کو مان لین۔ پس جو عمدگی و لطف اُس میں ہوتا ہے وہ جبری کارروائی میں نہیں ہوسکتا۔

# فضائل صحابہ کرام

یہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت عالم الغیبات صلی اللہ علیہ وسلم ترجمان غیب تھے لہذا حضور سراپا اعجاز نے فرداً فرداً اصحابہ کرام کے فضائل بیان فرما دئے اور ہر ایک کا عند اللہ وعند الناس جو کچھ مرتبہ وفضیلت تھی ظاہر فرما دی چنانچہ اُبی بن کعب کو حضور والا نے سید القراء کا خطاب دے کر فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو سورہ لم یکن تعلیم کروں۔ ابی بن کعب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا مجکو اللہ نے سید القراء فرمایا ہے ارشاد ہوا کہ ہاں اس سورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور قرآن پاک کی تعریف وعظمت مذکور ہے اور اس کتاب پر حجت واسلام قایم کیا گیا ہے۔ اور ابی ابن کعب کی تحقیق میں یہ راز تھا کہ سلسلہ قرارت قایم ہوا۔ اور بواسطہ اُن کے امت تعلیم قرأت حاصل کرے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا جو کچھ تمہیں ابن مسعود سکھائیں سیکھو اور اُس پر عمل پیرا کرو اس طور پر سلسلہ فقہ و قرأت قایم ہوا۔ حضرت خالدؓ بن الولید کو سیف اللہ فرمایا۔ اس لئے کہ اُن کے ہاتھوں سے بہت سی فتوحات اسلامیہ ہونیوالی تھیں۔

حضرت سعدؓ کے حق میں فرمایا کہ تم زندہ رہوگے یہاں تک کہ ایک قوم کو تم سے فائدہ اور دوسری کو نقصان پہونچے گا۔ (چونکہ آپ کے ذریعہ ملک عراق فتح ہونا تھا) ابو عبیدہؓ کو امین امت فرمایا۔ آپ کے ذریعہ حکومت عراق قایم ہونی تھی۔ عمروؓ بن العاصؓ کے حق میں فرمایا کہ بہتر مال نیک بخت کو ملتا ہے (یہ اس لئے فرمایا کہ امارت مصر آپ کو ملنے والی تھی) حضرت ابن عباسؓ کی شان میں فرمایا۔ اللھم علمه الکتاب (چونکہ آپ سے قرآن کی تفسیر کی اشاعت مدنظر تھی) حضرت انسؓ کے حق میں فرمایا اللھم بارک فی ماله وولده (چونکہ آپ کی کثرت اولاد منظور تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ کے دامن کو علم سے بھر دیا۔ اس لئے کہ کثرت روایات کو مشاہدہ فرمایا تھا۔ حضرات شیخین ابوبکر صدیق وعمر فاروق کی شان میں حکم دیا کہ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر اس وجہ سے کہ آپ دونوں صاحبوں کی خلافت راشدہ مخصوص ومعین ہو چکی تھی۔

للشیخین۔ عن انس۔ دعا النبی صلی الله علیه وسلم الانصار لیکتب لھم بالبحرین فقالوا لا والله حتی تکتب لاخواننا من قریش بمثلھا فقال ذلک لھم ماشاء الله کل ذلک یقولون له قال فانکم سترون بعدی اثرة فاصبروا حتی تلقونی وفی روایة علی الحوض۔

بخاری ومسلم میں حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز انصار کو طلب کر کے فرمایا میں تم کو بحرین کی جاگیر لکھدوں۔ انصار نے عرض کیا کہ ہم کو اسکا لینا منظور نہیں جب تک کہ آپ ہمارے قریشی مہاجرین بھائیوں کے واسطے بھی اتنا ہی نہ لکھدیں۔ بار بار حضور نے یہی فرمایا مگر انصار ہر مرتبہ یہی کہتے رہے۔ جب اُن کو بھی ہمارے برابر نہ ملے ہم کو گوارہ نہیں پس انصار کی دریادلی ورعایت واخوت ملاحظہ کر کے حضرت رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (اچھا تم میرے بعد دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے دیکھوگے) پس صبر کرنا یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملو (یعنی اس مساوات کا صلہ اپنے خدائے تعالیٰ سے تم کو دلا دونگا۔)

حدیث عرباض بن ساریہ۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا جو نہایت پر اثر تھا کہ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ وعظ تو ہمیں آپ کا آخری وعظ معلوم ہوتا ہے۔ اب حضور ہم کو وصیت فرماویں۔ فرمایا۔ تمھیں ایک روشن طریقہ پر چھوڑتا ہوں جس کی رات دن کی طرح روشن ہے۔ اس راہ راست سے کجروی نکرے گا مگر ہلاک ہونے والا شخص۔ جو کوئی تم میں سے زندہ رہے وہ بہت کچھ اختلافات دیکھے گا۔ پس لازم پکڑنا اُس طریقہ کو جسے تم نے پہچان لیا ہے۔ اور وہ طریقہ میرے خلفائے راشدین ومہدیین کی سنت ہے۔ پس تم اُسے اپنی داڑھوں سے مضبوط پکڑنا اور اطاعت وفرمان برداری اختیار کرنا۔ گریہ کسی غلام حبشی کی بھی اطاعت کرنی پڑے۔ جان لو کہ مومن کی مثال نکیل پڑے اونٹ کی سی ہے۔ جدھر اُسے کھینچتے ہیں اوسی طرف چل پڑتا ہے۔

(بخاری۔ عن قتادہ) ما نعلم حیًا من احیاءٍ العرب اکثر شہیداً عن یوم القیمۃ من الانصار فقال انس قتل منہم یوم اُحد سبعون۔ یوم بیر معونۃ سبعون ویوم الیمامۃ علی عہد ابی بکر سبعون۔

(قتادہ) ہمارے علم میں انصار سے زیادہ شہادت سے بہرہ مند اور بروز قیامت اللہ کے نزدیک باعزت قبائل عرب میں کوئی قبیلہ نہیں ہے پس انس رض نے فرمایا۔ ہاں جنگ احد میں ستر انصار شہید ہوے اور واقعہ بیر معونہ میں ستر۔ جنگ یمامہ میں بعہد خلافت ابوبکر ستر انصار شہید ہوئے۔ (کل ۲۱۰)

للشیخین (ابو اسید) خیر دور الانصار بنو النجار۔ ثم بنو عبد الاشہل۔ ثم بنو الحارث بن الخزرج۔ ثم بنو ساعدۃ وفی کل دور الانصار خیر۔ الخ

(ابو اُسید رض) انصار کے سب گھرانوں میں بہتر بنو نجار کا خاندان ہے بعدہ بنو عبد الاشہل پھر بنو حارث بن خزرج۔ پھر بنو ساعدہ اور یوں تو انصار کے تمامی گھرانوں میں بہتری ہے الخ۔

# مناقب الانصار رضی اللہ عنہم

صحیح بخاری۔ عن غیلان بن جریر۔ قلت لانس أرأیتم اسم الانصار کنتم تسمون به۔ ام سماکم اللہ تعالیٰ؟ قال بل سمانا اللہ وکنا ندخل علی انس فیحدثنا بمناقب الانصار ومشاھدھم ویقبل علیّ وعلی رجل من الازد فیقول فعل قومك یوم کذا وکذا وکذا۔

صحیح بخاری۔ غیلان بن جریر سے روایت ہو کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بھلا یہ انصار کا لقب تم نے خود تجویز کیا تھا یا حق تعالیٰ نے تم کو یہ خطاب دیا تھا؟ فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ لقب ہم کو دیا ہے (قرآن مجید میں وارد ہے والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار) اور ہم انس کے پاس (بصرہ) جایا کرتے تو وہ ہم سے انصار کے مناقب اور اُن کے کارنامے بیان کرتے، اور میری یا قبیلہ ازد کے کسی شخص کی طرف متوجہ ہوکر کہا کرتے کہ تمھاری قوم (انصار) نے فلاں فلاں کارنامہ کیا۔

جامع الترمذی۔ (ابی) لولا الهجرة لکنت امرءً من الانصار۔

ترمذی (ابی) فرماتے ہیں اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ایک شخص ہوتا۔

(مراد) یہ کہ ہجرت کے فضل و شرف کا تو کوئی چیز مقابلہ نہیں کرسکتی۔ البتہ مہاجرین کے بعد سب سے افضل حضرات انصار ہیں۔ پس ہجرت کی اگر فضیلت نہ ہوتی تو میں تمنا کرتا کہ انصار میں ہوتا۔

للشیخین والترمذی (عن البراء بن عازب) لا یحب الانصار الا مؤمن ولا یبغضهم الا منافق فمن احبهم احبه اللہ ومن ابغضهم ابغضه اللہ۔

انصار سے محبت نہ رکھے گا مگر مومن اور اُن سے بغض نہ رکھیگا مگر منافق۔ پس جو شخص سے انصار سے محبت رکھیگا اللہ اُس سے محبت رکھے گا اور جو انصار سے بغض رکھیگا اللہ اُس سے بغض رکھے گا۔

حضرت پیغمبر اسلام کو نصرت دینا چونکہ ثمرہ تھا کمال ایمان کا اس لئے مقتضائے (الجنس یمیل الی الجنس) مومن کو لامحالہ حضرات انصار کی طرف کشش ہوئی اور منافق کو نفرت انصار کے ساتھ محبت رکھنا علامت ایمان ہے اور اُن سے بغض رکھنا نشانی منافق کی ہے

(احمد والکبیر عن جریر) والمهاجرون والانصار اولیاء بعضهم لبعض والطلقاء من قریش والعتقاء من ثقیف بعضهم اولیاء بعض۔

مہاجر و انصار باہم گر عزیز ہیں اور قریش رہا شدہ اور قبیلہ ثقیف آزاد کردہ ایک دوسرے کے رشتہ دار ہیں۔

(فائدہ) فتح مکہ میں جو قریش گرفتار ہوے اور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان سے سب رہا کر دے گئے طلقاء کہلاے گئے۔ غزوہ حنین و طائف میں بنی ثقیف اسلامی قید میں آئے اور حضرت حلیمہ سعدیہ کی سفارش پر حضور رحمت عالم ۔ آزاد کئے وہ عتقاء کہلاتے ہیں۔ اسلام و کفر کا اختلاف مانع ارث ہے اس لئے ابتداء میں مہاجرین و انصار بمنزلہ صلبی رشتہ داروں کے قرار پاے اور باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔ اور طلقاء و عتقا کا درجہ چونکہ مہاجرین و انصار کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا اس لئے باہم ایک دوسرے کی وارث پائے۔ توسیع اسلام کے بعد جب آیہ میراث نازل ہوئی تو ترکہ کی تقسیم صلبی تعلق پر تجویز ہوئی اور ہمسری کے تعلقات میں یہ فرق مراتب بدستور رہا۔

مهاجرین۔ جن حضرات نے اپنا دین محفوظ رکھنے کی غرض سے وطن چھوڑا۔ بی بی بچے چھوڑے گھر بار جائداد چھوڑی مکہ سے نکل کر مدینہ میں حضرت محبوب خدا کے قدموں میں آپڑے وہ مہاجرین کہلائے اون کی قوت ایمانی اور محبت رسول کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ پس انصار (اہل مدینہ) نے ان بے خانماں بے سروسامان حضرات کو اپنے گھروں میں بسایا اُن کی اعانت و حمایت میں ہر پیاری چیز قربان کی۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات قایم فرما دی تھی۔

للشیخین عن انس - رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم النساء والصبیان مقبلین احسب انہ قال من عرس فقام ممتثلا فقال اللھم انتم من احب الناس الی قالھا ثلاث مرات -

(حضرت انس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی کچھ عورتوں اور بچّوں کو آتے ہوئے دیکھا جو غالباً کسی شادی سے فارغ ہوکر آرہے تھے پس آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا باخدایا تم لوگ سب آدمیوں سے زیادہ مجھے محبوب ہو - تین مرتبہ یہی فرمایا -

(عن زید بن ارقم - صحیح مسلم) اللھم اغفر للانصار ولابناء الانصار ولابناء ابناء الانصار -

صحیح مسلم - زید بن ارقم سے روایت ہے - فرمایا حضرت نے اللہ بخشدے انصار کو اور انصار کی اولاد اور انصار کے پوتوں کو ترمذی میں اتنا زاید ہے کہ انصار کی عورتوں کو اور مسلم میں ہے کہ انصار کے آزادہ غلاموں کو -

للشیخین والترمذی - (انس) اوصیکم بالانصار فانھم کرشی وعیبتی قد قضوا الذی علیھم وبقی الذی لھم فاقبلوا من محسنھم وتجاوزوا عن مسیئھم -

(حضرت انس) فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ میرا معدہ اور میری زنبیل ہیں جو انکے ذمہ تھا وہ اسکو پورا کرچکے اور جو اُسکا صلہ ان کو ملنا چاہیئے وہ باقی ہے - پس ان کی نیکوکاری قبول کیجیو اور خطاوار سے درگذر کرنا -

(فائدہ) ابتداء بیعت ۱۲ھ ہجری کے وقت عقبہ میں انصار نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے بی بی بچوں کی حفاظت میں جو اہتمام کرتے ہیں وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ونصرت وحفاظت کا حق ادا کرینگے اور آنحضرت نے وعدہ فرمایا تھا کہ اس کا صلہ جنت ملے گا - پس انصار نے نصرت کا حق ادا کردیا صلہ باقی رہا - یہ اللہ کے مہمان ومغفور ہیں لہذا دنیا میں اللہ کے معزز مہمانوں سے اچھا سلوک کرو - اور معدہ وزنبیل چونکہ مایۃ الحیات اور پیاری چیز رکھنے کا ظرف ہیں اس لئے انکو کرش اور عیبہ فرمایا -

لابی داود - والترمذی (انس) لما

ابوداود وترمذی میں حضرت انس رض سے روایت ہے

قدم النبی صلی اللہ علیه وسلم المدینة اتاه
المهاجرون فقالوا۔ یارسول اللہ ما رأینا
قوم ابذل من کثیر ولا احسن مواساة
من قلیل من قوم نزلنا بین اظهرهم
لقد کفونا المؤنة واشرکونا فی المهنأ حتی
لقد خفنا ان یذهبوا بالاجر کله قال
لا ما دعوتم اللہ لهم واثنیتم علیهم

کہ جب حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے
تو مہاجرین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ
جس قوم (انصار) میں ہم نے قیام کیا ہے کوئی قوم نہیں
دیکھی جو زاید ہونے پر اُن سے زیادہ خرچ کرنے والی
اور کمی میں اون سے بہتر دلداری کرنیوالی ہو۔ ہمارا بار
معاش اونہوں نے اپنے سر رکھ لیا خوش عیشی میں بھی
ہم کو شریک بنالیا۔ حتی کہ ہمیں اندیشہ ہے (کہ کہیں
ہماری عبادتوں کا) سارا اجر وہی لے جاوینگے۔ حضرت
نے فرمایا نہیں جب تک تم اللہ سے اُن کے واسطے دعا
مانگتے رہوگے اور اُن کی ثنا و توصیف کرتے رہوگے
اُس وقت تک اجر میں تم بھی شریک رہوگے۔

لابی داود والترمذی۔ جابر۔ من اعطی
عطاء فیجز به ان وجد وان لم یجد
فلیثن به فان من اثنی به فقد
شکره وکتمه فقد کفره ومن تحلی بما لم
یعط کلابس ثوبی زور۔

(جابر رض) جس کو کوئی چیز دی جاوے تو چاہئے کہ بدلہ
دیوے بشرطیکہ میسر ہو ورنہ محسن کی تعریف کرے۔
(آپ نے بڑا اکرم کیا) پس جس نے اُس کی تعریف کی تو
شکریہ ادا کردیا اور جس نے چھپایا اور کوئی لفظ احسان
مندی کا نہ کہا تو اُس نے ناشکری کی اور جس نے
صورت بنائی اوسکی جو اُس کو نہیں دی گئی تو وہ ایسا
ہے جیسا جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا۔

مدینہ منورہ میں کلام ربانی کا زیادہ حصہ نازل ہوا (امام مالک رضی اللہ عنہ) مدینہ میں اوّل
درجہ ہر ساعت میں جبرئیل علیہ السلام بحکم رب جلیل حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
حضور میں نازل ہوتے تھے۔ اسی سرزمین مقدس پر احکام شرعی کا وہ باضابطہ نظام ترکیبی مدون ہوا

جو آج تمام اسلامی دنیا میں اسلام کی دینی و دنیوی مذہبی آزادی کے واسطے چراغ ہدایت ہے مدینہ کی خاک نہ اس لئے مقدس و مطہر ہوئی کہ وہاں اسلامی تعلیمات و تجلیات رونما ہوئیں بلکہ سبب اصلی یہ ہے کہ قبہ سبز کے اندر نورانی پیکر محبوب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما ہے۔ اسی بنا پر یہ مقام بیت الرسول موسوم ہوا۔

# فضائل منبر مسجد نبوی

للبخاری جلد اول صفحہ ۲۵۳ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ و منبری علی حوضی

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے مکان اور منبر مسجد کے درمیان ایک کیاری جنت کی کیاریوں میں سے ہے۔ اور میرا منبر میرے حوض (کوثر) پر واقع ہے

اس طرف روضہ کا نور اُس سمت منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

# فضائل زیارت روضۂ مبارک

رواہ البیھقی۔ عن ابن عمر رض قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی (مرفوعاً)

بیہقی نے حضرت ابن عمر رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے حج کرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسا ہے کہ گویا اُس نے مجھکو زندگی میں دیکھا۔

(انس رض) قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم من نذر الزیارۃ وجبت علیہ ...... (شفاء السقام)

مواہب (انس) فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے میرے مزار کی زیارت کی نذر مانی اُس پر زیارت کرنی واجب ہوگئی۔

(مالک) و فی شفاء السقام عن ابن عمر رض

شفاء السقام۔ دارقطنی۔ غرائب امام مالک۔ (ابن عمر رض)

| | |
|---|---|
| من حج البيت ولم يزرني فقد جفاني | جس نے حج بیت اللہ کیا اور (میرے مزار) کی زیارت نہیں کی اُس نے مجھ پر ظلم کیا۔ |
| للبزار (ابن عمر) قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من زار قبري وجبت له شفاعتي (شفاء السقام) | بزار۔ (ابن عمر) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی پس مجھ پر اُس کی شفاعت واجب ہوگئی۔ |

بعد حج کے ہے زیارت لازمی — روضۂ پاک رسول اللہ کی
یہ موکد مستحب ہے بالخبر — سیر کر من زار لی کی لے پسر
جب کہ یہ واجب ہے نزد عاشقین — بلکہ فرض عین نزد صادقین
اُس کے تارک کے لئے ایعاد ہے — قد جفانی شاہ کا ارشاد ہے
دیکھ ہاں من زار قبری کا شرف — ہے شفاعت کی نظر میری طرف

| | |
|---|---|
| سنن ابن ماجه (صفحه ۱۰۳ عن ابی هريرة وابن عمر وابن عباس) ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تشد الرحال الا الى ثلثة مساجد۔ الى المسجد الحرام والى المسجد الاقصى والى مسجدي هذا۔ | سنن ابن ماجہ (ابوہریرہ و ابن عمر و ابن عباس رض) سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سفر کیا جاوے کجاوے باندھکر بجز تین مسجدوں کے۔ بیت اللہ بیت المقدس و میری مسجد (مراد یہ کہ ان تینوں مساجد کے واسطے دور دراز سے سفر بغرض زیارت واجب ہے۔ |
| لابی داود۔ عن ميمونة مولاة النبي صلى الله عليه وسلم۔ قلت يا رسول الله عليه وسلم افتنا في بيت المقدس۔؟ قال ائتوه فصلوا فيه وكانت البلاد اذ ذاك حربا | (ابو داود) میمونہ خادمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کے متعلق ہمیں فتوے دیجئے (کہ مسجد اقصےٰ میں نماز پڑھنے کیلئے جانا جائز ہے یا نہیں ؟ فرمایا ہاں جائز ہے جاؤ اور اُنھیں نماز پڑھو کہ وہاں کی ایک نماز ہزار نماز اور ہے |

فان لم تاتوہ وتصلوا فیہ فابعثوا بزیت یسرج فی قنادیلہ

کی برابر ہے) اُس وقت ملک شام میں اہل اسلام وکفار کے درمیان جنگ قایم تھی (قدس کا سفر کرنا دشوار تھا) پس اگر وہاں نہ پہونچ سکو تو روغن زیت ہی مسجد کے واسطے بھیجدو تاکہ مسجد اقصیٰ کی قندیلوں میں جلا دیا جاوے اس کا اجر بھی اداے صلواۃ کی برابر ملجاوے گا۔

نسائی (ابن عمرو بن العاص) ان سلیمان بن داؤد لما بنیٰ بیت المقدس سأل اللہ تعالیٰ خلالا ثلاثۃ۔ سأل اللہ حکما فاتاہ۔ وسأل اللہ ملکا لاینبغی لاحد من بعدہ فاتاہ۔ وسأل اللہ حین فرغ من بناء المسجد یاتیہ احد لاینھزہ الا الصلوۃ فیہ ان یخرجہ من خطیئتہ کیوم ولدتہ امہ

نسائی (ابن عمرو بن العاص) سے روایت ہے کہ جب حضرت سلیمان بن داؤد نے بیت المقدس تعمیر کیا۔ تو اللہ تعالیٰ سے تین درخواستیں کیں۔

(۱) یہ کہ فیصلہ مقدمات میں توفیق حکم مطابق حکم الٰہی عطا کرے۔ چنانچہ عطا کیا گیا۔

(۲) ایسی حکومت طلب کی جو اُن کے بعد کسی شایان نہ ہو لہذا وہ بھی دی گئی۔

(۳) جب تعمیر مسجد سے فارغ ہوے تو درخواست کی کہ جو کوئی یہاں آوے اور (نماز پڑھنے کے علاوہ اور کوئی امر محرک آمد نہو) تو ایسے شخص کو گناہوں سے اس طرح پاک کردے جیسا کہ وہ پیدا ہونے کے وقت شکم مادر سے پاک وصاف تھا۔

بزار (ابوھریرۃ) من مات فی بیت المقدس فکانما مات فی السماء۔

بزار (ابوہریرۃ رضہ) سے روایت ہے کہ جس نے بیت المقدس میں وفات پائی تو گویا اُس نے آسمان میں وفات پائی۔

لمسلم (ابوهریرہ) استاذنت ربی ان استغفر لامی فلم یاذن لی واستاذنتہ ان ازور قبرھا فاذن لی۔

صحیح مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ میں اپنی والدہ ماجدہ کی مغفرت کی دعا کروں ؟ مجھکو اجازت نہوئی۔ پھر میں نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھکو زیارت قبر کی اجازت عطا ہوئی۔

(صراحت) آنحضرت نے قبر والدہ کی جب زیارت کی تو آپ روئے اور فرمایا اے لوگو قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ قبور کے دیکھنے سے موت یاد آتی ہے

اخرج مشکوٰۃ والبیھقی فی شعب الایمان عن رجل من آل الخطاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیمۃ

(مشکوٰۃ وبیہقی) میں ایک مرد آل خطاب سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے (عمداً) قصد کرکے میری زیارت کی وہ میرے جوار رحمت میں بروز قیامت ہوگا۔

ومن سکن المدینۃ وصبر علی بلائھا کنت لہ شھیدا وشفیعا یوم القیمۃ ومن مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ من الامنین یوم القیمۃ

اور جس شخص نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی اور وہاں کی تکالیف پر صبر کیا قیامت کے دن میں اسکا گواہ اور شفیع ہونگا۔ اور جو شخص حرمین شریفین میں سے کسی حرم میں انتقال کریگا اللہ تعالیٰ آمنین (امن والوں) میں محشور کریگا

اس حدیث میں (من ازارنی کے ساتھ متعمداً) کی تصریح صاف ظاہر کررہی ہے کہ اس بشارت کا مستحق وہی سعادت مند مخلص ہے جس کا مقصد اصلی سفر مدینہ سے۔ زیارت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔

اخرج الترمذی وامام احمد (عن ابن عمر) قال

ترمذی وامام احمد نے حضرت ابن عمر رض سے روایت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت بھا فانی اشفع لمن بھا (صحیح۔ حسن)

کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص سے ہو سکے وہ مدینہ میں مرے جو یہاں مرے گا میں یقیناً اُس کی شفاعت کروں گا۔

پ سورۃ النساء ع۔ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ

راہِ خدا میں جو شخص ہجرت کرے پاویگا زمین میں بہت جگہ آرام و آسائش اور کشادگی رزق کی۔ اور جو شخص اپنے گھر سے اس ارادہ سے نکلا کہ وہ خالصاً اللہ اور رسول خدا کے واسطے ہجرت کرے یعنی بغرض حصول قرب خدائے تعالیٰ و رسول اللہ مگر اثنائے راہ میں موت آجاوے دار الہجرت تک نہ پہونچ سکے تحقیق ثابت ہو گیا اجر اُس شخص کا اللہ تعالیٰ پر

خلاصہ یہ کہ یہی تمنائیں عشاق کو مدینہ طیبہ جاں نثاری کے واسطے لیجاتے ہیں جو بدنصیب دردولت تک نہیں پہونچ سکتے اسی حسرت میں دم توڑتے رہتے ہیں کاش اس تن ناقص کو وہاں کی خاک شرف قبولیت بخشے اور دولت شفاعت سے بہرہ مند کرے۔

اللھم کما بلغتنا فی الدنیا زیارتہ وما ثرالشریفۃ

# اجماع علماء احناف وغیرھم

وقد نص القاضی عیاض وابن الجوزی والقسطلانی والعسقلانی وکل تکلم فی ھذا لشان بان حرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ وتعظیمہ وتوقیرہ لازم کما کان حال حیاتہ

قاضی عیاض۔ ابن الجوزی۔ قسطلانی۔ عسقلانی ونیز دیگر علماء نے جنہوں نے اس بارہ میں کلام کیا ہے صاف صاف کہا حضرت سرتاج انبیاء احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت تعظیم۔ توقیر بعد وفات شریف بھی لازم ہے جس طرح حالت حیات میں تھی۔

(فی الشفاء) ومن اعظمه واکرامه و اعظام جمیع اسبابه واکرام مشاهده وامکنته من مکة والمدینة ومعاهده والمسه وعرفه -

قاضی عیاض نے شفاء میں لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کرنا۔ سردار دو عالم کے مشاہد۔ مکانات۔ کی جو مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ میں ہیں اور معاهده کی اُس چیز کو حضور سراپا اعجاز و نور نے مَس کیا خواہ حضور کے نام ہے۔

(رأوا ابن عمر رضی الله عنه - واضعا یده مقعد رسول الله صلی الله علیه وسلم من المنبر ثم وضعها علی وجهه

حضرت عبداللہ ابن عمر فاروق رضی اللہ عنہم کو لوگوں نے دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھ منبر پر اُس جگہ جہاں پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھا کرتے تھے پھیرتے اور پھر اپنے مونھ پر ہاتھوں کو پھیرا کرتے۔

## برزمینے کہ نشان کف پائے تو بود
## دایما سجدہ گہ اہل نظر خواہد بود

امام سمهودی صحّ ان - ابن عمر رض کان اذا قدم من سفر الی قبر النبی صلی الله علیه وسلم فقال السلام علیك یا رسول الله السلام علیك یا ابا بکر الصدیق السلام علیك یا ابتاه -

امام سمہودی۔ نقل کرتے ہیں۔ یہ روایت صحیح ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے سفر سے آتے روضہ پاک پر حاضر ہو کر عرض السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر الصدیق السلام علیک اے میرے والد۔

(وقد استفاض امام ابوبکر بن ابو عاصم - فی مناسك وکان عمر بن عبد العزیز یبعث بالرسول قاصداً من الشام المدینة لیقرء علی النبی صلی الله علیه وسلم السلام ثم یرجع -

امام ابوبکر بن ابو العاصم نے (مناسک) میں فرمایا کہ عمر بن عبدالعزیز حضور پر نور پر سلام عرض کرنے کے لئے شام سے قاصد بھیجتے تھے جو سلام عرض کر کے لوٹ جاتا تھا۔

| | |
|---|---|
| بخاری۔ عن عمر ابن الخطابؓ۔ اللھم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک واجعل موتی ببلد رسولک۔ | صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت امیرالمومنین عمر بن الخطاب دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ اپنی راہ میں مجھکو شہادت دے اور موت دے مجھکو اپنے رسول کے شہر (مدینہ) میں۔ |

اللہ اللہ، کیا شان محبوبیت رسول کریم ہے کہ حضرت عمر فاروق علیہ السلام جیسی یکتا و لاثانی ذات جن کی شان میں ارشاد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

| | |
|---|---|
| جامع الترمذی۔ عن عقبۃ بن عامرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب | عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلعم نے اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو عمر ابن الخطاب ہی پیغمبر ہوتے۔ |
| اخرج الترمذی صفحہ ۴۵۶۔ عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ (صحیح وحسن) | (حسن صفحہ ۴۵۶ (حدیث ثانیہ) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت باری تعالیٰ عمرؓ کی قلب و زبان سے حق بات جاری کرتا ہے۔ |

تمنائے موت مدینہ منورہ کرتے چونکہ آپ کی شان میں ارشاد ہوچکا تھا الآن تم ایمانک یا عمر (بحوالہ بخاری شریف) لہذا حضرت نبی کریم کے فرامین پر درجہ عین الیقین آپ کو حاصل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت موصوف نے بیت اللہ پر بیت الرسول کو امتیازی فوقیت دیکر خدائے تعالیٰ سے ایسی دو باتوں کی استدعا فرمائی جو اپنی اپنی نوعیت میں منتہائے فضیلت کی تعین یعنی (۱) شہادت (۲) موت دیار حبیب میں اگر غور کیا جاوے تو اس دعا سے ثابت ہوگا کہ حضرت فاروق اعظم علیہ السلام کس درجہ صاحب فراست و صائب الرائے تھے کہ صرف ان دو امور کی التجا کی جن میں فلاح و خوشنودی حق تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضمر تھی۔ اور باری تعالیٰ نے ان دونوں درخواستوں کو قبول فرمالیا۔

بلد الرسول (مدینہ طیبہ) میں ۲۶ ذی الحجہ بروز چہارشنبہ ۲۲ھ ہجری کو جب آپ نماز

نمازِ صبح کی امامت کے واسطے کھڑے ہوئے ابولولو مجوسی آپ کے پیچھے صف میں کھڑا تھا فوراً ہی دو زخم خنجر کند سے اور کوٹھے میں پہونچا کر بھاگ نکلا لوگوں نے تعاقب کیا اُس نے تیرہ آدمی اور زخمی کئے جن میں سے چھ نے انتقال کیا اور عبدالرحمن بن عوف نے چھوٹی سی سورتیں پڑھکر نماز ختم کی اور حضرت کو اوٹھا کر مکان پر لے گئے۔ حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ میرے مرجانے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ رسول اللہ کی محبت نے مجکو زندہ سلامت رکھا۔ پھر حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ جس کسی کا قرضہ میرے ذمہ ہو ادا کردو۔ اور ام المومنین عائشہ کی خدمت میں بعد سلام میری جانب سے عرض کرو عمر اپنے دونوں دوستوں کے پاس دفن ہونا چاہتا ہے۔ اس پیام کو سن کر حضرت صدیقہ نے جواب دیا کہ وہ جگہ تو میں نے اپنے واسطے مخصوص کی تھی۔ لیکن میں اپنے اوپر حضرت عمر فاروق کو ترجیح دیتی ہوں۔ چنانچہ اس اجازت کو سن کر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نہایت خوش ہوئے۔ اور شکر الٰہی بجالائے۔ لوگوں کو پند و نصایح کیں اور فرمایا کہ میرے بعد عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر۔ عبدالرحمن۔ سعد میں سے جس کی نسبت کثرت رائے ہو۔ اُس کو اپنا خلیفہ بنالینا۔ مگر میرے بیٹے عبداللہ (ابن عمر) کو اس معاملہ سے کچھ تعلق نہیں البتہ وہ اُس خلیفہ کا معین رہے گا۔

۶ نومبر ۶۴۳ء مطابق یکشنبہ چاندرات محرم ۲۴ھ ہجری راہی جنت ہوگئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) لوگوں نے آپکا جنازہ لیجاکر دوبارہ حضرت محبوبہ رسول اللہ سے اذن طلب کیا۔ اور بعد حصول اجازت روضۂ مقدس کے اندر پہلوے حضرت صدیق رضہ میں دفن کردیا۔

(حدیث) ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے میں قبر سے اُٹھوں گا۔ میرے بعد ابوبکر پھر عمر دونو حضرات کو یکجا دیکھ کر فرمایا یہ دونو بمنزلہ میرے آنکھ و کان کے ہیں۔ پھر دونو اصحاب کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ہم تینوں اسی حال میں قیامت کے روز اُٹھیں گے۔

(مشکوٰۃ۔باب الاعتصام) رزین نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت
کی ہے کہ جو شخص بہترین رویہ اختیار کرے اور صراط مستقیم پر چلنا چاہے تو چلے اوس راستہ پر اور پیروی کرے
اُن لوگوں کی جن کا انتقال ہوگیا۔یعنی صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی اس وجہ سے کہ زندوں کو فتنوں سے
امن نہیں اور وہ ذوات مقدس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے جو اس امت
میں افضل ترین ذوات پاکیزہ قلوب۔ از روے علم انتہا درجہ کے دور اندیش مطلقاً تکلف نکرتے تھے
اُن کو اللہ عز وجل نے اپنے نبی کی مصاحبت کے واسطے تمامی مخلوقات میں سے منتخب کرلیا تھا اپنا دین
استوار کرنے کی غرض سے۔ پس اُن کی بزرگیاں معلوم کرو اور اونھیں کے قدم بہ بقدم چلو۔جہانتک
امکان میں ہو اصحاب کے خصائل و عادات اختیار کرو۔ اس وجہ سے کہ وہ سیدھی راہ پر تھے۔

**فائدہ** ۔ مذاہب جدید۔ وبدعتی طریقے ایجاد نہ کرنے چاہئیں۔ صراط مستقیم قایم کردہ صحابہ نبی
کریم کی پیروی لازمی ہے اتباع و تقلید صحابہ کی سعی کرے۔(آیت) قل الحمد للہ وسلام علی
عبادہ الذین اصطفے حضرت ابن عباسؓ نے عبادہ الذین اصطفے کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ صحابہ کرام
مراد ہیں۔(سدی۔حسن بصری۔ ابن عیینہ اور سفیان ثوری رحمہم اللہ و دیگر مفسرین نے اسی طور پر تفسیر کی ہے
قادر مطلق نے صحابہ کو اپنے حبیب لاثانی کی انجام دہی خدمات کی غرض سے بقیہ مخلوق میں سے منتخب کرکے
نظر کردہ بنالیا تھا۔ اُن کے قلوب نور ایمان سے منور۔علم لدنی سے روشن کردئے تھے۔ پاک باطن فہیم و
عقیل دنیا میں اسلام کو پھیلانے والے اور مستحکم کرنے والے مزاجوں میں سادگی بے تکلفی۔حالانکہ وسیع
سلطنت اسلامیہ کے فرماں بردار تھے بناء علیہ اصحاب کے فضائل۔ محاسن۔ اخلاق وخصائل کا
اتباع کرنا لازمی ہوا۔ اسوجہ سے کہ وہ صراط مستقیم کے راہ نورد تھے۔

(قولہ تعالیٰ پ النساء) وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا

جو شخص خلاف طریقہ مسلمین چلا۔ پس ہم اُس کو اُسی راہ پھیر دینگے جس طرف وہ گیا ہے اور پہونچا دینگے اُس کو نار جہنم میں جو بُری جگہ عذاب دردناک کی ہے۔

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ تھا وعدہ۔ ازلی نہ منکروں کو عبث بے عقیدہ ہونا تھا

# جمع قرآن

حضرت صاحب القرآن حبیب الرحمن صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت میں قرآن مجید کسی ایک نسخہ میں مرتب نہیں تھا بلکہ جس قدر آیات نازل ہوتیں کاتبان وحی بحکم حضور پرنور کھجور کی شاخوں شانہ کی ہڈیوں باریک پتھروں وغیرہ اشیاء پر لکھ لیتے اور صحابہ اُن کو زبانی یاد رکھتے اس طور پر حافظان قرآن کی جماعت کثیر ہوگئی تھی لیکن سنہ ہجری مسیلمہ کی جنگ یمامہ میں سات سو حافظ شہید ہوگئے تھے۔ اُس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق خلیفہ سے کہا کہ اگر اسی طرح کی لڑائیاں پیش آوینگی تو احتمال ہے کہ حفاظ کے ساتھ کلام الٰہی بھی اُٹھ جاوے گا۔ آپ قرآن شریف کو کتابی صورت میں جمع کراویں۔ حضرت صدیق نے فرمایا کہ یہ بدعت (جدید کام) ہوگا اس لئے کہ زمانہ نبوت میں ایسا نہیں ہوا کچھ دیر آپ نے سکوت فرمایا اور جل شانہ نے انشراح صدر فرما دیا اُس وقت حضرت خلیفہ رسول اللہ نے زید بن ثابت رضہ کو جو عہد رسالت میں دار انشاء وحی کے ایک رکن تھے طلب کرکے جمع قرآن کا حکم دیا۔

(اخرج بخاری) کتاب فضائل القرآن صفحہ ۷۴۵) عن زید بن ثابت۔ قال ابوبکر۔ انک رجل شاب عاقل ولا نتھمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ فاتبع القرآن واجمعہ فواللہ لو کلفنی بنقل من الجبال ما کان اثقل علیّ مما امرنی بہ من جمع القرآن قلت کیف تفعلون شیئاً لم یفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھو واللہ خیر فلم یزل ابوبکر

صحیح بخاری میں زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ فرمایا ابوبکر صدیق رضہ نے اے زید تم جوان عاقل ہو تمھارا حافظہ یا صداقت متہم نہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تم کاتب وحی بھی تھے پس تم اہتمام کرکے قرآن کو جمع کردو۔ زید نے کہا خدا کی قسم۔ پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کا دوسری جگہ منتقل کرنا میرے واسطے آسان تھا۔ میں نے کہا اے خلیفہ آپ کس طرح اُس کام کو کرنا چاہتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں۔ فرمایا واللہ وہ کار خیر ہے اور جبتک

یراجعنی حتی شرح اللہ صدری للذی شرح له صدر ابی بکر و عمر فاتبعت القرآن اجمعه من العُسُبِ واللخاف ومن الرقاع والاکتاف والعسب و صدور الرجال حتیٰ وجدت من سورۃ التوبۃ آیتین مع ابی خزیمہ بن ثابت انصاری لم اجدھما مع غیرہ" لقد جاءکم رسول من انفسکم (تا آخر)

اللہ تعالیٰ نے ابوبکر و عمر رض کا انشراح صدر کیا بالآخر اُن کے اصرار سے میں نے یہ کام شروع کیا۔ اور پرچیٹوں شانہ کی ہڈیوں۔ کھجور کی شاخوں اور حفاظ کے سینوں سے کلام الٰہی کو فراہم کیا۔ یہاں تک کہ دو آیتیں سورہ توبہ کے آخر کی لقد جاءکم سے آخر تک خزیمہ بن ثابت انصاری سے پائیں جو اور کسی کے پاس نہ تھیں۔

ابو داؤد نے ہشام بن عروہ سے اونہوں نے اپنے باپ عروہ سے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیق رض نے حضرت عمر و زید رضی اللہ عنہم کو مسجد نبوی کے دروازہ میں بٹھلا دیا تھا کہ جو شخص تمھارے پاس دو گواہ لاوے کہ یہ قرآن کی آیات ہیں تب اُسکو لکھ لو۔ (ابن حجر) کہتے ہیں کہ دو گواہ سے مراد حفظ اور کتابت ہے یعنی جس کی یاد بھی ہوا اور پھر وہ اُس کو حضرت رسول اللہ صلعم کے روبرو کا لکھا ہوا بھی کہے تب اُسکو درج کیا جاوے۔

(سخاوی نے جمال القرار میں بیان کیا ہے) کہ مراد اُس سے یہ تھی کہ وہ شخص دو گواہ لاوے کہ حضرت صلعم کے روبرو کا لکھا ہوا ہے۔ الغرض نہایت احتیاط کے ساتھ قرآن جمع کیا جاتا تھا (کذا فی الاتقان)

(۲) زید بن ثابت کہتے ہیں کہ اُس وقت اُن اجزا میں مجھے سورہ برات کی اخیر کی آیت لقد جاءکم تا آخر نہیں ملیں تب میں نے اور سب لوگوں کے پاس کے اجزا تلاش کئے پس ابی خزیمہ انصاری کے اجزا میں لکھے ہوئے ملے۔ اس موقع پر بعض کم علم یہ شبہ کرتے ہیں کہ ممکن ہے اسی طرح اور آیات بھی زید بن ثابت رض بھول گئے ہوں۔ یہ شبہ سراسر لغو و غلط ہے کیونکہ زید بن ثابت حافظ تھے اور وہ آیت بھی نہیں بھولے تھے اس لئے کہ اگر وہ بھول جاتے تو اُس کو تلاش نہ کرتے پس آپ کا تلاش کرنا خود دلالت کرتا ہے کہ آپ کو وہ آیت بخوبی یاد تھی لیکن اُس وقت اُن اجزا میں لکھی ہوئی نہ ملی۔ پھر تلاش کی تو ابی خزیمہ کے پاس مل گئی۔ دوسری یہ بات کہ اگر دار مدار فقط اجزا سے نقل کرنے پر ہوتا۔ تب بھی ایک بات تھی لیکن وہاں تو حافظوں سے بھی مقابلہ کیا جاتا تھا اگر نہ لکھتے تو وہ بڑے بڑے پکے حفاظ بتلا دیتے جنہوں نے صدہا مرتبہ حضرت رسول اللہ صلعم کی

زبان مبارک سے قرآن سنا تھا اور حفظ کرنے کے بعد بارہا خود بھی حضور پرنور کو سنایا تھا۔ ان لوگوں کے حافظے ایسے تھے کہ اگر چار چند اور قرآن ہوتا تو اُس کو بھی حرفاً حرفاً یاد کر لیتے اور ایک آیۃ نہ بھولتے۔ ائمہ حدیث کی قوت حافظہ کو خیال کرو کہ جن کو ہزارہا حدیثیں مع اسناد یاد تھیں اور پھر ایک لفظ میں بھی تقدیم تاخیر نہ ہونے دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل امت محمدیہ کے شامل ہے۔

فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمر فی حیاته ثم عند حفصه بنت عمر (ھٰکذا فی جامع الترمذی صفحه ۳۷۶)

پس وہ صحیفہ حضرت ابو بکر کے پاس تا حیات اُن کے رہا بعد اُن کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور بعد وفات حضرت فاروق آپکی صاحبزادی ام المومنین حفصہ کے پاس رہا۔

(موطا) رواہ امام مالک عن سالم بن عبداللہ قال جمع ابو بکر القرآن فی قراطیس

امام مالک نے سالم بن عبداللہ سے موطا میں لکھا ہے کہ بیان کیا سالم نے کہ ابو بکر صدیق رضی نے قرآن کو کاغذ پر لکھوایا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور پرنور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت سے قبل کاغذ ایجاد ہو چکا تھا لیکن عام طور پر اُس کی اشاعت نہ تھی۔ چند مصریوں نے پیپرس نامی درخت کے پتوں سے کاغذ ایجاد کیا تھا۔ اور عہد خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں قرآن شریف کا صورت کتابی میں کاغذ پر تحریر کرانا مہتم بالشان واقعہ تھا۔ طبرانی۔ حاکم۔ بیہقی۔ نسائی۔ ابن شیبہ۔ ابن مردویہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ امام المفسرین سے روایت کرتے ہیں کہ ماہ رمضان میں لیلۃ القدر کو کل قرآن مجید یکبارگی لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کیا گیا تھا اور آسمان میں مقام بیت العزت ہے وہاں رکھا گیا اور جبرئیل نے اوس آسمان کے ملائکہ سفرۃ کرام بررہ کو لکھوا دیا۔ پھر بقدر احتیاج تھوڑا تھوڑا تیئیس ۲۳ سال میں حضرت صاحب القرآن صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہر کیا تدوین قرآن مجید پر علما نے لطیف استدلال کیا ہے کہ عہد رسالت میں کتابت و حفاظت[۱] کا اس طور پر اہتمام کیا تھا کہ ایک جماعت صحابہ کلمات وحی لکھتی تھی اور دوسری جماعت اُس کو حفظ کر لیتی تھی۔ چنانچہ کل قرآن شریف

[۱] باستثنائے خلفائے راشدین۔ ابی بن کعب۔ اور معاذ بن جبل و ابو الدرداء وغیرہ اصحاب بڑے پکے حافظ تھے اور کل قرآن الحمد سے والناس تک یاد تھا۔ ابن عباس و عبداللہ ابن عمر کو بھی حفظ تھا۔

جس طور پر کہ اب ہے عہد نبوی میں متفرق طور پر لکھا جا چکا تھا جیساکہ کلام اللہ شریف میں اُس کے مکتوب ہونے کا اشارہ و صراحت تھی اور لکھنے والوں کا بھی تذکرہ ہے۔

پارہ ۳۰ سورہ عبس۔ کلا انھا تذکرہ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ ۵۔

قرآن ایک نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے اس کو پڑھے قابل ادب عالی اور پاک ورقوں میں معزز اور نیک لکھنے والوں کے ہاتھوں میں۔

الحاصل جب جبرئیل علیہ السلام کچھ آیات قرآنی لاتے تو سرور عالم کاتبان وحی کو حکم دیتے کہ اس آیۃ کو فلاں سورۃ میں لکھدو۔ پس کاتب اوسی موقع پر لکھدیتے

(رواہ احمد۔ وترمذی وابوداود)

وکان اذا نزل علیہ شئ دعا بعض من کان یکتب فیقول ضعوا ھؤلاء آیات فی سورۃ التی یذکر فیھا کذا وکذا۔

قرآن مجید کی ترتیب لوح محفوظ میں اسی طور پر تھی جس طرح کہ اول سورہ فاتحہ۔ بعد سورہ بقر۔ اور سب سے آخر میں سورہ ناس ہے۔ مگر شان نزول اس طور پر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ جس وقت جس آیۃ کی ضرورت ہوتی وہ آیۃ یا سورۃ بذریعہ جبرئیل نازل ہوتی۔

الغرض حیات النبی میں کل قرآن ترتیب کے ساتھ لوگوں کے پاس بصورت اجزا لکھا ہوا تھا۔ اور بہت سے حافظوں کو حفظ یاد تھا جو آپس میں دور کیا کرتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا کرتے۔ لیکن حضور پر نور نے بخیال بعض آیات کے منسوخ التلاوت کے احتمال کے خواہ دیگر آیات کے نزول کا احتمال ہو۔ غرضکہ کسی خاص وجہ سے کتابی صورت میں جمع نہیں کرایا تھا۔ ہر سال ماہ رمضان میں جبرئیل امین علیہ السلام کل قرآن شریف بہ ترتیب اصلی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام آپکے پاس آیات قرآنی تلاوت کرتے تو حضور صاحب قرآن بھی اُن کے ساتھ جلد جلد آیات پڑھنے کی کوشش فرماتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۵

یعنی قرآن مجید پڑھتے وقت اپنی زبان کو جلد جلد نہ ہلاؤ تاکہ اُسکے یاد کرنے میں جلدی کرتے ہو۔ کیونکہ ہمارے ذمہ ہی اسکا جمع کرنا تیرے دل میں اور تجھے اُس کا پڑھانا

اور کبھی حضرت رسول اللہ تلاوت فرماتے اور جبرئیل اُس کی سماعت کرتے تھے۔ تاکہ اصلی ترتیب کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب یاد ہو جاوے۔ اور پھر جو آیۃ نازل ہو اُس کو اُسکے اصلی موقع پر لکھوا دیں اور حفاظ کو یاد کرا دیں۔

جامع الترمذی۔ ابی بن کعبؓ۔ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے فرمایا۔ اے جبرئیل میری امت میں ناخواندہ (ان پڑھ) لوگ بہت ہیں اور اُن میں بوڑھیاں و بوڑھے بڑی عمر کے اور غلام لوگ بیگانے تابعدار و صغیر سن ہیں اور بعض بالکل اُمی ہیں جبرئیل نے کہا یا محمد یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ نے امت کے حال پر شفقت فرما کر جبرئیل سے دریافت کیا کہ میری امت میں اَن پڑھ ضعیف کم سن اور بیگانے تابعدار بھی بہت ہیں کہ انکو تکمیل حروف و لغات مشکل ہیں۔ پس بعض بعض الفاظ سب لوگوں سے یکساں ادا ہونے دشوار ہوں گے اسکی کیا تدبیر ہے جبرئیل نے کہا قرآن کے الفاظ میں بہت وسعت اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے عرب کے قبیلوں کے موافق اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ کو سات طور پر نازل فرمایا ہے پس جس شخص کو جس طرح سے اپنے محاورے کے موافق پڑھنا آسان ہو پڑھ لیا کرے مثلاً لفظ عیون بعض لوگ اپنے محاورے میں عین کے زیر سے پڑھتے ہیں عِیُون اور بعض لوگ عین کے پیش سے عُیُون پڑھتے ہیں اس لفظ کو جبرئیل علیہ السلام نے دونوں طرح پڑھکر سنا دیا۔ پس جو عین کے زیر سے پڑھتے ہیں اور جو پیش سے سب درست ہو گیا اگر ایک ہی طور پر ہوتا تو ایک فریق کو اُس کی ادائگی دشوار ہو جاتی۔ اس قسم کے اختلاف کو اختلاف قرأت کہتے ہیں۔ اور اُن الفاظ کو جو مختلف طور پر قبائل قریش میں بولے جاتے تھے۔

جبرئیل امین نے مختلف طور پر پڑھا ہے کہ تاکہ سب کو آسانی ہو جاوے اور ہفت قرأت اوکھیں اختلاف تلاوت جبرئیل علیہ السلام سے مستفاد ہیں۔ غرضکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بحیثیت خلیفہ حکماً ایک نسخہ تمام و کمال ایک جلد میں زید بن ثابت سے لکھوایا[۱] اور دستور العمل خلافت اور ہدایت تمام

[۱] یہ بات جو عام مشہور ہے کہ حضرت عثمان غنی خلیفہ سیوم جامع القرآن ہیں بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں چند نقلیں صحیفہ صدیقی کی کرا کر ممالک محروسہ اسلامیہ اور نوجی چھاؤنیوں کو بھیجدی تھیں۔ تاکہ اختلاف پیدا نہ ہو۔ لہذا موصوف جامع القرآن نہیں ہو سکتے۔ اگر جامع الناس الی القرآن کہا جاوے تو بلحاظ واقعات صحیح ہوگا۔ (مولف)

ریاست کے طور پر اُس کو اپنے پاس رکھا گرچہ وہ پہلے سے مدینہ کے بہت سے لوگوں کے پاس لکھا ہوا موجود تھا۔ جو مختلف اشیاء پر تحریر کیا گیا تھا۔

تفسیر اتقان۔ کتابۃ القرآن لیست بمحدثۃ فانہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یامر بکتابتہ ولکنہ کان مفرقا فی الرقاع والاکتاف والعسب فانما امر الصدیق بنسخہا من مکانٍ الی مکان مجتمعا وکان ذٰلک بمنزلۃ اوراق وجدت فی بیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیہا القران منتشر فجمعہا جامع وربطہا بخیط حتی لا یضیع منہا شئ (تفسیر اتقان)

قرآن شریف کی کتابت کوئی جدید امر نہیں تھی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو خود لکھواتے تھے پر چیون شانہ کی ہڈیوں۔ کھجور کی شاخوں پر متفرق تحریر تھا۔ ابوبکر صدیق نے اُن پر سے یکجا جمع کرنے کا حکم دیا اور یہ چیزیں بمنزلہ اوراق منتشرہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان سے دستیاب ہوئی تھیں جن میں قرآن مجید درج تھا۔ اور اُن کو اکٹھا کرکے دھاگے سے باندھ دیا تھا۔ تاکہ اُس میں سے کچھ ضائع نہ ہو جائے۔

عہد خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں اہل عراق نے قرآن مجید کے بعد الفاظ پڑھنے میں اختلاف کیا۔ اور اپنے محاورات اُس میں داخل کرکے ردوبدل کر دیا تھا۔ چنانچہ حذیفہ بن الیمانؓ نے مدینہ پہنچکر اختلافات مذکورسے حضرت خلیفہ سویم کو مطلع کیا۔ اور عرض کیا اے خلیفہ اس کی خبر جلد لیجئے اور یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف ہونے سے قبل اس کا تدارک فرمائیے۔ بناءً علیہ حضرت عثمان غنی نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا قرآن شریف طلب کرکے زیدؓ بن ثابتؓ انصاری۔ عبداللہ بن زبیر و سعید بن عاص۔ عبداللہ بن حارث بن ھشام قریشیوں کو بلاکر اُس قرآن سے چند نسخے نقل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جس لفظ میں زید بن ثابت انصاری اور تم تینوں قریشیوں کو اختلاف ہو تم اُس کو اپنی زبان کے محاورہ کے مطابق لکھو۔ اور غیر قبیلوں کے محاوروں کو ترک کردو اس لئے کہ قرآن قریش کی زبان معتمد علیہ میں نازل ہوا ہے۔ اسطور پر سات نسخے نقل کراکر ہر دیار میں بھجوا دئے اور حکم دیا کہ انکی نقلیں نہایت احتیاط سے کراکر شایع کئے جاویں۔

اور اونہیں کو پڑھا جاوے۔ باقی کل نسخے جن میں دیگر قبائل کے محاورات مختلفہ تھے حکماً اپنے پاس طلب کر کے اُن سب کو نظر آتش کرا دیا۔ یہ کاروائی براہ حقارت نہ تھی بلکہ تعظیماً اس سے بہتر کوئی طریقہ تلف کئے جانے کا متصور نہیں کیا گیا تھا۔ بعض بے سمجھ حضرت عثمان کی اس بات پر اعتراض کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اگر پانی میں وہ قرآن ڈالا جاتا تو لوگ نکال لیتے یا مٹی میں دفناتے تب بھی لوگ نکال لیتے۔ اسی طرح ہوا میں کتر کر اُڑاتے تو وہ پرزے لوگوں کے پاؤں میں آتے اور جا بجا غلاظتوں میں گرتے اور پھر بھی لوگوں کے ہاتھ پڑتے اور تا قیامت توریت و انجیل کی طرح اختلافات باقی رہتے۔ قطع نظر اس کے امیرالمومنین نے براہ توہین نہیں جلایا تھا بلکہ اُس کی حرمت اسی میں تصور کی تھی تاکہ اختلافات دور ہو جاویں اور اصل نسخہ حضرت **حفصہ** رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔

(بسند امام بخاری) قولہ تعالیٰ۔ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ؁ یعنی ہم تحریف و تبدل سے قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اس آیہ کریمہ کے مطابق خلفائے راشدین نے اُس کلام الٰہی کی جو حضرت صاحب القران حبیب الرحمان صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا کما حقہ حفاظت فرمائی جن کے ذریعہ سے آج تک وہی قرآن مجید اہل اسلام کے پاس موجود ہے اور تا دورِ قیامت بلا تغیر قایم رہے گا۔

## حضرت ابوبکر عتیقؓ کا علم حدیث کی خدمت کرنا

اس کی مختلف صورتیں تھیں اول یہ کہ آپ نے جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات سے علوم کا استفاضہ کیا یہاں تک کہ آپ تعلیم کی درخواست بھی حضور عالم علم لدنی سے کرتے تھے۔ اور عرض کرتے یا رسول اللہ مجھے دعا سکھلائیے جو میں اپنی نماز میں پڑھا کروں۔ ارشاد ہوا یہ دعا پڑھا کرو۔ اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم (رواہ امام احمد وابویعلی وغیرہ)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے حضرت صدیق نے عرض کیا رسول اللہ مجھے کچھ تعلیم فرمائیے جو میں

صبح وشام پڑھا کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم عالم الغیب والشھادۃ فاطر السموات والارض رب کل شی وملئکۃ اشھد ان لا الہ الا انت اعوذ بك من شر نفسی ومن شر الشیطان وشرکہ یہی دعا صبح کو اور یہی سوتے وقت پڑھا کرو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر کیا میں تم کو وہ آیۃ نہ سناؤں جو ابھی مجھپر نازل ہوئی ہے عرض کیا کیوں نہیں۔ حضور نے یہ آیت پڑھی۔ ومن یعمل سوء یجزبہ ولا یجد لہ من دون اللہ ولیا ولا نصیراً۔ جب میں نے یہ آیۃ سنی تو میری کمر ٹوٹ گئی ارشاد ہوا اے ابوبکر تم اور تمھارے مسلمان بھائی اسی دنیا میں بدلہ لیے جاؤ گے پھر تم سب قیامت کے روز اللہ سے ملوگے اور تمھارے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا دوسرے لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ ان کے گناہ جمع کئے جاویں گے اور بروز قیامت اُن کو بدلہ دیا جاوے گا (ابویعلی)

(حضرت حذیفہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر شرک تم میں خفی ہے چیونٹی کی چال سے عرض کیا یا رسول اللہ شرک تو یہی ہے کہ غیر خدا کی عبادت کی جاوے۔ فرمایا۔ ثکلتك امك یا صدیق یعنی تم کو تمھاری ماں گم کرے (ایک محاورہ تھا) میں کہتا ہوں کہ شرک تم میں مخفی ہے چیونٹی کی چال سے کیا میں وہ دعا سکھلاؤں جو شرک کے کبیرہ وصغیرہ دونوں کو مٹادے پھر ارشاد ہوا۔ ہر روز تین مرتبہ یوں دعا پڑھا کرو۔ اللھم انی اعوذبك من ان اشرك بك وانا اعلم واستغفرك لما لا اعلم فرمایا یہ بھی شرک ہے کہ تم کہو مجھے اللہ نے اور فلاں شخص نے دیا اور خدا کا شریک مدد بنانا یہ ہے کہ کوئی شخص کہے اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو فلاں شخص مجھے مار ڈالتا (ابویعلی)

دوئیم یہ کہ حضرت صدیق سے ایک سو پچاس حدیثیں مروی ہیں۔ جبیر بن مطعم کی روایت میں ہے کہ حضرت عثمان غنی نے فرمایا کاش میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلیتا کہ جب شیطان دلوں میں وسوسہ ڈالنے لگے تو اُن وسواس سے بچنے کے واسطے کیا صورت ہوسکتی ہے غرضکہ صحابہ کرام اس مصیبت میں حیران ہوئے کہ کیونکر اُس سے نجات حاصل کی جاوے چنانچہ حضرت صدیق نے اُس سے بچنے کا طریقہ تعلیم کیا۔ اور فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے "کہ اس سے نجات دینے والا کلمہ طیبہ ہے" جس کا

میں ذا اپنے چچا ابوجہل کو حکم دیا تھا کہ کہیں مگر اس نے عمل نہیں کیا۔ پس تم کلمہ طیبہ پڑھا کرو۔ (امام احمد ابویعلی)
حاصل کلام یہ ہے کہ قوم ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے استفادہ مند تھی جب وہ صحبت بوجہ وفات ہاتھ سے جاتی رہی تو وہ حالت بھی مفقود ہوگئی تفرقہ پیدا ہو گیا۔ اور حدیث ابتلائے نفس اُن پر مستولی ہوئی حضرت صدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ مطلق و نائب برحق تھے ظاہر و باطن میں طریقہ ذکر تعلیم فرماتے تھے۔ یہ ہے حقیقت اس قصہ کی جو طرق حدیث کے جمع کرنے سے مفہوم ہوا از فلا تغیر با قاویل۔ الناس فی ذلک) اور یہ پہلا واقعہ احیاء طریقہ صوفیائے کرام کا ہے جو خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے ظہور میں آیا۔

من بعد حضرت علی نے حضرت صدیق سے صلوٰۃ استغفار اخذ کی اور اُس پر اعتناء تام فرمایا۔ حضرت علی کا ارشاد ہے کہ جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی اللہ نے مجھے اُس سے نفع پہونچایا یہاں تک کہ اُس نے چاہا۔ اسی طرح حضرت صدیق نے مجھ سے حدیث بیان کی اور راست بیان کی آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ حضور نے فرمایا کہ کوئی بندہ نہیں کہ وہ گناہ کرتا ہے اور پھر وضو کرتا ہے اور دو رکعت نماز پڑھتا ہے اور اللہ سے اپنے گناہ کی مغفرت مانگتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اوسے بخشدیتا ہے۔ (امام احمد و ابویعلی)
(اہم امور) حضرت صدیق نے ایک قاعدہ مرتب کیا کہ مسائل اجتہادیہ میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ اور ادلہ شرعیہ کی ترتیب کیونکر سمجھی جاوے۔ یہی وہ قاعدہ ہے کہ الی یومنا ہذا تمام مجتہدین اس پر عمل درآمد کرتے ہیں۔ پس اس قاعدے کے وضع کرنے میں حضرت صدیق اُستاد و امام جمیع مجتہدین کے ہوئے یہی **قاعدہ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو تعلیم فرمایا تھا۔
میمون بن مہران سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر کی خدمت میں جب کوئی مدعی آتا تو اولاً آپ کتاب اللہ میں غور کرتے اور اُس کے مطابق فیصلہ کرتے اگر کلام اللہ میں نپایا جاتا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا ہوتا اُس کے مطابق فیصلہ کرتے ورنہ مسلمانوں سے دریافت کرتے کہ اُس مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تم نے کچھ سنا تھا۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ کل اصحاب پیش شدہ قضیہ کے متعلق

احادیث بیان کرتے اور آپ اُس کے مطابق فیصلہ کرتے اور فرماتے کہ الحمدللہ ہم میں وہ لوگ موجود ہیں جو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنے ہوئے ہیں اور اگر کوئی حدیث نہ پہونچتی تو آپ فضلائے صحابہ سے مشورہ کرتے اور کثرت رائے پر فیصلہ صادر کرتے تھے۔

# قصہ فدک

**فدک** یہودیوں کا ایک گاؤں **خیبر** میں واقع تھا سنہ ہجری میں جب وہاں ــــــــ کے باشندوں کو دعوت اسلام دی گئی تو انہوں نے نہ اسلام قبول کیا اور نہ تاب مقابلہ لاسکے بلکہ فدک کی نصف آراضی حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کرکے صلح کرلی۔ حضرت رسول کریم آمدنی فدک سے اپنی ازواج مطہرات کا سالانہ خرچ نکال کر بقیہ رقم فی سبیل اللہ مساکین مسلمین پر تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم کے باب الجہاد میں بحوالہ قاضی عیاض نقل کیا ہے کہ جن احادیث میراث میں صدقات کا ذکر ہوا ہے وہ تعداد میں سات اور رسول اللہ کی ملکیت خاص تھیں اور کسی کا اُن میں کوئی استحقاق نہیں تھا

(۱) سات قطعات باغات بنی نضیر۔ بذریعہ وصیت ایک یہودی۔ جو بروز جنگ اُحُد مسلمان ہوا حضور پرنور کی ملکیت میں آئے۔

(۲) وہ اراضی جو انصار نے حضور پرنور کو ہبہ کردی تھی۔

(۳) بنی نضیر یہود کا مال جب وہ مدینہ سے نکالے گئے اور بغیر جنگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ آیا

(۴) نصف آراضی موضع فدک بذریعہ صلح منتقل ہوئی تھی۔

(۵) تہائی اراضی وادی القریٰ۔

(۶) دو قلعہ ہائے خیبر یعنی وطیح۔ وسلالم بذریعہ صلح۔

(۷) خمس۔ خیبر۔

**بعد وفات شریف**۔ شروع خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں بی بی خاتون جنت جنابہ **سیدہؓ**

رضی اللہ عنہانے حضرت خلیفہ کے پاس تشریف لاکر پدر نامدار کی میراث کا دعویٰ فرمایا جسمیں فدک ودیگر اموال شمول تھے بنائے دعویٰ قرآن مجید کی یہ آیۃ تھی۔

(سورۃ النساء) يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ۔

یعنی اللہ تمہاری اولاد کے (حصوں) کے بارہ میں کہتا ہے کہ لڑکے کا دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے۔

ابوبکر صدیق نے جواب دیا کہ پیغمبروں کے مال میں وراثت نہیں اُس پر خاتون جنت ناراض ہوکر چلی گئیں اور مرتے دم تک ابوبکرؓ سے نہ بولیں۔ کتب حدیث وتواریخ میں یہ قصہ نہایت تفصیل سے درج ہے۔

(رواہ بخاری عن عائشہ) ان فاطمة بنت النبي ارسلت الى ابي بكر تسئله ميراثها من رسول الله مما افاء الله عليه بالمدينه وفدك وما بقي من خمس خيبر فقال ابو بكر ان رسول الله قال لا نورث ما تركنا صدقة انما ياكل آل محمد في هذ المال۔ وانی والله لااغير شيئًا من صدقة رسول الله عن حالها في عهد رسول الله ولاعملن فيها بما عمل به رسول الله فابى ابو بكر ان يدفع الى فاطمة منها شيئًا فوجدت فاطمة على ابي بكر ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت۔ (بخاری غزوہ خیبر)

بخاری میں بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت رسول اللہ نے ابوبکر صدیق کے پاس کسی شخص کو بھیجا اور مدینہ۔ فدک اور مابقی خمس خیبر میں سے جو رسول اللہ نے چھوڑا تھا اپنا حصہ مانگا۔ اور ابوبکر صدیق نے جواب دیا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم پیغمبروں کے مال میں وراثت نہیں ہم جو کچھ چھوڑ جاویں وہ راہ خدا میں صدقہ ہے گرچہ آل محمدؐ اس مال سے بقدر اخراجات ضروری حصہ پاوینگے۔ قسم بخدا میں اس میں کچھ تغیر نکروں گا اور جس طرح رسول کریم اُس میں تصرف کرتے تھے ویسا ہی کرونگا جب ابوبکر صدیق نے حصہ دینے سے انکار کیا تو بی بی فاطمہ ناراض ہوگئیں اور بولنا چھوڑ دیا جب تک زندہ رہیں (بخاری)

(صحیح بخاری ومسلم) لا تقتسم من ورثتي دينارا ما تركت بعد نفقة نسائي ومؤنة عاملي فهو صدقه۔

(بخاری ومسلم۔ ابوہریرہ) حضرت نے فرمایا۔ نہ تقسیم کرینگے میرے وارث طلائی دینار کے برابر بھی جو چھوڑ جاؤں میں بعد میرے بیبیوں کے خرچ کے اور عامل (متولی) کے محنت کے سو صدقہ ہے خدا کی راہ میں۔

(فائدہ) فرمایا حضرت نے کہ میرے وارث تو ایک دینار برابر بھی کچھ ترکہ تقسیم نہ کر سکیں گے باقی جائداد زرعی (اراضیات) تو بعد نان نفقہ میری زوجگان اور کارکن (خواہ متولی) کے اخراجات کے مابقی آمدنی راہ خدا میں صدقہ ہوگی۔ اموال پیغمبر میں وراثت جاری نہ ہونے کی یہ حکمت ہے تاکہ خلق اللہ کو معلوم ہو جاوے کہ پیغمبران کی محنت و جان فشانی محض خدا کے واسطے تھی دنیا کا کچھ لگاؤ نہ تھا۔ یہانتک کہ اولاد اور وارثان کو بھی اُن کا کچھ حصہ نہیں ملتا۔

اس موقع پر جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ورثہ دینے سے انکار کیا اُس کی وجہ تھی کہ آپ اُسکے متعلق قطعی حکم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سُن چکے تھے۔ (نحن معاشر الانبیاء لا نورث) ورنہ حضرت فاطمہ رضہ سے اُن کو کوئی عناد نہ تھا اور اُس کی بیّن دلیل یہ ہے کہ اگر رسول اللہ کا ترکہ تقسیم کیا جاتا تو حضور کی ازواج مطہرات کو بھی حصہ دیا جاتا منجملہ جن کے خاص کر حضرت ابو بکر صدیق کی دختر بی بی عائشہ صدیقہ زوجہ تھیں اگر فرض کیا جاوے کہ کسی عناد کی وجہ سے بی بی خاتون جنت کو ترکہ دینے سے انکار کیا گیا تھا۔ اُس صورت میں حضرت کی ازواج اور اُن کے باپ و برادران سے کون سی رنجش تھی کہ جس کی بنا پر اُن سب کو مع اپنی بیٹی حضرت عائشہ محبوبہ رسول خدا کو بھی محروم کیا گیا امام بخاری نے دوسرے مقام پر ایک اور حدیث لکھی ہے کہ ازواج مطہرات نے بھی حضرت رسول کریم کے ترکہ کا دعوی کیا تھا اُس سے واضح ہوتا ہے کہ جس طرح حضرتِ فاطمہ رضہ حدیث ترکہ سے لاعلم تھیں اسی طرح پر سوائے حضرتِ عائشہ رضہ کے دیگر ازواج بھی بے خبر تھیں۔ الفاظ حدیث یہ ہیں۔

انا سمعت عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم تقول ارسل ازواج النبی عثمان الی ابی بکر لیسئلہ ثمنھن مما افاء اللہ علی رسولہ فکنت انا اردھن فقلت لھن الا تتقین اللہ الم تعلمن ان النبی کان یقول لا نورث ما ترکناہ صدقۃ

میں نے بی بی عائشہ رضہ سے سنا کہ فرماتی تھیں کہ ازواج نبی نے عثمان کو حضرت ابوبکر رضہ کے پاس بھیجا تاکہ اُن سے اپنا آٹھواں حصہ اُس چیز سے لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس کو مال غنیمت کیا تھا میں نے اُسکو لوٹا دیا اور کہا کہ وہ خدا سے نہیں ڈرتی ہیں کیا اُنکو معلوم نہیں کہ حضرت نبی فرماتے تھے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا اور جو کچھ ہم چھوڑیں

انما یاکل آل محمد فی ھذا المال فانتھی ازواج النبی الی ما اخبرتھن۔ (رواہ البخاری ومسلم وموطا)

وہ صدقہ ہے صرف آل محمدؐ بقدر ضرورت اُس میں سے لے سکتے تھے۔ پس ازواج نبی کو جب یہ حدیث معلوم ہوئی تو وہ رُک گئیں۔

گرچہ اس حدیث کی عدم شہرت کی ایسی کیفیت تھی کہ بیبیاں اور بیٹی تک اُس سے لاعلم تھیں لیکن ابوبکر صدیق نے بذات خود اُس کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا بنابریں وہ آپ کے واسطے واجب العمل ہوگئی تھی۔ اب رہا معاملہ نص قرآنی کا پس اُس کی بابت علمائے اہل سنت نے جواب دیا ہے کہ یہ حدیث مخالف نص نہیں بلکہ اُس کی مخصص ہے اور ایسی کئی تخصیصیں اس آیت میں پائی جاتی ہیں۔

(۱) کافر کی اولاد کو وراثت نہیں پہونچتی۔ (۲) غلام وارث نہیں ہوتا۔

(۳) قاتل بھی وارث نہیں ہوتا۔

# تحقیق انیق مسئلہ میراث النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتردید اعتراضات اہل تشعیہ

(مناہج النبوۃ صفحہ ۱۰۲) بعد وصال حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایک روز سیدہ فاطمہ زہرا خاتون جنت رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ رسول اللہ کے پاس تشریف لائیں خلیفہ صاحب نے بہ تعظیم تکریم حضرت سیدہ کو خاص اپنی جگہ بٹھلا کر وجہ تشریف آوری دریافت کی۔ آپ نے فرمایا میں اپنے پدر بزرگوار کے متروکہ میں میراث چاہتی ہوں۔ خلیفہ صاحب نے جواب میں فرمایا۔ اے خاتون آپ شرعاً میراث کی مستحق نہیں ہوسکتیں ورنہ دریغ نکیا جاتا۔ حضرت خاتون جنت نے سوال کیا۔ بعد تمھاری وفات کے کس کو میراث پہونچے گی؟ خلیفہ رسول اللہ نے فرمایا " میرے اہل وعیال کو " من بعد حضرت سیدہ نے سوال کیا " کیا وجہ ہے کہ میرے باپ کا ترکہ نہ ملے "؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارشاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سُنایا:۔

انا معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکنا صدقة "ہم گروہ انبیاء ہیں وارث نہیں ہوتے نہ وارث بنائے جاتے ہیں۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے"

اس حدیث کو سن کر حضرت سیدہ نے سکوت اختیار کیا۔ اور کبیدہ خاطر رہیں۔ فرقہ اہل تشیعہ باوجود واقفیت احکام شرعیہ اس چودھویں صدی میں بھی بمقتضائے طینت فاسدہ حضرت خلیفہ رسول اللہ پر سب وشتم کرنا جزو دین تصور کرتے ہیں۔ لکم دینکم ولی دین۔

(حدیث بخاری، و مسلم و موطا) یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی بذریعہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ اموال غنیمت میں میراث النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ پیش کیا تھا۔ اور حضرت خلیفہ رسول اللہ نے بتعمیل حکم شارع علیہ السلام فرمایا۔ کیا وہ (ازواج النبی) خدائے تعالیٰ سے نہیں ڈرتی ہیں۔ کیا اُن کو معلوم نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ہمارا وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ جب ازواج طاہرات کو اس حدیث کا علم ہوا تو اپنے دعادی سے دست بردار ہوگئیں

روایت۔ عمر ابن عبدالعزیز جب مسند نشین خلافت ہوئے تو بوجہ اپنے عدل و انصاف ان اموال غنیمت کو اپنے قبضہ میں لینے سے انکار کر دیا اور یوں کہا کہ نہ لوں گا میں اُس شئے کو جس کے دینے سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو منع فرمایا تھا پس اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت فاطمہ زہرا نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہ نفیس نفیس اس جائداد کو طلب کیا تھا اور حضور پرنور نے انکار فرمایا تھا۔

(شان حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا) اخرج صحیح مسلم عن عائشة۔ قالت خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداة وعلیہ مرا مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء حسین فادخله ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخلهٗ ثم قال

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے کہ باہر تشریف لائے رسول اللہ علیہ وسلم ایک روز صبح کو سیاہ کملی اوڑھے جس پر بالوں کے نقش تھے۔ پھر آئے حسن پس لے لیا انکو حضرت نے کملی کے اندر اسکے بعد حسین آئے تو لے لیا ان کو کملی کے اندر پھر آئے علی تو لے لیا اُن کو کملی میں۔ اُن کے بعد آئیں فاطمہ پس لے لیا کملی کے اندر اُو

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اہل بیت سے برائیاں دور کردے اور پاک کرے تم کو پاکیزگی کے ساتھ"۔

(اہل عقل و انصاف) ذرا غور کریں کہ حضور **محبوب خدا** حبیب یزداں صلی اللہ علیہ وسلم نے آل عبا کو اپنی کملی کے اندر کس خلوص سے لے کر دعا فرمائی تھی کہ خداوندا۔ ان ذوات مقدس کو جملہ عیوب و قبائح سے پاک و صاف کردے۔ اور دعائے حضور فی الفور مقبول الاجابت ہوتی تھی پھر کملی کے اندر حضرت فاطمہ زہرا بھی تھیں۔ لہذا یقینی و ایمانی نکتہ نظر سے تمامی اہل عالم سے برگزیدہ و منزا بہ برکت دعائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنادی گئی تھیں۔ پھر خلقی و فطری طور پر **نبی زادے** معصوم پیدا کیے گئے تھے بغض۔ کینہ۔ حسد و عداوت و رشک کا مادہ اُن کے خمیر میں داخل نہ تھا۔ ایسی صورت میں یہ کسطرح قرین قیاس ہوسکتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کو والد بزرگوار کا ترکہ نہ دئے جانے سے حضرت ابوبکر خلیفہ رسول اللہ سے اس درجہ کا عناد و ملال پیدا ہوا کہ آپ نے بقیہ العمر حضرت صدیق سے بولنا ترک کر دیا تھا۔ بلکہ جو فرقہ اس کا قائل ہے وہ دراصل شان حضرت خاتون کی توہین و تنقیص کرتا ہے گویا جن عیوب بشری سے خداوند عالم نے بدعائے رسول مقبول حضرت فاطمہ زہرا کو پاک و صاف و مطہر کر دیا تھا ایسے لایعقل متہم کرتے ہیں۔ **تردید** اس کی حسب ذیل ہے:۔

بحوالہ کتب الوفا۔ و ریاض النضرہ۔ مدارج النبوۃ۔ بعد اس واقعہ کے حضرت ابوبکر صدیق بی بی فاطمہ زہرا کے پاس تشریف لے گئے اور معذرت کی۔ پس خاتون جنت فوراً راضی و خوشنود ہوگئیں۔

(ثانیہ) اخرجہ الشیخان فی کتاب عن اوزاعی۔ امام بخاری و مسلم نے اوزاعی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت خاتون جنت کے مکان پر گئے اور دروازہ پر کھڑے ہوکر فرمایا نجاؤنگا میں یہاں سے جب تک **بنت رسول اللہ** مجھ سے راضی نہ ہوجاوینگی۔

(شان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا)

تبحر علمی۔ جامع الکبیر عن عمارہ۔ ما رأیت جامع الکبیر میں عروہ رضی اللہ عنہ سے منقول کہ میں نے

امراءۃ اعلم بطب وفقہ ولا شعر من عائشۃ۔ کوئی عورت ایسی نہیں جو طب۔ فقہ۔ شعر گوئی میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر فوقیت لے گئی ہو۔

ایضاً اسی کتاب میں الزہری کی روایت ہے۔

لوجمع علم نساء ھذہ الامۃ فیھن ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان عائشۃ اکثر من علمھن۔ اگر امت محمدیہ کی تمام عورتوں کا علم جن میں ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں ایک جگہ شامل کیا جاوے تو صرف عائشہ کا علم ان سب سے زیادہ ہوگا۔

جامع الکمالات سردار پیغمبران کے قلب مطہر کی کشش جس بی بی کے جانب ہو اُس کا جامع کمالات ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ خصوصاً جب کشش دو طرفہ ہو۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ محبوبہ رسول بھی تھیں اور عاشق رسول کریم بھی تھیں۔ فی الحقیقت حضرت صدیقہ جملہ خوبیوں کا مجسمہ تھیں۔ خلاصہ یہ کہ حضرت ام المومنین نے جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ میراث کو خود سُنا تھا اُسی وقت سے دعوی میراث النبی سے دست بردار ہو گئی تھیں۔ بقیہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خلیفہ رسول اللہ سے حدیث میراث کو سُنکر سکوت فرمایا غرضکہ جائداد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدنی حضرت ابوبکر صدیق ادل ان نفقہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ وحوائج المسلمین اہل حاجت میں صرف کرتے اور پس ماندہ رقم میں سے ال کو انکو بھی مشاہرہ ادا کرتے جن سے حضور سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات پر کما حقہ عمل کیا جیسا کہ حدیث ثانیہ صحیحین میں فرمایا تھا۔

عن ابی ھریرۃ لا تقتسم ورثتی دینارا ما ترکت بعد نفقۃ نسائی ومونۃ عاملی فھو صدقۃ۔ یعنی جو کچھ میں چھوڑ جاؤں اُس میں سے میرے وارث بقدر دینار بعد نان نفقہ میری بیبیوں کے اور اخراجات کارکن (متولی) کے تقسیم نکر سکیں گے اس لئے کہ وہ صدقہ ہے خدا کی راہ میں۔

پس حضرت صدیق وعمر فاروق نے اسی طرح عملدرآمد کیا۔ اور زمانہ دراز تک جاری رہا۔

# عملدرآمد بعد وفات ابوبکر صدیق رضہ

بعد وصال حضرت ابوبکر خلیفہ رسول اللہ کے امیرالمومنین حضرت عمر رضہ خلیفہ دویم بعہد خلافت شروع دو سال تک اُن اموال کو اُسی طریقہ پر تقسیم کرتے رہے جس طور پر خلیفہ اول کرتے تھے بعدہ حضرت فاروق علیہ السلام نے حضرت علی و عباس رضی اللہ عنہم کو جائداد نبویہ کا متولی مقرر کیا۔ کچھ مُدت بعد ان متولیوں کے درمیان کچھ اختلاف واقع ہوا۔ اور دونوں حضرات نے حضرت امیرالمومنین عمر فاروق سے عرض کیا کہ ہم تولیت سے علیحدہ ہوتے ہیں آمدنی جائداد آپ ہی تقسیم کیا کیجئے اُس وقت حضرت خلیفہ صاحب نے اصحاب رسول اللہ کا مجمع طلب کیا۔ اور یوں فرمایا۔ میں آپ صاحبوں کو خدائے تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے حکم سے آسمان و زمین قایم ہے۔ کیا یہ ارشاد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ انا معشر الانبیاء لا نرث و لا نورث ما ترکنا صدقة سب صحابہ نے بالاتفاق کہا نعم۔ واللہ قال۔ بلا شبہہ قسم بخدا یوں ہی ارشاد کیا تھا۔ فرمایا تقسیم کرتے تھے اس مال کو حضرت رسول خدا۔ دیتے تھے ایک سال کا نان نفقہ اپنی ازواج کو اور باقیماندہ کو مال خدا گردانتے۔ بہبودی و فلاح مسلمین میں اُس کو خرچ کرتے پھر خلیفہ ہوئے ابوبکر رضہ پس قبضہ کیا اُس مال و جائداد پر اور اُسی طور پر عمل کیا جس طرح رسول اللہ کرتے اور وہ اس قول و عمل میں پاک باز و تابع حق تھے۔ بعد اُس کے وفات پائی ابوبکر نے اور میں خلیفہ ابوبکر و رسول اللہ کا ہوں میں نے دو سال تک اُس مال میں عمل کیا جس طرح نبی کریم اور صدیق اکبر نے عمل کیا پھر آئے تم دونوں (علی و عباس) اور میں نے وہ کام بالاشتراک تم دونوں کو سپرد کر دیا تاکہ عمل کرو اُس طریقہ پر جو معمول تھا حضرت پیغمبر علیہ السلام کا اور عہد کیا تم نے کہ ہم ایسا کریں گے۔ اور اب کہتے ہو میں تقسیم کر کے تم دونوں کو دوں یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا۔ بالآخر تنہا حضرت علی رضہ کو تولیت سپرد فرما دی پھر بعد حضرت علی مرتضیٰ کے حضرت امام حسنؑ منتظم (متولی) ہوئے اور بعد آپ کے حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت سید الشہدا کے بعد سید نا امام زین العابدین متولی ہوئے۔ غرضکہ اسی طور پر تولیت منتقل ہوتی رہی اور بعد امام سجادؑ

کے زید بن امام حسن علیہ السلام۔ اور ان کے بعد مروان متولی ہوا جو والی مدینہ منورہ تھا۔ اور مروانیوں میں منتقل ہوتی رہی حتی کہ عمر بن عبدالعزیز کی جب نوبت خلافت پہونچی چونکہ وہ عادل منصف مزاج تھے کہنے لگے کہ نہ لونگا میں۔ اُس شئے کو جس کے دینے سے منع فرمایا تھا۔ حضرت رسول اللہ نے بی بی فاطمہ کو۔ ان کے قول سے ظاہر ہوا کہ حضرت فاطمہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس جائداد کو طلب کیا تھا اور آنحضرت نے نہیں دیا تھا۔ اور بحالت موجودہ چھوڑا تھا۔ بحمد اللہ کہ اعدائے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بخوبی تردید ہوگئی۔

# نظام سیاسی صدیقی

حضرت خلیفہ رسول اللہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت تکلفات شاہی سے مبرا تھا مسجد نبوی کا فرش بوریہ جناب کا مسند شاہی تھا۔ جس طور پر کہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ حضرت خلیفہ نے کوئی وزیر مقرر نہیں کیا تھا۔ فرامین۔ معاهدات کی تحریر کیواسطے جس طرح عہد رسالت میں کاتب مقرر تھے۔ وہی طریق نبوی آپ نے قایم رکھا۔ عثمان بن عفان رضؓ۔ زید بن ثابت۔ عبداللہ بن ارقم پیشی میں کام کرتے تھے۔

**فرایض خلافت** چونکہ آپ کی خلافت کا زمانہ نہایت قلیل تھا۔ ارتداد عرب عراق وشام کی فوج کشی کے باعث اشاعت اسلام غیر ممالک میں نہ ہوسکی۔ نہ ملکی آمدنی میں کوئی وسائل ترقی رونما ہوئے۔ نہ وضع قوانین کی ضرورت درپیش ہوئی۔

**اهم فرایض** نماز کی جماعت۔ صدقات وجزیہ کا وصول کرنا۔ **فیصلہ نزاعات**۔ اشاعت اسلام کے واسطے افواج کی فراہمی وروانگی۔

**فوجی افسران** کی بہت زیادہ قدر فرماتے۔ اور اُن کے معقول عذرات کو پذیرا کرکے درگزر فرماتے۔ دارالخلافت مدینہ میں بیٹھے ہوئے تمامی فوج وافسران کی نگرانی فرماتے۔ میدان جنگ کے حالات کے لحاظ سے سرداران لشکر کی تبدیلی وتعیناتی فرماتے۔ اور اُن کی امداد کے واسطے کمک روانہ فرماتے

افواج شام کا امیر الامراء (جرنیل اعظم) ابو عبیدہ جب اس مہم کے متحمل نظر نہ آئے تو عہدہ سپہ سالاری خالد بن ولید کو دیدیا۔ ان تمام تغیر و تبدل میں حضرت صدیق کی تجاویز تیر بہدف ثابت ہوئیں۔

## ریاضت و خشیت و انکسار

زمانہ خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق مسلمین کے ساتھ اس طرح مل کر بیٹھتے کہ ناواقف شخص نہ پہچانتا کہ اُن میں کون شخص خلیفہ رسول اللہ ہے۔ جب کوئی شخص آپ کی تعریف کرتا تب آپ فرماتے الٰہی تو میرے نفس کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ میں اس لایق نہیں ہوں جیسا کہ لوگ مجھ پر گمان کرتے ہیں خدایا تو مجھکو نیک کردے۔ میرے جن گناہوں سے لوگ واقف نہیں اُن کی مغفرت کر۔ لوگوں کے گمان کا مجھ سے مواخذہ مت کر۔

ابو قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ابوبکر صدیق سے دریافت کیا کہ آپ وتر کب پڑھا کرتے ہیں عرض کیا اول شب میں بعد حضرت عمر فاروق سے یہی سوال کیا تو اونہوں نے عرض کیا آخر شب میں اُس کے بعد حضور پر نور نے ابوبکر سے فرمایا آپ نے اصل کو اختیار کیا اور حضرت فاروق سے فرمایا تم نے قوت کو لیا اول شب میں وتر پڑھنے میں یہ احتیاط تھی کہ اگر تہجد کو نہ اوٹھے تو وتر قضا ہوگا۔ (ابوداود امام مالک)

مجاھد رضہ کا قول ہے کہ جب ابوبکر صدیق نماز کے واسطے کھڑے ہوتے تو آپ کا جسم خوف الٰہی سے مثل لکڑی کے ہوجاتا رات کے آخر حصہ میں اہل مدینہ ایسی بو محسوس کرتے جیسے کباب کے جلنے کی ہوتی ہے اور جب تحقیقات کی گئی تو وہ بو حضرت صدیق کے مکان سے نکلتی معلوم ہوئی۔ روایت ہے کہ بعد وفات حضرت صدیق کے محض تحقیقات حالات ریاضت کی غرض سے حضرت فاروق نے آپ کی بیوہ سے عقد کیا اور دریافت کیا کہ حضرت صدیق کس طور پر عبادت کرتے تھے بی بی صاحبہ نے بیان کیا کہ آپ تمام شب بیدار رہتے اور ایسی آہ کھینچا کرتے کہ ہر سانس سے بوے کباب سوختہ آتی تھی۔

---

# خلق اللہ کو نفع رسانی

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک اپاہج بوڑھیا کی مدینہ میں خدمت کرتا تھا چند روز کے بعد میں نے دیکھا کہ اُس بوڑھیا کے پاس جملہ اشیاء ضروری موجود ہیں یہ دیکھ کر مجھکو حیرت ہوئی ۔ میں نے اُس سے دریافت کیا تو اُس نے کہا رات کیوقت ایک شخص سامان پہونچا دیتا ہے ۔ نہیں معلوم وہ کون ہے ۔ چنانچہ اُس شخص کے دیکھنے کا حضرت فاروق نے خاص اہتمام کیا اور بوڑھیا کے گھر میں قیام کیا ۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خلیفہ رسول کریم اُس بوڑھیا کے گھر تشریف لائے ۔ اور اُس کے خورونوش کا سامان اُس کو دیا ۔ اُس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ۔ یا خلیفۃ المسلمین بجز آپ کے یہ کام اور کون کرسکتا ہے ۔

(للستۃ) عن ابی ھریرۃ ۔ من اصبح الیوم منکم صائماً ۔ قال ابوبکرؓ انا ۔ قال فمن تبع الیوم منکم جنازۃ ؟ قال ابوبکرؓ انا قال فمن اطعم الیوم منکم مسکینا ؟ قال ابوبکرؓ انا قال فمن عاد الیوم منکم مریضاً ؟ قال ابوبکرؓ انا ۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ما اجتمعن فی رجل الا دخل الجنۃ (لمسلم)

(صحاح ستہ) ابوہریرہؓ ۔ حضرت رسول اللہ نے صحابہ سے دریافت کیا ! آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا ہے ؟ ابوبکر نے کہا میں نے فرمایا آج کسی جنازہ کے ساتھ تم میں سے کون جاچکا ہے ؟ ابوبکر نے کہا میں نے تم میں سے آج کسی نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے ۔ ؟ ابوبکر نے کہا ۔ میں ۔ ؟ فرمایا آج کسی مریض کی عیادت تم میں کون کرچکا ہے ؟ ابوبکر نے کہا میں ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوبیاں جس میں جمع ہوئیں وہ جنت میں داخل ہوا ۔

(فائدہ) اعمال ۔ ایمان کے ثمرات ہیں ۔ چونکہ حضرت صدیق کا ایمان سب سے زیادہ قوی تھا اس لئے ہر طاعت کی بجا آوری کی ۔

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت خلیفہ رسول اللہ سے کہا کہ آپ بیت المال کی حفاظت کیواسطے چوکیدار کیوں نہیں رکھتے ۔ جواب دیا کہ جب قفل لگا رہتا ہے تو چوکیدار کی کیا ضرورت ہے ۔ حالانکہ

کیفیت یہ تھی کہ جس قدر مال آتا۔ آپ مساکین فقرا پر تقسیم کر دیتے تھے۔ چند روز کے بعد بیت المال کو اپنے مکان پر منتقل کر لیا۔ ایک مرتبہ مال غنیمت آیا۔ آپ نے فقراء و مساکین پر بحصہ مساوی تقسیم کیا اور کچھ گھوڑی و ہتھیار خرید کر فی سبیل اللہ تقسیم کر دے۔ کچھ کپڑے خرید کر گوشہ نشینان و صحرانشینوں کو بھیجدے عہد خلافت میں تقریباً دو لاکھ درہم بیت المال میں جمع ہوئے اور وہ کل رقم خرچ ہو گئی۔ بعد وفات آپکے بیت المال کی جانچ کی گئی تو صرف ایک درہم برآمد ہوا جو کسی چیز میں لپٹا ہوا رہ گیا تھا۔

للشیخین۔ عن جابر۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو جاء مال البحرین اعطیتك ھٰکذا فلم یجیی حتی قبض فلما مات جاء ابابکر مال البحرین فنادی منادی ابی بکر من کان له علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدة او دین فلیاتنا فاتیته فاخبرته فقال جبی ولم یعطی ثم اتیته فقال مثله ثم اتیته الثالثه فقلت سالتك فلم تعطنی ثم سالتك فلم تعطنی واما ان تبخل عنی فقال قلت ا ما ان تعطینی واما ان تبخل عنی ای داء ادو ء من البخل وما رددتك الا وانا ارید ان اعطیك فحثی لی حثیه وجعل سفیان حین رواه یحثو بکفیه جمیعا ثم قال ھٰکذا۔ قال لنا ابن المنکدر عن جابر وقال عدھا فوجدتھا خمس مائة قال فخذ مثلھا مرتین۔

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بحرین سے مال غنیمت آویگا تو میں تمکو اسطرح دونگا مگر مال نہ آیا اور آنحضرت کا وصال ہو گیا۔ بعد وصال حضور پرنور بحرین کا مال آیا اور ابوبکر کے منادی نے اعلان کیا کہ آنحضرت کے ذمہ جس کسی کا قرض یا وعدہ ہو ہمارے پاس آئے چنانچہ میں گیا اور میں نے حضرت رسول اللہ کے وعدہ کی ابوبکر کو اطلاع دی فرمایا اچھا۔ مگر کچھ نہ دیا۔ پھر میں آیا اور اونھوں نے کہدیا۔ اچھا پھر میں تیسری مرتبہ گیا اور کہا کہ میں نے آپسے دو مرتبہ سوال کیا اور آپنے مجھکو کچھ نہیں دیا۔ اب یا تو دیجئے ورنہ آپ بخل کرتے ہو۔ لہذا بخل سے زیادہ کون سا گندہ مرض ہے! اور میں نے تمکو کسی مرتبہ واپس نہیں کیا۔ مگر یہ نیت ضرور رکھتا تھا کہ دونگا۔ چنانچہ مجھکو لپ بھر کر دیا۔ (سفیان راوی) نے یہ حدیث روایت کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کے لپ بنا کر دکھایا اور کہا کہ اسطرح جابر سے منقول ہے کہ پھر حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ انکو شمار کرو چنانچہ وہ پانچسو تھے فرمایا اتنے ہی دو مرتبہ اور لے لو حضرت صدیق نے وعدہ نبویہ کو قرض کے حکم میں لیا۔ اسلئے کہ آنحضرت کا اسکے ایفامیں اہتمام ادا و دین کے مثل تھا (بخاری شریف)

تقرر خلافت کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب مجھ سے اہل وعیال کی روزی کا کام نہ ہو سکے گا۔ اب ہم مال موجودہ سے اپنا گذارہ کریں گے۔ عطابن سائب روایت کرتے ہیں کہ ایک روز ابوبکر رضؓ عہد خلافت میں دو عدد چادریں لئے ہوئے بازار تشریف لئے جارہے تھے۔ راستہ میں حضرت عمر مل گئے اور فرمانے لگے اب تو آپ یہ دھندے چھوڑ دیجئے۔

آپ سردار مسلمین ہو گئے ہیں۔ فرمایا کہ میں اور میرے اہل وعیال کہاں سے کھائیں گے۔ حضرت فاروق نے فرمایا کہ یہ کام حضرت ابوعبیدہ کے سپرد کیجئے چنانچہ دونوں حضرات اُن کے پاس گئے اور فرمایا کہ میرے عیال کا نفقہ تم مہاجرین سے وصول کر دیا کرو۔ اور ہر چیز معمولی حیثیت کی ہو۔ گرمی جاڑے کے کپڑے کی ضرورت ہو گی۔ جب پھٹ جاویں گے تو ہم واپس کر دیا کریں گے۔ اور نئے لے لیا کریں گے چنانچہ اُسی روز سے ابوعبیدہ نصف بکری کا گوشت و دیگر لوازمات ضروری آپ کے گھر پہونچا دیتے تھے۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعد اُس کے ڈھائی ہزار درہم بطور وظیفہ سالانہ حضرت خلیفہ اور اُن کے اہل وعیال کے واسطے بیت المال سے مقرر ہو گئے۔

# فضیلت وشرف

اخرج البخاری۔ عن انس۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ صعد احداً ابوبکر وعثمان وعمر۔ فرجف بھم فضربہ برجلہ فقال اثبت احد فانما علیك نبیٌّ وصدیقٌ و شہیدان ہ

صحیح بخاری میں حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اُحد پہاڑ پر چڑھے ابوبکر عمر وعثمان بھی حضور پر نور کے ہمراہ تھے۔ پس پہاڑ جنبش کرنے لگا۔ نبی کریم نے اُس پر ایڑی ماری۔ اور فرمایا۔ ساکت ہو اے احد تجھ پر تو ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

چونکہ قادر مطلق نے ہر شے کو قوت احساس عطا کی ہے اور ایسی قسم کی حیات عطا فرمائی ہے کہ جس سے زبان حال سے وہ قادر مطلق کی تسبیح کرتی ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (سورہ بنی اسرائیل)

لہذا اُسی قوت حسیہ سے کوہ اُحد ان مقدس ذوات برگزیدہ عالم کے رونق افروزی سے ز راہِ افتخار جنبش کرنے لگا۔ لیکن حضور سراپا اعجاز صلی اللہ علیہ وسلم نے ایڑھی مبارک مار کر روک دیا۔

ایک ٹھوکر میں اُحد کا زلزلہ جاتا رہا     کیسا رکھتی تھیں وقار اللہ اکبر ایڑھیاں

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ صدیق کا مرتبہ بعد نبی کے ہوتا ہے اور صدیق سے بالاتر بجز پیغمبر کے اور درجہ نہیں ہوتا۔ اور صدیق کے بعد مرتبہ شہداء کا ہوتا ہے۔

# کرامت

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صدیق خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع تیس ہزار لشکر کے طایف کی جانب روانہ ہوئے وہ دن سخت گرمی کا تھا دوپہر کے وقت لشکر نے قیام کیا اور حضرت صدیق اکبر **مقبرہ حجون** کے اندر بغرض آرام لینے کے تشریف لے گئے کچھ دیر قیام فرمایا اور ریش مبارک میں کنگھا کیا۔ ایک بال زمین پر گرا ناگاہ ایک سمت سے آواز آئی اے لوگو اس مقبرہ میں گنہگار مدفون ہیں مدت دراز سے سخت عذاب میں مبتلا تھے یہ بال ریش **ابو بکر** رضی اللہ عنہ کے طفیل سے اللہ تعالیٰ نے اُن پر سے عذاب اوٹھا لیا اور اُسکی برکت سے قیامت تک عذاب نہ ہوگا۔ حاضرین کو حضرت صدیق کی عظمت کا تعجب ہوا۔ پھر ندا ہوئی اے **اصحاب** اس سے تعجب نہ کرو کیونکہ اگر ساتوں آسمان کے فرشتے عرش تک جمع ہوکر ابوبکر کے حسنات و فضائل لکھیں تب بھی اُن کی ایک صفت تمام نہ ہو۔ سبحان اللہ

سرِ من خاکِ راہِ او بادا     دل و جانم فدائے او بادا

حضرت عمر فاروق علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کاش میں سینہ ابوبکر کا ایک بال ہوتا۔ نیز یہ کہ میں ابوبکر کو جنت میں دیکھتا ہوں اُسکی مجھکو بھی تمنا ہوتی ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جسم کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ اچھی ہے۔

مطابق رویائے **صادقہ** والہامات جو حضرت عتیق رضی اللہ عنہ کے قلب پر قدرت سے ڈالے جاتے تھے حضرت ممدوح نے جہاد ملک شام کے واسطے لشکر روانہ کرنے کا عزم مصمم فرمایا۔ **یزید بن سفیان** کو امیر لشکر (جنرل) مقرر کیا یہ چوتھے سپہ سالار لشکر اسلامیہ تھے۔ جب یزید بن سفیان کو رخصت کرنے لگے تو حضرت

خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب عجیب وصیتیں کی جو جمیع دیار و امصار میں مسلمین کیواسطے بہترین دستور العمل بن گئی تھیں (یحییٰ بن سعید سے روایت ہے) کہ وقت کوچ یزید بن سفیان حضرت خلیفہ صاحب پا پیادہ تھے امیر لشکر نے بخیال سوء ادبی عرض کیا کہ یا حضرت آپ بھی سوار ہولیں ورنہ غلام کو اوترنے کی اجازت دیں۔ ارشاد ہوا کہ نہ میں سوار ہوں گا نہ تم کو اوترنے کی اجازت دوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے ان چند قدموں کو راہ خدا میں شمار کراوں "

# کرامات اخبار غیبی

(۱) فرمایا عنقریب تمہارا گذر ایک قوم پر ہوگا جو خیال کرتی ہے کہ وہ اپنے نفسوں کو راہ خدا میں روکے ہوے ہے پس قوم سے تعارض نہ کرنا ان کو اُن کی حالت پر چھوڑ دینا۔

(۲) اُن کے بعد اور ایک قوم پر پہونچوگے جو کھوپڑی پر سے سر منڈاتے ہیں۔ اُنکی تلوار سے خبر لینا۔ اس کے بعد میں آپ کو چند وصیتیں کرتا ہوں جن کو آپ اپنا دستور العمل بنالیں۔

کسی عورت۔ بچہ اور بھاگتے ہوئے کو قتل نہ کرنا۔ درخت نہ کاٹنا۔ کھیتی کو آگ نہ لگانا۔ کسی عمارت کو خراب نکرنا۔ بھیڑ۔ بکری۔ اونٹ کو بلا ضرورت خورونوش نہ کرنا۔ نامردی نکرنا۔ منزلیں سہولیت سے کرنا۔ ہمراہیوں کے ساتھ محبت و ہمدردی سے سلوک رکھنا۔ ماتحتوں پر نرمی کا برتاؤ برکھنا۔ وغیرہ وغیرہ (بحوالہ امام مالک)

(عجب و غرور سے حضرت ابو بکر کا بری ہونا) حدیث بخاری شریف ارشاد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کہ جو شخص براہ تکبر کپڑا لٹکا کر چلتا ہے۔ بروز قیامت اللہ تعالیٰ اُس کی طرف نظر رحمت نکرے گا۔ حضرت عتیق نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا کپڑا ابھی ایک جانب لٹکا ہوا ہے۔ مگر میں اب عہد کرتا ہوں کہ آیندہ کبھی نہ لٹکاؤں گا۔ ارشاد ہوا اے صدیق آپ غرور تکبر سے ایسا نہیں کرتے۔ (ابوداؤد) میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے آپ سے کبر و غرور نکالدیا ہے۔

خوف و خشیت کی مثال۔ حضرت ابو بکر نے ایک پرند کو درخت پر بیٹھے دیکھا۔ فرمایا اسے پرندے تجھے خوش خبری ہو۔ واللہ میں دوست رکھتا ہوں۔ کہ کاش میں تیری مثل ایک پرندہ ہوتا۔ تو

درختوں پر بیٹھتا ہے پھل کھاتا ہے جہاں چاہتا ہے اڑتا پھرتا ہے۔ تجھ پر نہ کوئی حساب ہے نہ مواخذہ۔
(کف اللسان) بری باتوں سے حضرت ابوبکر زبان روکتے تھے۔ حضرت ابوبکر اپنے منہ میں کنکری رکھا کرتے تاکہ فضول و بیہودہ گوئی سے بچے رہیں (احیاء العلوم امام غزالی) ایک روز حضرت فاروق حضرت خلیفہ رسول اللہ کی خدمت میں پہونچے دیکھا کہ آپ اپنی زبان کھینچ رہے ہیں۔ حضرت فاروق نے کہا بس جانے دیجئے۔ اللہ آپ کی مغفرت کرے گا۔ حضرت خلیفہ صاحب نے فرمایا اُس نے بہت سے مہالک میں ڈالا ہے۔
امام غزالی نے روایت کی ہے بعد رحلت حضرت ابوبکر کو کسی نے خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ فرمایا میں نے زبان سے کلمہ طیبہ پڑھا تھا۔ اس لئے اُس نے مجھے جنت میں پہونچا دیا۔
(توکل و تورع) آپ کے اعلیٰ توکل کا یہ نتیجہ تھا کہ کل مال آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھدیا اور اہل و عیال کے واسطے کچھ نہ چھوڑا تھا۔ (تورع) ایک مرتبہ غلام نے آپ کو دودھ پلایا۔ آپ کو اُس میں کچھ شبہ ہوا چنانچہ اُنگلی ڈالکر وہ سب دودھ استفراغ میں باہر نکالدیا۔
(صدق نیت) ترمذی (ابو قتادہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے ایک روز فرمایا میں تمھارے پاس سے گذرا اُس وقت آہستہ آہستہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ جس سے میں التجا کر رہا تھا اُس کو میں نے سنا دیا۔
**صفائی قلب**۔ حضرت رضی اللہ عنہ کی صفائی قلب کو ہمارے زمانہ میں طریقت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ چنانچہ طریقت نقشبندیہ کے آپ امام و سردار تھے اور آپ کے خلیفہ حضرت سلمان فارسیؓ اور اُن کے خلیفہ امام قاسم (بن محمد بن ابوبکر صدیق) شیخ جنید بغدادی رح کا قول ہے اشرف کلمۃ فی التوحید قول ابی بکر الصدیق۔ سبحان من لم یجعل لخلقہ سبیلا الا بالعجز عن معرفتہ یعنی توحید الٰہی میں بہترین کلمہ حضرت صدیق کا ہے (پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنی معرفت کا راستہ خلق کو کہ وہ اُس کی کنہ و حقیقت دریافت کرنے سے عاجز رہے) پھر شیخ فرماتے ہیں ان الصفا صفۃ الصدیق ان اردت صوفیا علی التحقیق۔ یعنی طریقت درحقیقت طریقت حضرت صدیق

ہے اگر کوئی صوفی حقیقی کو دیکھنا چاہے۔ (صراحت) طریقت کی ایک اصل ہے اور ایک فرع۔ اصل طریقت یہ ہے کہ دل اغیار کی طرف سے منقطع۔ اور فرع یہ کہ دل حب دنیا سے خالی ہو۔ یہ دونوں صفتیں حضرت صدیق میں موجود تھیں۔ لہذا آپ امام طریقت ہوئے۔ امام غزالی۔ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔

الصدیق من ذاق خالص محبة الله — صدیق وہ شخص ہے جنہوں نے محبت الہی کا ذائقہ چکھا۔

ذلك طلب الدنیا اوحش من جمیع البشر — یہی وہ ذائقہ تھا جس نے آپ کو طلب دنیا سے بے پرواہ کر دیا تھا۔ اور لوگوں سے متوحش کرتا تھا اور یہ غایت درجہ لوازم محبت کا خاصہ ہے۔

جب لوگ حضرت خلیفہ صاحب کی تعریف کرتے تو آپ فرماتے کہ مجھ میں کوئی صفت نہیں۔ البتہ فیضان صحبت حضور رسول مقبول کا اثر ہے ؎

بگفتا من گل ناچیز ہستم — ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہم نشیں درمن اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

حضرت عباس رضؓ نے حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم کو حضور ایسی تعلیم فرماویں کہ جس سے ہمکو دوزخ سے خلاصی ہو جاوے۔ ارشاد ہوا۔ پندرہ باتوں کو لازم پکڑو۔ پانچ زبان سے اور پانچ اعضا سے۔ پانچ دل سے۔ زبان سے سبحان اللہ والحمد للہ۔ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اعضا سے نماز پنجوقتہ۔ دل سے پانچ شخصوں کی محبت۔ (۱) حب النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم (۲) حب ابوبکر (۳) حب عمر فاروق۔ (۴) حب عثمان بن عفان۔ (۵) حب علی بن ابیطالب

آخرج ابن ماجۃ صفحہ (۱۱۱) عن انس رضؓ قال قیل یا رسول اللہ ای الناس احب الیك قال عائشة قیل من الرجال قال ابوھا۔ ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے جناب رسول کریم سے سوال کیا کہ کون آپ کو سب سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا عائشہ۔ پھر سوال کیا کہ مردوں میں سے کون زیادہ عزیز ہے ارشاد ہوا کہ عائشہ کا باپ ابوبکر صدیق۔

للبخاری۔(ابو درداء) کنت جالساً عند
النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبل ابوبکر آخذ
طرف ثوبہ حتی ابدا عن رکبتیہ فقال صلی
اللہ علیہ وسلم اما صاحبکم فقد غامر۔
فسلم فقال انی کان بینی وبین ابن الخطاب
شئ فاسرعت الیہ ثم ندمت فسألتہ
ان یغفر لی فابی علی فاقبلت الیک۔
فقال یغفر اللہ لک یا ابابکر ثلاثا۔ ثم ان
عمر ندم واتی منزل ابی بکر۔ فقال اثم
ابوبکر؟ قالوا لا؟ فاتی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم؟ فجعل وجہ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم یتمعر حتی اشفق ابوبکر فجثی
علی رکبتیہ وقال واللہ یارسول اللہ انا
کنت اظلم مرتین؟ فقال صلی اللہ علیہ
وسلم۔ ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت؟
وقال ابوبکر صدق وواسانی بنفسہ
ومالہ؟ فھل انتم تارکوا لی صاحبی
مرتین فما اوذی بعدھا۔

صحیح بخاری (ابو درداءؓ) فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابوبکر اپنے کپڑے
کا کنارہ اوٹھائے ہوئے کہ گھٹنا بھی کھل گیا تھا تشریف لائے
پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی یہ بدحواسی دیکھکر
فرمایا تمھارے رفیق ابوبکر کی معلوم ہوتا ہے کہ کسی سے لڑائی
ہوئی ہے۔ پس ابوبکر نے سلام کیا اور کہا کہ میرے اور
عمر ابن الخطاب کے درمیان کچھ قصہ ہوگیا تھا کہ جلدی میں
میری زبان سے اُن کو کچھ نکل گیا مگر پھر مجھے اپنے فعل پر ندامت
ہوئی۔ اور میں نے اُن سے درخواست کی کہ مجھے معاف کریں
مگر اونھوں نے انکار کردیا۔ اس لئے میں حضرت کے پاس آیا
ہوں۔ حضور پرنور نے تین مرتبہ فرمایا اللہ تمھیں معاف کرے۔
اے ابوبکرؓ اس کے بعد معافی نہ دینے پر حضرت عمر کو ندامت
ہوئی اور وہ ابوبکر کے مکان پر گئے اور دریافت کیا وہ موجود
ہیں۔؟ جواب ملا نہیں تب عمرؓ رسول اللہ کی خدمت میں آئے
تو اُنکو دیکھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ بدلنے
لگا۔ حتیٰ کہ ابوبکر ڈر گئے کہ حضرت کو نقصان نہ پہونچ
جاوے۔ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ابوبکر نے دو مرتبہ عرض کیا
واللہ یا رسول اللہ زیادتی میری طرف سے تھی۔ پس
رسول اللہ نے فرمایا (صاحبو) اللہ نے مجھکو رسول بناکر تمھاری طرف بھیجا۔ پس تم نے کہا جھوٹ بولتے ہو۔ اور
ابوبکر نے کہا سچ فرماتے ہیں آپ۔ یعنی سب سے پہلے میری تصدیق کی؛ اور اپنی جان ومال سے میری خدمت کی پس کیا
صورت ہوسکتی ہے کہ تم میرے دوست کو میرے لئے چھوڑدو۔ پھر اس کے بعد ابوبکر کو کسی نے ایذا نہیں دی صحابہ کو

محسوس ہوگیا کہ ابو بکر کی رنج سے محبوب خدا کو کتنی تکلیف ہوتی ہے اس لئے ہمیشہ کے واسطے قدر شناس ہوگئے اور انتہا درجہ کی عظمت و توقیر حضرت ابو بکر صدیق کی کرنے لگے

مگر وائے اُس قوم پر جو تیرہ سو تریپن برس گذر جانے کے بعد ایذا رسانی سے باز نہیں آتے اور وہ بھی بلا وجہ محض اپنے زعم باطل پر کہ خلافت کا حق نہ تھا۔ ایسی بے سرو پا عداوت کی نظیر بجز اہل تشیع نہ مل سکے گی

## فی اتباع سنّت النبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام

اخرج ابوداود عن جابرؓ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ قال اری اللیلۃ رجل صالح کان ابی بکر نیط برسول اللہ ونیط عمر بابی بکر ونیط عثمان بعمر قال جابر فلما قمنا من عند رسول اللہ قلنا اما الرجل الصالح فرسول اللہ واما نوط بعضھم ببعض فھم ولاۃ الامر الذی بعث اللہ بہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابو داؤد میں بسند جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات خواب میں نظر آیا ایک مرد صالح کو گویا ابو بکر رضؓ لپٹے ہوے ہیں رسول اللہ سے اور عمر لپٹے ہوے ہیں ابو بکر کو اور لپٹے ہوے ہیں عثمان عمر کو کہا جابرؓ نے جب ہم رسول اللہ کے پاس سے اٹھ آئے تو ہمنے کہا کہ مرد صالح سے مراد رسول خدا ہیں اور لپٹنا ایک دوسرے کا اس سے مطلب یہ ہے کہ وہ سربراہ کار اُس کام کے ہیں جسکے واسطے بھیجا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو۔

(فائدہ) لہذا ثابت ہوا کہ حضرات ابو بکر و عمر و عثمان سربراہکار نبوت اور منصرم دین اسلام کے رواج دینے والے تھے۔

مختصر حالات مسطورہ بالا سے ثابت ہے کہ کس درجہ حضرت ابو بکر کو تقلید سُنت کا اہتمام مدنظر تھا جب جنگ یمامہ میں سات سو حفاظ شہید شریک ہوگئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کی رائے ظاہر کی جو بدعت حسنہ تھی اور عمدہ و نیک ایجاد فی الدین کی اجازت شارع علیہ السلام دے چکے تھے۔

(صحیح مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ) ومن سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا

جس نے اسلام میں طریقہ حسنہ ایجاد کیا تو اس کو اس کی جزائے خیر ملیگی اور جس قدر لوگ اُس پر عمل کرینگے اُس کا

واجر من عمل بها۔ الخ (اخرج مسلم عن ابن مسعود) ما راٰہ المسلمین حسن فھو عند اللہ حسن۔

اجر بھی موجد کو ملے گا اور عاملین ماجور ہوں گے۔ یعنی جس بات کو بکثرت (خواہ باجماع) مومنین نیک و حسن تصور کریں وہ اللہ کے نزدیک بھی حسن ہے۔

تاہم حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت تک تامل فرمایا جب تک خدائے تعالیٰ نے اُن کا انشراح قلب نہیں کیا۔ ہرگاہ بدعت حسنہ میں اس درجہ احتیاط کی جاوے تو سیئہ کا گمان و وہم بھی ایسی ذات قدسی صفات تک نہ جاتا ہوگا۔ الغرض کتاب آسمانی کی جس طور پر خلفاء راشدین نے حفاظت کی نہ یہود کر سکے نہ نصرانی نہ اُن سے بیشتر کی امتیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین عرب کی ایسی سرکوبی کی کہ پھر کسی نے آج تک جراءت نہیں کی۔

ابن حزم رح نے کتاب ملل میں لکھا ہے کہ حضرت موسی کلیم اللہ کی وفات کے آٹھ سال بعد ہی آپ کی امت مرتد ہو کر بت پرستی کرنے لگی۔ حضرت عسال علیہ السلام کے زمانہ میں چالیس سال ایمان پر قایم رہی بعدہٗ مرتد ہو کر اٹھارہ سال بت پرستی کرتی رہی۔ غرضکہ نبیاداد علیہ السلام کے زمانہ تک پوری قوم بنی اسرائیل سات مرتبہ مرتد ہوئی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ نبینا موسیٰ کلیم اللہ کی حیات میں جب آپ کوہ طور پر تشریف رکھتے تھے کثیر تعداد قوم بنی اسرائیل گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوگئی تھی اور بحکم حضرت کلیم اللہ علیہ السلام ستر ہزار کافر قتل کئے گئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع[1] کے وقت کل ایک سو بیس حواری تھے۔ (بحوالہ ابن حزم رح) پھر اُن کی سعی سے چند روز بعد سات سو کی تعداد ہوگئی تھی۔ مگر بولس شاہ یہود ترک دنیا کر کے حواریوں میں شامل ہوگیا تھا اور اُن کو اس درجہ گمراہ کر دیا کہ مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ اور بجز ایک شخص کے جو مع اپنے رفقا کے علیٰحدہ ہوگیا تھا۔ اور سب نے بولیس کی پیروی اختیار کی۔ خالص دین کو خیر باد کہدیا اور یہ حالت ارتداد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سے چار سال بعد کے اندر ہی پیدا ہوگئی تھی۔ یھود

[1] حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے سے ہجرت حضرت خیر الانام کا زمانہ پانسو اٹھانوے ۵۹۸ سال بعد کا ہوتا ہے۔

**یھود** ابتداسے بت پرستی کے شیفتہ تھے چنانچہ اونہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کی تھی (لبسند آیہ کریمہ) سورۃ الاعراف ع ۵.

قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ ۝ (قوم بنی اسرائیل نے کہا) اے موسیٰ بنا دیجئے ہمارے واسطے بھی ایک بت جس طرح کہ اُن کے واسطے بت معبود ہیں۔

جب موقع پاتے مرتد ہوجاتے پس ایسی طبیعت والے کتاب آسمانی توریت کی کیا حفاظت کرتے جو بت پرستی کی دشمن ہو۔ بالآخر ایک نسخہ توریت جو کاہن ھارونی کے پاس تھا وہ بھی جبراً وصول کرکے جلا دیا۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ توراۃ کے کل ایک سو ایس ورق تھے۔ لیکن قوم مذکور اُن کی بھی حفاظت نہ کرسکے۔ انجیل کے متعلق خود نصاریٰ معترف ہیں کہ چار انجیلیں جو متی۔ مرقس۔ لوقا۔ یوحنا۔ کی ہیں یہ اونہیں لوگوں کی تصنیف کردہ ہیں۔ جن میں تاریخی حالات درج ہیں اور انہیں اربعہ اناجیل پر اون کے دین کا مدار ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو یہود نے خدا کا بیٹا بنالیا تھا۔

(سورۃ توبہ ع) وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ذٰلِکَ قَوْلُھُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ ۝

الغرض ان واقعات پر غور کرنے سے صاف واضح ہوتا ہی کہ چونکہ دین موسوی وعیسوی وغیرہ منسوخ ہونے والے تھے۔ اس لئے غیب سے اُسی قسم کے سامان ہوتے رہے۔ انواع اقسام کی خرابیاں پیدا ہوتی گئیں۔ بنائً علیہ ایک دین ناسخ کی ضرورت ہوئی جو توحید خالص ثابت کرے اور خود تا قیامت قایم رہے۔ لھذا دین محمدی جو دائماً قائم رہنے والا تھا۔ اُس کے متعلق قدرت نے ویسے ہی سامان مہیا کردئے یہی سبب تھا کہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے برگزیدہ اصحاب پیدا کئے گئے جو عالم میں منتخب افراد تھے۔ (لبسند حدیث)

ان اللہ اختار اصحابی علی جمیع العالمین۔

اور امت محمدیہ کی شان میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔
(سورۃ النساء) کنتم خیر امت اخرجت للناس - پھر امت بھی ایسی بنائی گئی کہ بمنزلہ دیگر امم
اُس کا یقین بڑھا ہوا ہے (حدیث) رواہ ابونعیم فی الحلیہ - قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ما اعطیت امۃ من الیقین افضل مما اعطیت امتی۔ پھر ہر زمانہ میں ایسے متدین
علما پیدا کئے گئے مثل انبیاء سابقین اونہوں نے دین کی حفاظت و اشاعت کی۔ (علماء امتی
کانبیاء بنی اسرائیل) الغرض علماء و مورخین کا اجماع ہے کہ اگر امت موسوی و عیسوی میں بھی دو
چار ایسے ذوات مقدس موجود ہوتیں جیسے کہ شیخین حضرات ابوبکر صدیق و عمر فاروق
علیہم السلام تھے۔ تو اُن کے دین اس قدر جلد تلف نہ ہو جاتے۔

# مواعظ و حکم و رقاق

عبد اللہ بن حکم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے بعد حمد و صلوۃ اس طرح وعظ فرمایا
اے لوگو میں تمھیں تقوی و پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں اور اس امر کی کہ تم اللہ کی حمد و ثنا کرو۔
اس طریقہ پر جس کا وہ اہل ہے۔ جب اللہ کی طرف توجہ کرو تو خوف اور رغبت کے ساتھ اور سوال کرو تو الحاح و
زاری کے ساتھ انہیں باتوں پر اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا اور اُن کے اہل بیت کی مدح کی ہے۔
انھم کانوا یسارعون فی الخیرات و یدعوننا رغبا و رھبا و کانوا لنا خاشعین
اے بندگان خدا جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے بعوض اپنے حق کے تمھاری جانیں اپنے پاس رہن رکھی ہیں اور اُس پر
تم سے مواثیق لئے ہیں - اور اُس نے تمھارے نفوس قلیل فانی کے عیوض کثیر باقی دیکر خرید لئے ہیں۔
کتاب اللہ تمھارے درمیان موجود ہے جس کے عجائبات اور اعجاز مٹ نہیں سکتے جس کی روشنی بجھ
نہیں سکتی - پس اُس کے کلام کی تصدیق کرو اور اُس سے نصیحت حاصل کرو اور بصیرت و روشنی حاصل کرو۔
اُس دن کے لئے کہ اندھیرا ہوگا۔ جانتے رہو اللہ نے تم کو عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے کراما کاتبین کو
تمھارے اعمال کی نگہبانی کے واسطے مقرر کیا ہے جو جانتے ہیں جو کچھ تم کام کرتے ہو - اے بندگان خدا

جان لو کہ تم صبح کرتی ہو ایسے وقت میں جس کا حال تم سے پوشیدہ ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ اگر تم اپنی مدت اور اپنی اجل ایسی حالت میں گذارو کہ تم اللہ کے کام میں مصروف ہو تو کوشش کرو کہ کل وقت اُس میں گذارو۔ تم اُس کی طاقت نہیں رکھتے مگر بتوفیق ایزدی۔ جب تک تم کو مہلت دی گئی ہے قبل اسکے کہ تم پر اجل مسلط ہو اور تم بُرے افعال میں مبتلا ہو بعض قوموں کا یہ حال ہوا ہے کہ وہ اپنے نفسوں کو بھول گئے اور اپنی موت کو یاد نہ رکھا۔ میں تم کو ڈراتا ہوں کہ تم اُن کی طرح نہ ہو جاؤ۔ اور موت تمھارے پیچھے دوڑتی آرہی ہے۔ الوحا۔ الوحا۔ النجا۔ النجا۔ (ابن شیبہ و حاکم نے روایت کی ہے)

## صدمۂ مفارقت حضرت حبیب الٰہ صلے اللہ علیہ وسلم

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت یار غار صدیق اکبر کو جناب محبوب الٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کا سخت الم و صدمہ تھا۔ کسی وقت وہ غم فراموش نہ ہوتا تھا۔ اور اس صدمہ سے آپ زار و نحیف ہو گئے تھے۔ حتی کہ وہی صدمہ مفارقت حضرت رؤف رحیم باعث انتقال حضرت صدیق ہوا۔

شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب محاضرات الابرار میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق سنہ ۱۲ھ میں عمرہ کے ارادہ سے مکہ گئے۔ صبح کے وقت جب آپ اپنے مکان پر پہونچے تو آپ کے والد ابو قحافہ دروازہ پر بیٹھے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کے فرزند ارجمند ابوبکر صدیق آرہے ہیں۔ اس بات کو سن کر وہ اٹھنے کا قصد کر رہے تھے حضرت ابوبکر نے اونٹنی کے بٹھانے میں جلدی کی اور اُس کے بیٹھنے سے قبل کود کر نیچے آگئے اور والد سے بغل گیر ہو کر عرض کیا آپ بیٹھے رہئے تکلیف نہ فرمائے۔ من بعد اُن کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ فرط محبت سے ابو قحافہ کے آنسو جاری ہو گئے۔ صحابہ رضو میں سے جن لوگوں کو آپ کی آمد کا حال معلوم ہوا فوراً وہاں پہونچ گئے اور ان الفاظ سے مخاطب کیا۔ یا خلیفہ رسول اللہ السلام علیکم۔ جناب خلیفہ نام رسول سنتے ہی رونے لگے۔ اور لوگوں کو بھی رلایا۔ اور وفات رسول کریم کا غم آپ کو تازہ ہو گیا۔ حضرت ابو قحافہ نے فرمایا یہ لوگ تم سے ملنے آئے ہیں ان سے ملو جلو۔ آپ نے جواب دیا کہ

خلافت کا بار مجھ سے ایسا متعلق کیا گیا ہے کہ مجھ کو اُس کے اُٹھانے کی طاقت نہیں ۔ مگر بفضلہ تعالیٰ بعدہ مکان کے اندر تشریف لے گئے رفقا نے بھی پیچھے چلنے کا ارادہ کیا مگر آپ نے اُن کو روک دیا ۔ مکان میں غسل کرنے کے بعد برآمد ہوئے ۔ اور بجانب بیت اللہ روانہ ہوئے ۔ راستہ میں جو لوگ ملتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت کرتے اور آپ زار زار روتے ۔ اسی شان سے کعبہ پہونچے اور ارکان عمرہ ادا کرنے کے بعد مکان تشریف لے آئے ۔ جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو پھر آپ خانہ کعبہ پہونچے اور بعد طواف دارالندوہ کے قریب جا بیٹھے اور فرمایا اگر کسی کو مظالم کی شکایت ہو یا کسی کا مطالبہ ہو ۔ تو بیان کرے ۔ مگر کوئی شخص نہ اوٹھا ۔ اور سب نے حاکم مکہ کے برتاؤ کی تعریف کی ۔

روایت ہے کہ ایک روز حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ۔ منبر پر کہڑے ہوے حضرت امام حسنؓ معاً دوڑتے ہوے آئے اور فرمانے لگے اے صدیق میرے ناناجان کے منبر سے اوترو ۔ حضرت نے فرمایا صاحبزادے تم سچ کہتے ہو بے شک یہ منبر تمھارے نانا کا ہے ۔ پھر حضرت حسنؓ کو گود میں اوٹھا لیا اور حضور سرورِ عالم کو یاد کر کے رونے لگے ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے معذرت کی کہ یا حضرت میں نے اس بچہ کو نہیں سکھلایا کہ وہ ایسا کرے ۔ حضرت صدیق نے جواب دیا کہ یا علی آپ سچ کہتے ہیں ۔ میں آپ پر کوئی اس کا الزام عاید نہیں کرتا ہوں

# علم تعبیر خواب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بارگاہ الٰہی سے حکم ہوا ہے کہ اپنے خواب کی تعبیر ابوبکر سے دریافت کرو ۔ (محمد بن سیرین) جو علم تعبیر الرویا میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے فرماتے ہیں کہ بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر سب سے بڑے معبر ہیں ۔ (تاریخ الخلفاء) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت صدیق سے خواب کا حال بیان فرمایا کہ "میں ایک بلند عمارت پر چڑھ رہا ہوں اور اے ابوبکر تم مجھ سے صرف ڈھائی سیڑھی پیچھے چڑھ رہے ہو" حضرت صدیق روئے اور عرض کیا کہ بابی وامی یا رسول اللہ بعد وصال

حضور کے یہ جاں نثار بھی پورے ڈھائی سال بعد وفات پائے گا۔ چنانچہ اسی طور پر واقع ہوا۔

للشیخین والترمذی۔ ابوسعید رض۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلس علی المنبر فقال ان عبداً خیرہ اللہ بین ان یوتیہ زھرۃ الحیاۃ الدنیا وبین ما عندہ فاختار ما عندہ۔ فقال ابوبکر فدیناک یا رسول اللہ بآبائنا وامھاتنا۔ فعجبنا فقال الناس انظروا الی ھذا الشیخ یخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن عبد خیرہ اللہ بین ان یوتیہ زھرۃ الحیاۃ الدنیا وبین ما عندہ وھو یقول فدیناک بآبائنا وامھاتنا۔ فکان صلی اللہ علیہ وسلم ھو المخیر و ابوبکر اعلمنا بہ۔ الخ

(ابوسعید) قریب زمانہ وفات شریف ایک روز حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا ایک بندہ کو اللہ نے اختیار دیا کہ اُس کو زندگانی دنیا کی لذتیں عطا کرے اور وہ اُس کو ترجیح دیکر (دنیا میں رہے) خواہ اُن نعمتوں کو جو اللہ کے پاس ہیں اختیار کرے (وفات کو ترجیح دے) پس اُس نے اُسی کو اختیار کیا جو اللہ کے پاس ہے۔ پس ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر اپنے ماں باپ کو قربان کردیں۔ اس پر ہمکو تعجب ہوا۔ ایک شخص نے کہا ان بڑے میاں کو دیکھو رسول اللہ تو اطلاع دے رہے ہیں کہ ایک بندہ کو اللہ نے اختیار دیا دنیوی مال متاع اور اخروی لذتوں کے درمیان کہ ان میں جسکو چاہے انتخاب کرے اور یہ بے محل بات کر رہے ہیں کہ ہم اپنی ماں باپ کو قربان کریں

دراصل بندے کے استعارہ میں حضور پر نور نے اپنی ذات خاص مقصود فرمائی تھی اور اُس سے صاف طور پر آپ کی مفارقت دنیا کا اشارہ پایا جاتا تھا۔ (حدیث) ایک مرتبہ حضور عالم الغیبات صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو مختار کیا ہے خواہ وہ دنیا میں رہے یا عاقبت اختیار کرے۔ پس بندہ نے عاقبت اختیار کی۔ حضرت ابوبکر رونے لگے۔ صحابہ کو اُن کے گریہ پر سخت حیرت ہوئی اس لئے کہ رسول اللہ نے معمولی طور پر ایک بندہ کا ذکر فرمایا تھا۔ لیکن اس فقرہ میں جو رمز تھا اُس کو حضرت ابوبکر کا ذہن رسا ہی پہونچا تھا اور کوئی نہ سمجھ سکا۔

للاوسط عن ابن عمر رض۔ لم یجلس ابوبکر فی مجلس

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر بباعث ادب

| | |
|---|---|
| النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر حتی لقی اللہ۔ ولم یجلس عمر فی مجلس ابی بکر حتی لقی اللہ ولم یجلس عثمان فی مجلس عمر حتی لقی اللہ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ پر کبھی منبر پر نہیں بیٹھے حتی کہ اللہ سے واصل ہوئے۔ بلکہ منبر کی نیچے کی سیڑھی پر بیٹھا کرتے۔ اور عمر رضی اللہ کبھی منبر پر حضرت ابوبکر کی جگہ پر نہیں بیٹھے حتی کہ اللہ سے جا ملے اور عثمان کبھی حضرت عمر کی جگہ نہیں بیٹھے حتی کہ اللہ سے جا ملے۔ |

(کمال ادب) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور سید الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں بپاس ادب حضرت ابوبکرؓ کبھی منبر نبوی پر نہیں چڑھے۔ اور حضرت عمر فاروق حضرت صدیق کے زمانہ خلافت میں کبھی منبر پر نہیں چڑھے۔ نہ حضرت عثمان غنی زمانہ خلافت عمر فاروق میں کبھی منبر پر چڑھے۔

## اقوال صحابہ کبار

| | |
|---|---|
| جامع الترمذی عن جابرؓ۔ قال عمر لابی بکر یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فقال ابوبکر اما ان قلت فقد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یقول ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمرؓ۔ | جابر رضی اللہ عنہ سے ترمذی میں روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر کو خیر الناس بعد رسول اللہ کہکر مخاطب کیا۔ تو حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو کیوں مستثنی کرتے ہو کیونکہ میں نے حضور پر نور رحمت مجسم صلی اللہ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ عمرؓ سے بہتر آدمی پر کبھی آفتاب طلوع نہیں ہوا۔ |
| اخرج الترمذی عن عمر فاروقؓ قال ابوبکر سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ | جامع الترمذی و مشکوۃ میں حضرت فاروق رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت فاروق نے ابوبکرؓ سردار ہم سب کے اور ہم سب سے بہتر ہیں اور ہم سب سے زیادہ رسول اللہ ان کو دوست رکھتے تھے۔ |

پس ثابت ہوا کہ حضرت صدیق تمام امت کے سردار ہیں:۔

ابوداودوترمذی (علی کرم اللہ وجہہ)
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی
بکر وعمر ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ
من الاولین والآخرین الا النبیین وا
لمرسلین یا علی لا تخبرھما۔

حضرت علی رضہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر وعمر کے متعلق یہ دونوں
سردار ہوں گے تمام اگلے اور پچھلے اہل جنت کے جو
ادھیڑ عمر میں دنیا سے اوٹھیں گے۔ بجز انبیاء ومرسلین
کے۔ اے علی اُن کو اطلاع مت کیجو۔

فائدہ۔ حضرات شیخین کی عمر وقت وفات ترسٹھ ۶۳ سال کی تھی کہ جوانی سے متجاوز اور بڑھاپے
سے کم تھی جس کو ادھیڑ کہتے ہیں انبیا ومرسلین کے سوا بقیہ کل اہل جنت کے دونوں حضرات سردار ہونگے۔
حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے بارہا فرمایا ہے کہ امت محمدی میں سب سے
زیادہ افضل ابوبکر ہیں خود حضرت علی نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھکو شیخین یعنی ابوبکر وعمر رضہ
پر فضیلت دیگا۔ میں اُس کو دُرّے لگاؤنگا۔ ابن عمر وابوھریرہ رضہ سے روایت ہے کہ ہم صحابہ
میں سب سے افضل ابوبکر رضہ کو اور اُن کے بعد عمر فاروق رضہ کو اُن کے بعد حضرت عثمان
غنی وعلی کو بتلایا کرتے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے مقولہ کو سنا
اور سکوت فرمایا۔

ربیع بن انس کا قول ہے کہ کتب سابقین میں ابوبکر صدیق کی مثال قطرہ آب سے دی گئی
ہے جہاں گرتا ہے نفع پہونچاتا ہے۔ نیز یہ کہ میں نے اصحاب انبیاء سابقین کی طرف نظر ڈالی تو دیکھا کہ ابوبکر
جیسا ایک بھی صحابی کسی نبی یا رسول کو نصیب نہیں ہوا تھا۔

لابی داود والترمذی (ابوسعید رضہ)
ان اھل الدرجات العلی لیراھم من
تحتھم کما ترون النجم الطالع فی افق السماء
وان ابابکر وعمر منھم۔

ابوسعید سے روایت ہے کہ بلند درجہ والوںکو ان کے نیچے
کے درجہ والے (جنتی لوگ) ایسا دیکھیں گے جیسے کہ تم
آسمان پر طلوع کرنے والے ستارہ کو دیکھتے ہو۔ اور ابوبکر
وعمر رضی اللہ عنہم اُن بلند درجہ والوں میں ہیں

(عائشہ) بینا راس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجری لیلۃ ضاحیۃ اذقلت یا رسول اللہ یکون لاحد من الحسنات عدد نجوم السماء۔؟ قال نعم۔ عمر۔ قلت فاین حسنات ابی بکر؟ قال انما جمیع حسنات عمر کحسنۃ واحدۃ من حسنات ابی بکر۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی ہے جسکی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہوں۔ فرمایا ہاں عمر فاروق ہے۔ میں نے کہا کہ ابوبکر کی نیکیوں کا کیا حال ہو۔ فرمایا عمر کی تمام نیکیاں ابوبکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

# رحلت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ

(رواہ امام سیوطی) عن عائشۃ رایت ثلثہ اقمار سقطت فی حجرتی۔ فقصصت رویائی علی ابی بکر۔ فقال لی یا عائشۃ لیدفن فی بیتک ثلثۃ ھم خیر اھل الارض۔ فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودفن فی بیتی قال ابوبکر ھذا واحد من اقمارک وھو خیرھم

حضرت عائشہ محبوبہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند میرے گھر میں گرے پس میں نے اس خواب کا تذکرہ اپنے والد ابوبکر سے کیا۔ فرمایا اے عائشہ تمہارے گھر میں تین شخص دفن کئے جاوینگے جو بہترین اہل زمین سے ہیں"۔ جب انتقال فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور میرے گھر میں مدفون ہوئے اُس وقت میرے باپ ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ بہترین چاند ہیں اُن چاندوں میں سے۔

# اختلاف روایات در مرض الموت

بعض مورخین کا بیان ہے کہ ایک یہودی نے وصال سے ایک سال قبل حضرت صدیق کو زہر آلود کھانا بھیجا تھا۔ جو آپ نے اور حارث بن کلدہ نے کھایا حارث چونکہ طبیب تھا اُس نے فوراً کھانے کی کیفیت معلوم کرکے کہا کہ اے خلیفہ رسول خدا۔ اس کھانے میں زہر ملا ہوا ہے جس کا اثر ایک سال بعد ہوگا۔ پس میں اور آپ ایک ہی دن مریں گے۔ چنانچہ آپ اُسی روز سے

علیل ہوے۔ اور ایک سال کے بعد انتقال فرمایا۔
چند مورخین لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابوبکرنے ہواے سرد میں غسل کیا۔ اُس سے بخار ہوگیا اور پندرہ دن علیل رہکر انتقال کیا۔ لوگوں نے ایام علالت میں کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم حکیم کو بولائیں۔ فرمایا کہ طبیب میرے پاس آیا تھا اور یہ کہ گیا ہے۔ اِنی فعالٌ لما اُرید۔ یعنی خداے تعالیٰ کو جو منظور ہوتا ہے وہی کرتا ہے۔ لوگ اس کا مطلب سمجھ کر خاموش ہوگئے۔ (بحوالہ ابن ابی شیبہ)

# حضرت صدیق کا حضرت عمر فاروق کو خلیفہ مقرر فرمانا

(واقدی۔ و ابن اثیر) نے لکھا ہے کہ جب حضرت خلیفہ رسول اللہ کی طبیعت زیادہ خراب ہونے لگی اُس وقت آپ نے عبدالرحمن بن عوف رض کو بلاکر عمر فاروق کی جانشینی کے بارہ میں راے لی۔ اونھوں نے جواب دیا کہ آپ کی جو راے عمر فاروق کے حق میں ہے۔ وہ اُس سے بڑھکر ہیں۔ مگر اُن کی طبیعت میں سختی زیادہ ہے۔ فرمایا کہ اُن کی سختی اس سبب سے ہے کہ میری طبیعت میں نرمی زیادہ ہے۔ جب خلافت کا کام اُن کے سپرد ہوگا۔ تو سختی کو بہت کم کردیں گے۔ میں نے غور سے دیکھا ہے کہ جب میں کسی پر غصہ ہوتا۔ تو وہ اُس کی سفارش کیا کرتے تھے۔ اور اگر میں کسی سے زیادہ نرمی کرتا تو یہ سختی پر آمادہ ہوجاتے۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رض کو طلب کرکے یہی سوال کیا۔ اونھوں نے جواب دیا کہ عمر رض کا باطن اُن کے ظاہر سے بہتر ہے۔ اور ہم میں اُن سے بہتر و قوی تر کوئی نہیں ہے۔ طلحہ بن عبداللہ کو جب اس معاملہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت صدیق سے کہا کہ اے خلیفہ رسول۔ آپ عمر فارُق کے غصہ کو جانتے ہیں پھر اُن کو ہم پر خلیفہ مقرر کرتے ہیں۔ اگر لوگ اُن کے غصہ کی سختی برداشت کریں تو آپ خدا کو کیا جواب دیں گے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ تم مجھ کو اللہ سے ڈراتے ہو۔ اگر خدا مجھ سے سوال کریگا تو میں یہ جواب دونگا کہ بارخدایا میں نے تیری مخلوق پر بہترین شخص کو خلیفہ کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حالت مرض میں ایک روز حضرت خلیفہ رسول اللہ مکان سے باہر تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا کہ مجھکو تمپر سب سے بہتر شخص کو خلیفہ بنانا ہے۔ سب نے جواب دیا ہم کو قبول ہے۔ مگر حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ سوائے حضرت عمر فاروق کے اگر آپ اور کسی شخص کو خلیفہ بناتے ہوں تو ہم کو نا منظور ہے۔ ابوبکر نے فرمایا کہ میں نے عمر فاروق کو ہی خلیفہ بنایا ہے[لہ]۔ من بعد حضرت عثمان رضہ کو حکم دیا کہ خلافت نامہ تحریر کرو۔ عثمان غنی حضرت صدیق کے کاتب (محرر پیشی تھے) اور یہ خلافت نامہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے مکان کے اندر تحریر کرایا تھا۔ جس کے الفاظ (ابن اثیر) نے حسب ذیل لکھے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هذا عهد به ابوبكر خليفه محمد رسول الله عند آخر عهده بالدنيا واول عهده بالآخرة في الحال التي يومن فيها الكافر ويوقن فيها الفاجر۔ اني استعملت عليكم عمر بن الخطاب ولم آل لكم خيرا۔ فان صبر وعدل فذالك علمي به ورائي فيه وان جار وبدل فلا علم لي بالغيب والخير اردت ولكل امرئ ما اكتسب وسيعلم الذين ظلموا اي منقلب ينقلبون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وصیت نامہ ابوبکر خلیفہ رسول خدا کا ہے اُس کے آخری زمانہ دنیا میں اور پہلے زمانہ عقبی میں اور ایسے وقت کا ہے جبکہ کافر ایمان لانے والا اور اس حالت میں فاجر یقین کرنیوالا ہو جاتا ہے۔ میں نے تم لوگوں پر عمر بن الخطاب کو خلیفہ مقرر کیا اور اس تقرر سے تمھاری بہتری میں کوتاہی نہیں کی۔ اگر وہ عدل و ثبات سے کام کرے تو میرے علم و رائے کے موافق ہے اور اگر وہ اُس میں تغیر و تبدیل کرے اور جور و ستم کام میں لاوے تو میں غیب داں نہیں ہوں اور وہی اپنے افعال کا جوابدہ ہے۔ اور ظالم عنقریب معلوم کریں گے کہ وہ کس طرف رجوع کرنیوالے ہیں۔

---

لہ باوجودیکہ حضرت صدیق کے دو بیٹے عبدالرحمن و محمد موجود تھے۔ عبدالرحمن بڑے شجاع تھے جنگ یمامہ میں بڑی شجاعت دکھلا چکے تھے تاہم اپنے بیٹوں و عزیزوں پر حضرت عمر فاروق کی خلافت کو ترجیح دی۔

اور اس پر اپنی مہر ثبت فرمائی۔ نعم القادر اللہ جس میں کندہ تھا۔ اور اس وصیت نامہ کی چند نقلیں اطراف وجوانب کے امرا کو سربمہر روانہ کردی گئیں بعد حضرت عمر فاروق کو خلوت میں طلب کرکے فرمایا میں نے تم کو اصحاب رسول کریم پر خلیفہ مقرر کیا۔ حضرت فاروق نے جواب دیا کہ مجھکو اس تکلیف سے معاف رکھئے مجکو خلافت کی ضرورت نہیں۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ تم کو اسکی ضرورت نہیں ہے۔ مگر خلافت کو تمھاری ضرورت ہے۔ اور تمھیں کرنی پڑے گی۔ آخر کلام یہ تھا کہ اگر میری نصیحت مانوگے تو کوئی چیز موت سے زیادہ تم کو پسند نہ ہوگی اور اگر نہ مانوگے تو کوئی پوشیدہ چیز موت سے زیادہ تم کو ناپسند نہ ہوگی۔ چنانچہ حضرت فاروق نے سکوت کیا اور آپ نے اسرار مخفی تلقین کئے۔ اور اس طرح دعا کی:۔ الٰہی اس کارروائی سے میرا مقصود صرف صلاح وفلاح مسلمین ہے۔ میں نے بخوف فتنہ وفساد جو کچھ کیا ہے تو اس سے خوب واقف ہے۔ میں نے اپنی رائے سے ایک شخص کو مسلمانوں کا خلیفہ وسردار بنایا ہے جو میرے نزدیک ان سب سے بہتر ہے۔ سب سے قوی تر۔ اور زیادہ تر حریص نیکیوں کا ہے۔ الٰہی میں تیرے حکم سے اس دنیا کو چھوڑتا ہوں۔ تو اپنے بندوں کا مالک ہے۔ الٰہی مسلمانوں میں صلاحیت پیدا کر۔ عمر کو اپنے خلفاء راشدین میں سے بنا۔ اُن کی رعایا میں صلاحیت پیدا کر (آمین)" اسکے بعد بحکم حضرت صدیق رضہ حضرت عثمان غنی رضہ اس خلافت نامہ کو مسلمین کے مجمع میں لائے۔ حاضرین نے اُس کو دیکھکر فوراً حضرت عمر فاروق کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

## وصایا حضرت صدیق رضہ

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں افرس الناس (نہایت عقیل) تین اشخاص گذرے ہیں۔ ایک حضرت شعیب علیہ السلام کی دختر جس نے اپنے والد سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے بارے میں سفارش کرتے ہوے بیان کیا تھا کہ یا ابت استاجرہ الان خیر من استاجرت القوی الامین (دوسرا) عزیز مصر جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جگہ دی اور اپنی زوجہ سے کہا اکرمی مثواہ

اُس کو عزت سے رکھنا۔ تیسرے حضرت ابوبکر صدیق کہ آپ حضرت عمر فاروق کو اپنا خلیفہ کر گئے۔ (بحوالہ ابوبکر بن ابی شیبہ)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے (جو معارف بن قتیبہ۔ ودیگر تواریخ میں درج ہے) کہ حضرت ابوبکر صدیق نے مجھ سے فرمایا کہ جب سے ہم مسلمانوں کے حاکم ہوئے ہیں اُن کے مال سے سوائے موٹی روٹی اور گاڑھے کپڑے کے اور کچھ نہیں لیا۔

ایام خلافت سے جو اضافہ ہمارے مال میں ہوا ہے اُس کو دیکھو (جملہ اصحاب کے مشورہ سے اہل خاندان حضرت خلیفہ اول کے گذارہ کے واسطے یومیہ خوراک اوسط اندازہ کی مقرر کی گئی اور اُس کے علاوہ سال بھر کا خرچ و کپڑا اور خادم بھی تجویز کیا گیا بعض کا قول ہے کہ دوڈھائی ہزار درہم سالانہ مقرر کیا جس کی چھ ہزار تک نوبت پہونچ گئی تھی) چنانچہ بی بی عائشہ نے بیان کیا کہ اونٹ۔ ایک پورانی چادر قیمتی پانچ درہم اور ایک توشک ہے اور ایک حبشی غلام۔ یہ سن کر فرمایا کہ جب میں مرجاؤں تو اِن چیزوں کو بیت المال میں واپس کر دینا (بی بی عائشہ رضی اللہ عنہ) فرماتی ہیں کہ بیماری کے آخر دن آپ بے ہوش ہوگئے۔ میں حالت گریہ وزاری میں یہ کہہ رہی تھی کہ میرے باپ کو سخت مرض لاحق ہوگیا ہے۔ جب آپکی بیماری سے کچھ افاقہ ہوتا تو فرماتے ایسا نہیں بلکہ یہ بات ہے۔

(پ ۲۶ سورہ قاف) وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۝ یعنی موت کی بے ہوشی تو ضرور آکر رہے گی یہی وہ حالت ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

اُسی حالت میں مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہ کو کتنے کپڑوں میں کفنایا تھا۔ میں نے کہا کہ سحول[۵] کے تین کپڑوں میں جن کے اندر قمیص و عمامہ نہیں تھا۔ پھر دریافت کیا رسول اللہ نے کس دن وفات پائی میں نے کہا دوشنبہ کو۔ پھر دریافت کیا آج کیا دن ہے میں نے کہا کہ آج دوشنبہ ہے۔ پھر فرمایا کہ آج

---

[۵] سحول ملک یمن کی ایک بستی کا نام ہے۔ جس میں یہ کپڑا بنایا جاتا تھا۔ وفات شریف سے تیرہ یوم قبل جنگ اجنادین میں کامیابی ہوئی تھی۔ مال غنیمت میں کپڑا ملا تھا۔

دن ورات کے درمیان میری موت ہوگی۔ پھر اُس کپڑے کو جس کو آپ پہنکر بیمار ہوے اور اُس وقت بھی جسم پر موجود تھا دیکھ کر فرمایا کہ اس میں جو دھبہ زعفران کا پڑا ہوا ہے اُس کو دہو کر اور دو کپڑے زاید ملا کر مجھے کفنا دینا۔ میں نے کہا یہ تو پورانا ہے فرمایا

الحی احوج الی الحدید من المیت انما ھو للمھنۃ والصدید۔ (امام مالک) یعنی زندہ آدمی کو بہ نسبت مردہ کے نئے کپڑے کی زیادہ حاجت ہے اور کفن تو ریم وخون کے واسطے ہے (امام مالک)

**وصیت تجہیز و تکفین** آپ نے فرمایا حضرت عائشہ سے کہ میں تمھارا باپ ہوں اگر عمدہ کپڑوں کا کفن دوگی تو میں کچھ بڑھ نجاؤں گا۔ بُرے کپڑوں کے کفن سے گھٹ نجاؤنگا۔ میرے پاس دو چادریں ہیں انکو دہو کر کفنا دینا۔ **اسماء بنت عمیس**۔ میری زوجہ مجھکو غسل دیوے۔ **عبدالرحمن** میرا بیٹا پانی ڈالے اور غسل میں مادر کی مدد کرے۔ فرمایا کہ میں نہیں پسند کرتا کہ کوئی اور شخص میرے بدن کو برہنہ دیکھے۔

شواہد النبوۃ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ میں ایک روز حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی عیادت کو گیا۔ آپ نے مجھکو اپنے سرہانے بٹھلاکر فرمایا اے امام دوجہان اب ہمارے اور تمھارے فراق کا زمانہ قریب آیا۔ یہ درد تازہ پیدا ہوا۔ میں تم سے امید رکھتا ہوں کہ جب مرجاؤں تو تم اپنے ہاتھوں سے مجھکو کفن پہنانا۔ پھر جنازہ میرا روبرو دروازہ روضہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم رکھکر پکار کر عرض کرنا السلام علیکم یا رسول اللہ ابوبکر حضور میں آئے ہیں۔ زیر قدم مدفون ہونے کی تمنا لائے ہیں۔ اگر خود بخود دروازہ کھل جاوے اور اذن ہو تو مجھے روضہ کے اندر دفن کرنا۔ ورنہ جنت البقیع (گور غریبان) میں کردینا چنانچہ حضرت علی رضہ اس کلام سے بیتاب ہونے لگے اور فرمایا واحسرتا آپ بھی ہم سے جدائی کر چلے۔ من بعد بہت کچھ اظہار غم فرمایا۔ الغرض جب حضرت صدیق نے رحلت فرمائی تو حسب وصیت بعد غسل دئے جانے حضرت **شیر خدا** نے آپ کو کفن پہنایا۔

جابر رضی اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق نے مابین قبر و منبر کے نماز جنازہ پڑھائی تھی جنازہ لیجاکر دروازہ روضہ مقدسہ پر رکھا۔ غیب سے آواز آئی ضُمُّوْا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ یعنی دوست سے دوست کو ملاؤ اور دروازہ مزار اقدس کھل گیا اور کہنے والا نظر نہ آتا تھا مگر کلام فصیح یہ تھا۔

اَدْخِلُوْہُ وَ اَدْفِنُوْہُ عِزًّا وَّکَرَامَۃً یعنی میرے دوست کو اندر لاؤ اور عزت و تعظیم سے دفن کرو

آہ بو بکر و عمر۔ افسوس عثمان و علی صدق و عدل و حلم و علم اپنا دکھا کر چل بسے

ہائے کوئی بھی نہ پلٹا اور نہ بھیجی کچھ خبر چپکے ہو کے شہر خاموشاں میں ایسے چل بسے

(بحوالہ صحیح مسلم شریف) حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ ۷ جمادی الثانی ۱۳ھ ہجری یوم دوشنبہ کو آپ بیمار ہوئے اور پندرہ روز نماز کے واسطے آپ مکان سے باہر تشریف نہ لیجا سکے۔ دوشنبہ و شنبہ کی درمیانی شب میں ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ ہجری مطابق ۲۴ اگست ۶۳۴ء عیسوی راہی ملک بقا ہوئے۔ (بعمر ۶۳ سال) وقت وفات زبان پر الفاظ تھے۔

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ یعنی خدایا تو مجھ کو فرمانبرداری کی حالت میں (دنیا) سے اوٹھالے اور اپنے نیک بندوں میں داخل کر۔

یہ دعا اصل میں حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کی ہے۔ اس کا ذکر کلام اللہ میں ہے۔ حضرت یوسف صدیق عزیز (بادشاہ مصر) تھے اور حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ مدینہ پس لطیف مناسبت ان حضرات کے درمیان عیان ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق رض کے وصایا کے بموجب تجہیز و تکفین کی گئی۔ اور آپ نے حضرت صدیقہ سے وصیت کی تھی۔ کہ مجھکو پہلوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کیا جاوے۔ اوسی سریر[۱] تخت پر جس پر رسول کریم کو اوٹھا کرلے گئے تھے یار غار رضی اللہ کا جنازہ اُٹھایا گیا۔ حضرت عمر فاروق رض نے نماز پڑھائی اور بی بی عائشہ رض کے حجرے میں رسول کریم کی قبر کے برابر قبر کھودی گئی۔ عبد الرحمن۔ عثمان۔ طلحہ۔ قبر میں اوترے اور اُسی شب میں آپ کو دفن کیا گیا (انا للہ و انا الیہ راجعون) اور سر حضرت صدیق زیب دوش مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا گیا۔ مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ شور و غل سن کر حضرت ابو قحافہ رض نے دریافت کیا کہ یہ کیسا کہرام ہے

---

[۱] سریر۔ ساج کی دو لکڑیوں سے بنایا گیا تھا۔ اور چھال سے بُنا ہوا تھا۔ حضرت عائشہ کی میراث میں پہونچا تھا۔ امیر معاویہ کے غلام نے چار ہزار درہم کو سریر خرید کر مسلمانوں کے واسطے وقف کر دیا تھا۔

لوگوں نے کہاکہ آج آپ کے فرزند سعید ابوبکر نے رحلت کی۔ فرمایا اُف کیسی مصیبت عظیم واقع ہوئی۔ پھر دریافت کیا کہ اُن کی جگہ کون خلیفہ ہوا۔ جواب دیا کہ حضرت عمر۔ ابو قحافہ فرمانے لگے یوں کہو کہ ابوبکر کے دوست خلیفہ ہوئے۔ مجاھد کہتے ہیں کہ ابو قحافہ نے اپنے بیٹے کا ترکہ نہیں لیا اور پوتے کو دیدیا۔ اور ۶ ماہ دو یوم بعد ۱۴ ر محرم ۱۴ھ ہجری کو بعمر نوّے سال انتقال کیا۔ بجز حضرت صدیق کے کوئی خلیفہ ایسا نہیں ہوا جو اپنے باپ کی حیات میں تخت خلافت پر بیٹھا اور اُس کے باپ نے اُس کی وفات کا حادثہ دیکھا ہو۔ حضرت خلیفہ رسول اللہ نے دو سال سات ماہ خلافت کی حضرت صدیق رضی کی قبر پہلوے مزار مقدس میں اس طور پر بنائی گئی کہ آپ کا سر حضرت رسول اللہ کے شانہ مقدس کے محاذ میں رہے۔ علی ہذا۔ حضرت فاروق اعظم رضہ کی اُسی رعایت سے بنائی گئی اور دفن کئے گئے۔ کہ حضرت صدیق کے کندھے کے مقابلہ میں آپ کا سر مبارک رہے۔ ان تینوں ذوات مقدس کے حجرۂ حضرت عائشہ صدیقہ میں مزارات بن جانے سے حضرت عائشہ کا خواب صادق ہوا۔

ابوبکر صدیق و حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہمی قرب قبر کے متعلق امام عبدربہ نے عقد الفرید میں ایک لطیفہ لکھا ہے کہ خلیفہ ھارون رشید جب مسجد نبوی میں آیا تو امام مالک کو بلوایا اور حضرت رسول کریم کے مزار مقدس کے پاس کھڑے ہو کر کہا فرمائے حضرت ابوبکر کا مرتبہ حضور پرنور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیسا تھا۔ امام مالک نے جواب دیا کہ ان کا رتبہ قرب ویسا ہی ہے جیسے اُن کی قبر کا قرب ہے۔ ہارون رشید نے کہا بلاشبہ صحیح ہے

(حدیث جامع الترمذی۔

عن ابن عمرؓ انا اول من تنشق عنه الارض یوم القیامة ثم ابوبکر ثم عمر فناتی البقیع فیحشرون معی ثم ننتظر اهل مکة حتی نحشر من الحرمین۔

حضرت ابن عمر سے بروایت ثانیہ ترمذی میں ہی) ارشاد رسول اللہ ہے کہ میں سب سے پہلا شخص ہونگا کہ بروز قیامت زمین شق ہو کر (قبر سے) اوٹھونگا پھر ابوبکر اوٹھیں گے پھر عمر پس ہم تینوں گورستان بقیع میں آوینگے اور وہاں کے دفن شدہ اٹھائے جاویں گے پھر ہم سب اہل مکہ کا انتظار کرینگے حتی کہ اہل حرمین کے

درمیان محشر میں آوینگے۔

یعنی ایک طرف اہل مدینہ ہوں گے اور دوسری جانب اہل مکہ اور بیچ میں سردار دو عالم شفیع محشر ہوں گے اور دونوں وزیروں کا داہنے بائیں ہاتھ تھامے ہوں گے (کفی بہٖ فخراً)

اُس کے بعد ہر دو صحابہ کے ہاتھ پکڑکر فرمایا کہ ہم تینوں اسی حالت میں قیامت کے روز اٹھیں گے۔

(للترمذی عن ابن عمرؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجد وابوبکر وعمر احدھما عن یمینہ والاٰخر عن شمالہ وھو اخذ بایدیھما وقال ھکذا نبعث یوم القیامۃ۔ (للکبیر عن عمرو بن العاصؓ) قال قال رسول اللہ صلعم انی ھممت ان ابعث معاذ بن جبل وسالما مولی ابی حذیفہ وابی بن کعب وابن مسعود الی الامم کما بعث عیسیٰؑ الحواریین فقال رجل الا تبعث ابابکر وعمر فاھما ابلغ۔ فقال لاغنا لی عنھما منزلتھما من الدین منزلۃ السمع والبصر۔

ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے۔ اور ابوبکرؓ عمرؓ میں سے ایک آپ کے داہنے طرف اور ایک بائیں طرف تھے اور رسولؐ ان دونوں کے ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ پس ارشاد ہوا کہ اسیطرح ہم قیامت کے روز اُٹھائے جائینگے فرمایا حضرت رسول اللہؐ نے میں نے قصد کیا ہے کہ معاذ بن جبل سالم مولی ابی حذیفہ وابی بن کعب وابن مسعود کو تبلیغ دین کی غرض سے مختلف جماعتوں کی طرف روانہ کروں جس طرح حضرت عیسیٰؑ نے حواریوں کو بھیجا تھا۔ ایک شخص نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو کیوں نہیں بھیجتے کہ وہ زیادہ قابل ہیں۔ فرمایا ان سے مجھے استغنا نہیں ہو سکتا وہ میرے واسطے بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں (فائدہ) اس میں ان حضرت کی وزارت اور خصوصی تعلقات کے علاوہ استحقاق خلافت اور ترقی دین کی قابلیت کا اظہار ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس طرح شیخین زندگی میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علحدہ نہیں ہوئے اسی طرح وفات کے بعد بھی علحدہ نہیں ہوے۔ اور ایک ہی قبہ میں استراحت فرما ہیں :۔

## دعائے عاصی

اِلٰهِی تُبْتُ عَمَّا كَانَ مِنِّی ۔۔۔ فَكَفِّرْ سَيِّئَاتِی وَارْضَ عَنِّی

اے معبود جو گناہ مجھسے سرزد ہوے میں اُن سے توبہ کرتا ہوں ۔۔۔ پس میرے گناہ مٹادے اور مجھ سے خوشنود ہو جا

وَعَامِلْنِی بِلُطْفِكَ يَا اِلٰهِی ۔۔۔ وَلَا تَقْطَعْ لِاَجْلِ الذَّنْبِ مِنِّی

اور الطاف و کرم فرما مجھ پر اے میرے معبود ۔۔۔ اور مجھ سے بیزار نہ ہو بسبب صدور میرے گناہوں کے

فَكُنْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِی مُعِيْنًا ۔۔۔ وَاَحْسِنْ لِی كَمَا اَحْسَنْتَ ظَنِّی

پس بروز قیامت بنظر عفو میری اعانت و مدد کر ۔۔۔ اور میرے ساتھ نیکی و مہربانی کر اسلئے کہ میں تیری ذات سے نیکی و مہربانی کا گمان رکھتا ہوں۔

الٰہی حرمتِ صدیق اکبرؓ ۔۔۔ الٰہی حرمتِ فاروقؓ سرور

الٰہی حرمت عثمانؓ و حیدرؓ ۔۔۔ تمامی مشکلاتِ ما بر آور

---

## قطعہ تاریخ

از پروفیسر مولوی محمدؐ طاہر فاروقی۔ ایم۔ اے۔ دبیر کامل۔ مولوی فاضل۔ منشی کامل۔ ادیب فاضل۔ صدر شعبہ فارسی و اُردو۔ آگرہ کالج آگرہ۔

لکھی کتاب مولوی عبدالحفیظ نے ۔۔۔ دنیا و دیں کی کان ہو اور جانِ آخرت

تاریخ کا تھا ذکر کہ طاہر نے یوں کہا ۔۔۔ تاریخ بھی ہی نام بھی سامانِ آخرت

۱۳۵۳

# منقبت

## از حضرت شاہ نیاز احمد صاحب قدس سرہٗ

امیر المومنیں صدیق اکبر — امام المسلمیں صدیق اکبر

رئیس العاشقیں صدیق اکبر — انیس العارفیں صدیق اکبر

رفیق مصطفےٰ در غار تاریک — نبودہ غیر ایں صدیق اکبر

نثار ما حضر بر مصطفےٰ کرد — برائے کار دیں صدیق اکبر

ببیں اندر کمالات نبوت — ز امت بہتریں صدیق اکبر

نبی را داد حق تسکیں بمعراج — بآواز ھمیں صدیق اکبر

امام ھر کہ و مہ از صحابہ — کہ شد اے دل جز ایں صدیق اکبر

باجماع صحابہ شد مقرر — نبی را جانشیں صدیق اکبر

نیاز از بہر آں مداحش آمد
کہ بودہ ست ایں چنیں صدیق اکبر

## قطعہ تاریخ

(از جناب مولوی محمد مظہر جلیل صاحب شوق مراد آبادی)

مقصد پاک ایں کتاب عتیق — وصف والائے افضل البشراست

شوق سال طباعت ونشرش — گفت۔ احیائے افضل البشراست

۱۹۳۵ء

۱۳۵۴ھ

# قطعات تاریخ طباعت کتاب العتیق

از جناب مولانا مولوی حاجی حامد حسن صاحب قادری۔ پروفیسر فارسی و اُردو سینٹ جونس کالج آگرہ

(۱)

جناب کرم شیوہ عبد الحفیظ ‏ ‏ ‏ مُطاعِ معظم شفیق و خلیق
فراہم نمودند گنجینۂ ‏ ‏ ‏ ز احوالِ اسلافِ عہدِ عتیق
بہ سعیِ بلیغ و بہ جہدِ عظیم ‏ ‏ ‏ بہ علمِ وسیع و نگاہِ عمیق
بہ طبعِ بلند و بہ ذہنِ رسا ‏ ‏ ‏ بہ تخئیلِ عالی و فکرِ دقیق
عجب چشمۂ آبِ حیوانست آں ‏ ‏ ‏ حَوَالَیهِ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیقٍ
بلب تشنگانست ماءِ معین ‏ ‏ ‏ بگم گشتگانست خضرِ طریق

رقم کلکِ حامد کند سالِ طبع
کہ "مقبولِ عالم کتاب العتیق"
۱۳۵۴ھ

(۲)

از جناب [illegible] فریدی ایم اے ایل ٹی صدر شعبہ فارسی و اُردو سینٹ جانس کالج آگرہ،

ز نور دل یارِ غارِ رسولؐ ‏ ‏ ‏ درخشاں شدہ خاورِ معرفت
ز احوال آں فخر دیں ایں کتاب ‏ ‏ ‏ شد اندر جہاں رہبرِ معرفت
چو مطبوع شد ایں کتاب العتیق ‏ ‏ ‏ نمایاں شدہ جوہرِ معرفت
ندا آمد از غیب عابد بگو ‏ ‏ ‏ کہ تاریخ شد مظہرِ معرفت
۱۹۳۵ء

تمت بالخیر